محمد ﷺ کی عظمت
اور
گستاخانِ رسول
(حصہ اول)

محمد ﷺ کی عظمت
اور
گستاخانِ رسول

(حصہ اول)

یہ کتاب بھرپور کوششوں سے بہترین مواد پر اکھٹا کر کے مکمل کیا گیا ہے
اور انشاء اللہ اسکی مزید جلدیں بھی شائع کئے جائیں گی۔
اگر اس کتاب میں کچھ کمی بیشی ہو یا اگلی جلد میں اپنا مواد شامل کرنا چاہیں تو رابطہ کریں۔ شکریہ

مصنف:
نورالامین اخونزادہ ایڈووکیٹ
محلہ بابی خیل، اسماعیلہ (صوابی)
0341-4330729
0332-9863628
aminnoorul52@gmail.com

نام کتاب : محمد ﷺ کی عظمت اور گستاخانِ رسول

مصنف : نور الامین ایڈووکیٹ

پرنٹر : الفیصل مردان

اشاعت : نومبر ۲۰۱۹ء

قیمت : ۵۰۰ روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۵
اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی
اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی
اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۵

مضمون	صفحہ

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس پر لکھنے کی توفیق حاصل ہوئی ۔ الحمد للہ میں اللہ پاک کا بے حد مشکور ہوں کہ مجھے مقدس ہستی پر لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور پوری انسانیت کے لئے ہدایت اور اُخروی نجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین

آپ ﷺ کی مبارک ہستی پر کروڑوں اربوں کتابیں لکھنی بھی کم ہیں اور کروڑوں کتابیں بھی آپ ﷺ کی صفات کا احاطہ نہیں کرسکتی ۔ میری یہ تھوڑی سی کوشش سمندر کے مقابلے میں ایک قطرے کے برابر بھی نہیں۔

لہٰذا اس سلسلے میں ارادہ کیا ہے کہ جب تک زندگی رہی اپنی اس کتاب کو مکمل کر کے دوسرا، تیسرا حصّہ یا جِلد مرتب کرنا شروع کروں گا اور اسی طرح سلسلہ جاری رکھوں گا۔ (انشاء اللہ)

قلم ٹوٹ گئے زندگی ختم ہوئی
تیری اوصاف کا اِک باب بھی ختم نہ ہوا

غالب نے آپ ﷺ کی تعریف میں یہ شعر لکھا ہے ؎

غالب ثناء خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دان محمد است

ترجمہ: ”میں نے تاجدار کائنات ﷺ کی مدح وثناء، اللہ تعالیٰ کی ذات پر چھوڑ دی ہے کیونکہ وہی اُن کے مقام کو کماحقہ جاننے والا ہے“

پوری کائنات کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے واسطے سے پیدا فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کو آپ ﷺ کی وجہ سے وجود دی اگر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مبعوث نہ فرماتے تو کائنات کو بھی پیدا نہ فرماتے۔ پشتو کے مشہور بزرگ شاعر عبدالرحمان بابا نے اس کی تشریح اپنے شعر میں اس طرح کی ہے

که صورت دَ محمدؐ نه وے پیدا
پیدا کړے به خدائے نه وه دا دنیا

ترجمہ: اگر محمد ﷺ اس دنیا میں تشریف نہ لاتے تو اللہ تعالیٰ کائنات کا وجود پیدا نہ فرماتے۔
دوسری جگہ عبدالرحمان بابا فرماتے ہیں ۔

که یو زلے د ستا زلفے په لاس راغلے
یو ویخته به دِ په درست جهان ور نکړم

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جسم کا ایک بال کا پوری دنیا قیمت ادا نہیں کرسکتی۔ آپ ﷺ کی جسم کی ایک بال بھی پوری کائنات سے بہتر ہے۔

پس جو بد بخت اور بیوقوف حیوان صفت انسان آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے تو اُس شخص کا اپنا منہ گندہ ہوتا ہے اسی طرح جیسے اگر کوئی سورج اور چاند پر تھوکنا چاہے تاکہ سورج یا چاند کی خوبصورتی اور روشنی ضائع ہو جائے تو اس کے تھوک اُس کے چہرے پر واپس پڑ یگی اور اس کا اپنا ہی منہ گندہ ہوگا۔ اسی طرح آپ ﷺ کی عظمت کو دنیا کی کوئی طاقت نقصان نہیں

پہنچا سکتی بلکہ اس شخص کی گندگی اور غلاظت دنیا پر ظاہر ہو جاتی ہے جو آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

میں اپنے بچّوں شاہ فیصل، حُذیفہ اور حمزہ کا بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے میری اس کاوش میں بھرپور ساتھ دیا اور اس کتاب کی تدوین میں میری کافی مدد فرمائی۔

اسکے علاوہ ان پروفیسر صاحبان کا بھی بے حد مشکور ہوں جنہوں نے میری رہنمائی فرمائی اور اس کتاب میں مدد کی۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین

پروفیسر ڈاکٹر سلیم الرحمان صاحب جو اسلامیہ کالج یونیورسٹی میں اسلامیات ڈیپارٹمنٹ کے چیئرمین ہیں اُنہوں نے مصروفیات کے باوجود بڑی دلچسپی سے اس کتاب میں میری رہنمائی کی۔ اور غلطیوں کا ادراک کیا۔ اللہ تعالیٰ پروفیسر ڈاکٹر سلیم الرحمان صاحب کی عمر دراز کریں اور اللہ تعالیٰ اُس کی یہ کاوش قبول فرمائے۔ آمین۔

ناظرین سے التماس ہے کہ اس سلسلے میری معاونت آپ کی ثوابِ دارین کے لئے اہمیت کا حامل ہے اگر کوئی مزید اور مستند اقوال بھیج کر اس میں اپنا حصّہ ڈالیں اور اگر کہیں بندہ ناچیز سے غلطی سرزد ہوئی ہو تو بھی مطلع فرمائیں تاکہ بروقت غلطیوں کی تدارک ہو سکے۔

اسکے علاوہ اگر کوئی اخلاص کے ساتھ اس کتاب کو فرنچ، جرمن یا دنیا کی دوسری اہم زبان میں ترجمہ کر سکتے ہیں تو اسکے لئے درخواست گزار ہوں تاکہ پوری دنیا کی انسانیت کو اس حقیقت کا علم ہو سکے۔

تمام مسلمانوں اور دنیا کے تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والوں سے گزارش ہے کہ جہنم سے بچنے، شرمندگی سے بچنے اور عزت کی چوٹیوں پر پہنچنے کا واحد راستہ محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان ہے۔ اور اس کامل نبیؐ کے پیچھے چل کر منزل ملتی ہے۔ انبیاؤں کی شریعت منسوخ اور محمد ﷺ کی شریعت اور لا الہ الاّ اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ میں ہی دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔

گستاخانِ رسول سن لیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی گستاخی پر ناراض ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنے کلام میں فرمایا ہے ''لا ترفعو اصواتکم فوق صوت النبی'' میرے نبیؐ کے سامنے آواز بلند مت کرو۔ یہ آیت ادب سکھا رہا ہے۔ اور دوسری آیت میں **لا تجعلو دعأ الرسول بینکم کدعأ بعضکم بعضا.** میرے نبیؐ کو اس کے نام سے مت پکارا کرو۔ یاد رکھو 'محمدؐ' پکارنا بے ادبی ہے۔

بحر و بر، عرش و فرش، نباتات، جمادات، حیوانات، کائنات کا ہر زرہ جانتا ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسولؐ ہیں۔ نبیوں کے نبیؐ، جنات کے نبیؐ، عرش و فرش میں آپ ﷺ کی نبوت کی صدا۔ آپ ﷺ آخری نبی ہیں، آپ سب سے اعلیٰ ہیں، آپ سب سے برتر ہیں اور سارے نبیوں کے اخلاق لے کر آئے ہیں، رہبر بن کر آئے، ہادی بن کر آئے، نجات دہندہ بن کر جہنم سے نکالنے والے، جنت کی راہ دکھانے والے، سخاوت سکھانے والے، تقویٰ سکھانے والے، توکّل سکھانے والے، عبادت سکھانے والے، محبت و الفت سکھانے والے، معاف کرنے والے، اخلاق والے۔

حضرت محمد ﷺ وہ کامل، وہ اکمل، وہ اطہر، وہ اعلیٰ، وہ ارفع، وہ برتر زندگی لے کر آئے جن پر نبیوں کے شریعتیں منسوح ہو چکی ہیں۔ ایسے نبیؐ جن کا اللہ تعالیٰ خود صفات بیان فرما رہے ہیں جس کی عکاسی علامہ اقبال کے اس شعر سے ہوتی ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

رسول ﷺ کے نور کے سامنے سورج بھی اندھا ہو جائے نظر نہ آئے اور جن کے دل کا ایسا روشن چراغ ہو کہ عرش کی روشنیاں بھی اس دل کی روشنیوں سے ماند پڑ جائیں۔ آپ ﷺ کی اتنی کامل نظر اور علم تھا کہ مسجد نبویؐ میں بیٹھ کر انہی آنکھوں سے جنت بھی دیکھ لیا اور جہنم بھی۔ ایسے عظمت والے نبی ﷺ جن کی آنکھوں سے عرش تک نظر رہی ہے۔

آپ ﷺ نے خود فرمایا ''جئتکم بخیر الدنیا و الآخرۃ'' تمہاری دنیا بھی بنانے آیا ہوں اور آخرت بھی۔

عزت کے خزانے، دولت کے خزانے، کامیابی کے خزانے، بلندیوں کے خزانے، محبتوں کے خزانے، رفعتوں کے خزانے، برکتوں کے خزانے اور ان سب خزانوں کی کنجیاں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمائی۔ دنیا کے تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والے سن لیں کہ آپ ﷺ کے احکامات پر چلنے والے عزت دار و کامیاب اور نہ چلنے والا ناکام۔ حتیٰ کہ تمام خزانوں کی کنجیاں آپ ﷺ کے پاس ہیں، جنت کا دروازہ بھی کھلے گا نہیں جب تک ہمارے پیارے نبی ﷺ داخل نہ ہو جائیں۔ سارے نبیوں پر جنت حرام ہے جب تک محمد ﷺ داخل نہ ہو جائیں اور ساری اُمتوں پر جنت حرام ہے جب تک محمد ﷺ کی اُمت نہ اس میں داخل نہ ہو۔

اِس کتاب کا پہلا حصہ الحمد للہ مکمل ہو چکا ہے۔ تو قارئین سے گزارش ہے۔ کہ اگر کہیں اِس کتاب میں غلطی ہو۔ تو مؤدبانہ التماس ہے کہ مندرجہ ذیل نمبر یا ای میل پر اطلاع ضرور دیا کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح ممکن ہو سکے۔ جس کے لئے میں آپ کا بے حد مشکور رہوں گا اور دوسری گزارش یہ ہے کہ کتاب ھٰذا کا سلسلہ جاری رکھوں گا پہلا حصہ تیار ہو چکا ہے دوسرا حصہ تیار ہو رہا ہے۔ اور تیسرا حصہ بھی جاری رکھونگا اور اسی طرح چوتھا اور پانچواں حصہ جاری رکھوں گا۔ جب تک میری زندگی ہے۔ انشاءاللہ۔ یہ سلسلہ جاری رہیگا۔

تو خواہش مند حضرات مندرجہ ذیل نمبر نوٹ فرمالیں۔ اور اس مذکورہ موضوع پہ جتنا مواد مل سکے تو مجھے مندرجہ ذیل ای میل پر بھیج دیا کریں یا موبائل پر مجھے اطلاع دیا کریں۔ تو ساتھ اپنا نام اور موبائل نمبر لکھنا نہ بھولئے۔ اور اپنے تاثرات بھی ارسال فرمائیں۔ تاکہ غیروں کا مقابلہ قلم کے ذریعے کیا جا سکے۔

تیسری گزارش جو میں خاص طور مستدعی ہوں۔ کہ اگر اس کتاب کو کوئی دوسری زبانوں میں بھی ٹرانسلیٹ

کرنے کی کوشش کریں گے۔تو بے شک ضرور اُس کتاب کو دوسری زبانوں میں ترجمہ کر دیجئے۔تاکہ یہ حقیقت اُن غیروں پر بھی عیاں ہو سکے جو اس ہدایت اور حقیقت سے بے خبر ہیں۔یہ ایک نیک مقصد ہے لہٰذا اس میں اپنا حصہ ضرور ڈالیں۔ شکریہ۔

محمد ﷺ کی عظمت اور رسالت کی یہ ناچیز خدمت اس احساس کے ساتھ پیش کر رہا ہوں کہ اس بے مثال موضوع کی خدمت کے لئے جس علم اور تقویٰ کی ضرورت ہے میں اُس سے تہی دامن ہوں۔

الحمدللہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے وہ جس ذرّہ بے مقدار سے جو کام لینا چاہتا ہے لے لیتا ہے۔لہٰذا یہ تمام خدمت صرف اُسی کی توفیق سے ہے۔ اُسی مالکِ کریم کی بارگاہ میں یہ التجا ہے کہ وہ اس خدمت کو اپنے فضل وکرم سے قبول فرما کر اُسے تمام انسانیت کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنادے اور راقم کے لئے آخرت کا ذخیرہ بنادے۔آمین

آپ کے لئے دعا گو، آپ کا خیراندیش

نورالامین اخونزادہ (ایڈوکیٹ) مردان

گاؤں اسماعیلہ ضلع صوابی

تمام کائنات کے منکرین کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم اور چیلنج

وان كنتم فى ريبٍ ممّا نزلنا علىٰ عبدنا فاتو بسورة من مثله وادعوا شُهدآءَ كم من دون الله ان كنتم صٰدقين ط. فان لَّم تفعلوا و لن تفعلوا فا تّقو النّار الَّتى و قود ها ا لناس والحجارة ُ اُعدَّت للكٰفرين.

ترجمہ:۔ اور اگر تم شک میں ہو اُس کلام سے جو ہم نے اُتارا ہے اپنے بندہ پر۔ تو لے آؤ ایک سورۃ اس جیسی۔ اور بلاؤ اس کو جو تمہارا مددگار ہو اللہ تعالیٰ کے سِوا۔ اگر تم سچّے ہو۔ پھر اگر ایسا نہ کر سکو اور ہر گز نہ کر سکو گے تو پھر بچو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ تیار کی ہوئی ہے کافروں کے واسطے۔

سورۃ بقرہ (آیت ۲۲۔۲۳)

God's challenge and order for non-believer of Whole universe

If you are in doubt of what We have revealed to Our Prophet , produce one verse comparable to it. Call upon your helpers besides God to assist you, if what you say be true, But if you fail, as you are sure to fail, then guard yourselves against the fire whose fuel is men and stone prepared for the unbelievers.

مومنوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری

Good News of God for believer of whole Universe

و بشر الذین اٰمنوا و عملوا ا لصّٰلحٰت اَنَّ لھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰر. کلّما رزقوا منھا من ثمرۃٍ رزقاً قالوا ھٰذاالّذی رزقنا من قبل و اُتُو بہ متشابھا. و لھم فیھا ازواج مطھرۃ و ھم فیھا خلدون.

ترجمہ:۔ اورخوشخبری دے اُن لوگوں کوجوایمان لائے اوراچھے کام کئے کہ اُن کے واسطے باغ ہیں کہ بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں۔ جب ملے گا اُن کو وہاں کا کوئی پھل کھانے کو ۔ تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جوملا تھا ہم کواس سے پہلے۔ اوردیے جائیں گے اُن کو پھل ایک صورت کے۔ اوراُن کے لئے وہاں عورتیں ہونگی پاکیزہ۔اوروہیں ہمیشہ رہیں گے۔

Proclaim good tidings to those who have faith and do good works. They shall dwell in gardens watered by running streams: whenever they are given fruit to eat they will say; This is what we were given before, for they shall be given the like. Therein they will have pure spouses, and shall abide there forever.

مومنوں کے لیے دوسری خوشخبری

یکفی بنا فضلاً علی غیرنا
حب النبی محمدؐ ایانا

ترجمہ: ہمیں غیروں پر صرف یہی فضیلت کافی ہے

کہ ہمارے دل حب نبیؐ سے پُر ہیں۔

تفسیر ابن کثیر

مسلمانوں کے لئے تیسری خوشخبری

درود پاک کی برکت

ایک مرتبہ کسی سوداگر کا بحری جہاز سمندر میں جا رہا تھا۔اس میں ایک آدمی روزانہ درود پاک پڑھا کرتا تھا ایک دن وہ درود پاک پڑھ رہا تھا اور دیکھا کہ ایک مچھلی جہاز کے ساتھ آ رہی ہے جو درود پاک سن رہی ہے۔ بعد میں وہ مچھلی اتفاق سے شکاری کے جال میں پھنس گئی۔شکاری اُس کو پکڑ کر بازار میں فروحت کرنے کے لئے لے گیا جو کہ ایک صحابیؓ نے خرید لی کہ حضور اکرم ﷺ کی دعوت کروں گا۔

وہ مچھلی لے کر گھر گئے اور بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ اس کو اچھی طرح بنا کر پکاؤ۔اُس نے مچھلی کو ہنڈیا میں ڈال کر چولہے پر رکھ دی، مگر مچھلی کا پکنا تو درکنار آگ بھی نہ جلی۔جب آگ جلاتے تو بجھ جاتی۔

ہار تھک کر صحابی دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر ماجرا عرض کیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا ’’دنیا کی آگ کیا اسے تو دوزح کی آگ بھی نہیں جلا سکتی کیونکہ جہاز پر سوار ایک آدمی درود پاک پڑھ رہا تھا اور یہ سنتی رہتی تھی۔‘‘

مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم

ان اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی ط یایھاالذین اٰمنو صلّو علیہ و سلّمو تسلیما..

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اوراُس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسولؐ پر۔ اے ایمان والو۔ رحمت بھیجواُس پر اورسلام بھیجو، سلام کہہ کر۔

فضائل: درُود پاک ایک انمول نعمت ہے۔ جس کی فضیلت بے پناہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے ارشادات عالیہ حسب ذیل ہیں جن میں درُود پاک کے ان گنت فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

حدیث ۱: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جس نے مجھ پر ایک بار درُود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے۔ اوراس کے دس گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اوراس کے درجات بلند کردیتا ہے۔ (نسائی شریف)

حدیث ۲: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ قیامت کے روز وہ شخص میرے سب سے قریب ہوگا جس نے مجھ پر اکثر درُود پاک پڑھا ہوگا (ترمذی شریف)

محمدؐ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما قال: اَوحی اللّٰہ اِلی عیسی علیہ السلام.

"یا عیسیٰ ! اٰمن محمدؐو أمر من ادرکہ من امتک ان تؤمنوا بہ فلو لا محمد ما خلقت آدم و لو لا محمدؐ ما خلقت الجنّۃ و لا النّار ، و لقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیہ لا الٰہ الّاالله محمد رسول الله فسکن"

(اخرجه الحاکم فی المستدرک ۲ ۶۷۱ الرقم ۴۲۲۷)

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی:

''اے عیسیٰؑ ! حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آؤ اور اپنی امت کو بھی حکم دو کہ (جو بھی ان کا زمانہ پائے تو ضرور) ان پر ایمان لائے۔ (جان لو!) اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں حضرت آدم علیہ السلام کو بھی پیدا نہ کرتا۔ اگر محمد مصطفیٰ ﷺ نہ ہوتے تو میں نہ جنت پیدا کرتا اور نہ دوزخ، جب میں نے پانی پر عرش بنایا تو اس میں لرزش پیدا ہوگئی۔ لہٰذا میں نے اس پر " **لا الٰہ الااللہ محمد رسول اللہ** " لکھ دیا تو وہ ٹھہر گیا۔

ن . والقلم و ما یسطرون. ما انت بنعمت ربک بمجنون. و ان لک لاجراً غیر ممنون. و انک لعلی خلقٍ عظیم.

ترجمہ: ن۔ قسم ہے قلم کی اور اس کے لکھنے کی۔ کہ آپ اپنے رب کی نعمت سے ہرگز دیوانہ نہیں۔ اور بے شک تمہارے لیے یقیناً ایسا اجر ہے جو منقطع ہونے والا نہیں۔ اور یقیناً آپ کے اخلاق بڑے اونچے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں محمد ﷺ کی قربت

حضرت محمد ﷺ کو زمین سے عرش تک پہنچایا۔ سارے پردے ہٹا کر سامنے کھڑا فرمایا۔

یا حبیبی یا محمدؐ

اے میرے حبیب ﷺ، اے میرے محمد ﷺ، میرے قریب ہو جا اتنا قریب کیا کہ زمین سے عرش تک، فرش سے عرش تک، جنت کی چابی ہاتھ میں دی، نبیوں کا سردار بنایا، نبیوں کا امام بنایا، اپنا علَم ہاتھ میں پکڑا یا، سارے انبیاء کا امام بنایا۔

جنت سارے نبیوں پر حرام جب تک محمد ﷺ کا قدم نہ پڑے اور ساری اُمتوں پر جنت حرام جب تک محمد مصطفیٰ ﷺ کی اُمت داخل نہ ہو۔

نبیؐ کے درجات اور نبیؐ کی اُمت کے درجات

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ارشاد فرمایا یاداؤد انا جعلنٰك خليفه فى الارض لا تتبع الهوىٰ اے داؤد تو بادشاہ ہے خواہش کے تابع ہو کر نہ چلنا۔

اور اپنے حبیب ﷺ کی اللہ تعالیٰ نے صفائی پیش کی۔ **والنجم اذا هوىٰ ما ضلّ صاحبكم و ما غوىٰ و ما ينطق عن الهوىٰ**

مجھے قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے کہ میرا نبیؑ تو خواہش کا بول بھی نہیں بولتا ہے اور نہ خواہش کے تابع ہو کر چلتا ہے۔

آپ ﷺ کی نبوت پر بیجان چیزوں کی گواہی

پتھر کے پاس آپ ﷺ بیٹھے ہیں، پتھر بول اُٹھا ۔**السلام علیک یا رسول اللہ**(ﷺ)

ابو جہل آئے ہاتھ میں کنکریاں چُھپائی تھی ،آپ ﷺ سے پوچھا کہ میں ایمان لاتا ہوں اگر آپ ؐ نے بتایا کہ میرے مٹھی میں کیا ہے۔آپ ؐ نے فرمایا آپکے مٹھی میں چھپے کنکریاں میرے نبوت کی گواہی دیگی۔

ابو جہل کے مٹھی سے آواز آنے لگی **الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ** (ﷺ)

آپ ﷺ کا پسینہ بمثل مشک

گرمی کا موسم تھا آپ ﷺ کے جسم مبارک سے پسینہ بہہ رہا تھا اُم سلیم نے پسینے کے نیچے شیشے کی بوتل رکھی تو پسینہ اُس میں گرتا رہا اور کافی سارا اکٹھا ہوگیا۔آپ ؐ کی آنکھ کھل گئی، پوچھا کیا کررہی ہو، کہا یارسول اللہ ﷺ یہ آپ کا پسینہ مشک کی طرح مہک رہا ہے۔

ایسے پاکیزہ انسان جن کا پسینہ مہک رہا ہو تو گستاخانِ رسول ؐ کو اندازہ ہونا چاہیئے کہ خود وہ کتنے گندے ہیں اِن گستاخان کا باطن کتنا گندا ہے کہ ایسی عظیم ہستی کی گستاخی کر کے اپنا منہ کالا کر رہے ہیں۔

میں ایک بار پھر مسلمانوں کو مبارکباد دیتا ہوں۔ کہ الحمدللہ!! ہمارا باطن کتنا خوبصورت اور ہمارے سینے کتنے روشن ۔ یہی تو وہ روشنی ہے جس سے ہمارے سینے پُرنور ہیں جو آپ ﷺ کے ساتھ محبت کی صورت میں ہمیشہ چمکتی رہتی ہے۔

اوران گستاخانِ رسول ؐ کی سینے اندھیروں سے بھرے ہوئے ہیں جو آپ ﷺ کے ساتھ نفرت کی صورت میں نکل رہی ہے۔

اورآگے یہ بھی میری اِس تحریر میں معلوم ہوگا کہ یہی لوگ جو آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں وہ ایک ناجائز باپ کی پیداوار ہیں۔

معراج کا واقعہ اور آپ ﷺ کی نبوت و عظمت کی دلیل

موسیٰ ؑ نے اللہ تعالیٰ سے فرمایا " یا اللہ! میں آپکا دیدار کرنا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا۔ بہر حال دوبارہ موسیٰ ؑ نے درخواست کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی۔ اور یہ دیکھتے ہی موسیٰ ؑ بے ہوش ہو گئے اور چالیس دن تک ہوش نہیں آیا۔

دوسری طرف بیت المقدس سے آپ ﷺ کو پہلے قدم میں ہی آسمانوں پر پہنچادیا اور دروازے کھول دیئے گئے۔ پہلے آسمان پر حضرت آدمؑ نے استقبال کیا۔ دوسرے آسمان پر فرشتوں نے جبرائیل ؑ سے پوچھا ساتھ کون ہے۔ جبرائیل ؑ نے فرمایا محمد ﷺ "نبیوں کے سردار" ہیں۔ دروازے کھلتے گئے۔ دوسرے آسمان پر زکریاؑ اور عیسیٰ ؑ نے استقبال کیا۔ اسی طرح تیسرے آسمان پر یوسفؑ نے استقبال کیا۔ اور چوتھے آسمان پر ادریس ؑ نے استقبال کیا۔ پانچویں آسمان پر ہارونؑ نے استقبال کیا۔ چھٹے آسمان پر موسیٰ ؑ نے استقبال کیا۔ اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے استقبال فرمایا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت محمد ﷺ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے۔ تو جبرائیل ؑ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ (ﷺ) اِس سے آگے میں نہیں جا سکتا۔ اور اِس سے پہلے آج تک کوئی گیا بھی نہیں۔ جو جائیگا جل کر راکھ ہو جائے گا۔ ابھی آپ ﷺ جانیں اور آپؐ کا رب۔

عرش کے دروازے کھل گئے، عرش کے اُوپر "ستر ہزار" نور کے پردے تھے وہ سارے کے سارے ہٹ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ خود سامنے آ کر مسکرا کر اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ پر سلام اِس الفاظ میں پیش کیا۔

السلام علیک ایھا النبیؐ و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

تیرا رب تجھے سلام پیش کرتا ہے

ایسے نبیؐ جو سارے تجلیات کو ہضم کرتا چلا جاتا ہے۔ تو اے نبیؐ کے نافرمانوں کہاں بھٹک گئے ہو کیسی ہلاکت ہو گئی تم کو۔ کیسے اندھے ہو گئے ہو۔ اور ذلت اور رسوائی لینے والے۔ کتنی بدبختی اور ہدایت سے محرومی، اپنے ہی ہلاکت کے پیچھے پڑ گئے، اپنی ہی بربادی تلاش کی۔

غیر فطری مغربی تہذیب

اِس وقت پانچ ارب نفوس پر مشتمل دنیا میں تقریباً چار ارب کفر و شرک کی ظلمتوں میں بھٹکے ہوئے مارے پھر رہے ہیں اِنہیں چاہئے کہ وہ آفتابِ رسالت کی جلوہ ریزیوں سے مستفید ہوں۔

یہ مغرب کی ننگی تہذیب ہے کہ جس نے پہاڑوں میں رہنے والی عورتوں کو بے پردگی سکھا دی ہے۔ مغرب میں ہمیشہ سورج ڈوب جاتا ہے کوئی چیز مغرب سے اُبھرتی نہیں۔ مغرب ڈوبنے کی جگہ ہے۔ اور مشرق اُبھرنے کی جگہ ہے، روشنیاں مشرق سے اُبھرتی ہیں اور اندھیرے مغرب سے آتے ہیں، مغرب سے اندھیرے بلند ہوتے ہیں اور مشرق سے نور بلند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نظام بھی بتا رہا ہے۔ کہ مغرب اندھیروں کی جگہ ہے اور مشرق روشنیوں کی جگہ ہے۔ ہمارا قبلہ بھی مشرق کے درمیان میں ہے یعنی مشرق وسطی جو کہ السعودیہ اور اس کے قریبی ممالک کو کہا جاتا ہے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ بھی مشرق میں ہے۔

محمد ﷺ کے صفاتِ عالیہ
آپ ﷺ کے پیدائش کے واقعات

ایسے عظیم نبیؐ جن کی پیدائش پر زمین پر کھڑے بت منہ کے بل گر پڑے۔

کسریٰ کے محل کی ہزار سال سے جلنے والی آگ بجھ گئی۔

بیت اللہ کے بُت اور سارے دُنیا کے بُت زمین پر جا گرے۔

اماں آمنہ بی بی نے ساری کائنات دیکھی، شرق و غرب کی۔ حیراں ہوئی۔

یہ بچہ کیسا ہے۔ گود میں لیا، دیکھ رہی ہے حیرت سے کہ ایک دم بادل چھا گئے اور اس بادل کے اندر آپ ﷺ چھپ گئے۔ حضرت آمنہ بی بی کو یوں لگا کہ بچہ گود میں نہیں، بادل سے آواز آئی

"طوفو به مشارق ا لارض و مغاربها. لیعر فو با سمه و نعمته و صو رته"

اس بچے کو مشرق اور مغرب کا چکر لگواؤ تا کہ سارا عالم جان لے کہ کون ہے کیا شخصیت ہے۔

اسے آدمؑ کے اخلاق دو

شیثؑ کی معرفت دو

نوحؑ کی دلیری دو

اِبراہیمؑ کی دوستی دو

اِسماعیلؑ کی قربانی دو

صالحؑ کی فصاحت دو

لوطؑ کی حکمت دو

اسحاقؑ کی رضا دو

یعقوبؑ کی بشارت دو

یوسفؑ کا حسن دو

موسیٰؑ کی شدت دو

یوشعؑ کا جہاد دو

دانیالؑ کا محبت دو

الیاسؑ کا وقار دو

ایوبؑ کا دل دو

داؤدؑ کی شیرین زبان دو

یونسؑ کی اطاعت دو

یحییٰؑ کی پاکدامنی دو

عیسیٰؑ کا زہد دو

اور تمام انبیاء کے اخلاق اس بچے کے اندر سجا دو

ایسا پاک نبیؑ سوا لاکھ نبیوں کی صفتیں جسے پیدا ہوتے ہی ملیں

اے انسانوں! اے گندی کیچڑ کے دل رکھنے والوں!! محمدﷺ کی عظمت کو ذرا بھی نہ گھٹا سکو گے بلکہ اپنے ہی ظاہر اور باطن کالا کر لو گے ایسے ہی جیسے سورج کی کرنوں پر تھوک تھوک کر اپنی ہی ظاہر اور باطن گندہ کرنا۔ غضب کے مستحق ہو کر گمراہی پر چل پڑے۔

جو آپﷺ کے رسالت پر ایمان لائے پاکیزہ ہو گئے، عزت کی چوٹیوں پر فائز ہو گئے، ہدایت پا گئے، دنیا اور آخرت بنا دی گئی، اُونچے درجوں کے مالک بن گئے۔

محترم مولانا طارق جمیل صاحب (رہنمائے تبلیغی جماعت)

انقلابِ نبویؐ

آپﷺ کی کامل زندگی کی ہر چیز واضح ہے روشنیوں کی طرح، آپﷺ اپنی ذات میں سب سے بلند، آپﷺ حسب ونسب میں زیادہ بلند، حضرت محمدﷺ کی مبارک زندگی کے علاوہ کہیں بھی جائے پناہ نہیں، آپﷺ کی زندگی روشنی ہے۔

آپﷺ تمام شعبوں میں **انقلاب** لائے۔ یہاں انقلاب کا لفظ استعمال کیا گیا لہٰذا اس کی وضاحت ضروری ہے۔ انقلاب کے لفظی معنی ہیں ''تبدیلی''۔ جو کہ آج کل اسے ہر جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔ علمی انقلاب، ثقافتی انقلاب، فوجی انقلاب وغیرہ، جو کہ سراسر غلط ہے۔

کسی معاشرے کے سیاسی نظام، سماجی نظام یا معاشی نظام میں کسی ایک شعبہ میں تبدیلی لانے کو انقلاب کہتے ہیں جو کہ نبی کریمﷺ مذکورہ تینوں شعبوں میں تبدیلیاں لا کر تاریخ انسانی کا عظیم ترین

انقلاب برپا کردیا۔ کیونکہ دنیا میں جتنے بھی انقلابات آئے وہ اجتماعی زندگی کے تینوں گوشوں میں صرف کسی ایک شعبے میں تبدیلی یا انقلاب لائے۔ اسی طرح اسکا آئیڈیا دینے والے کوئی اور لوگ تھے اور اس کو عملی جامہ پہنانے والے دوسرے لوگ۔

انقلاب محمدی ﷺ وہ **واحد انقلاب** ہے۔ جس کے تمام مراحل نبی کریم ﷺ کی حیات دنیوی میں ہی مکمل ہوئے۔ نبی کریم ﷺ مکہ کی گلیوں میں تبلیغ کرتے رہے اور محمد ﷺ بذاتِ خود میدان بدر میں فوج کی کمان سنبھالے ہوئے ہیں۔ یعنی انقلابی دعوت کا آغاز بھی آپ ﷺ فرما رہے ہیں اور اسے آخری منزل پر بھی بذاتِ خود پہنچا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ۲۳ سال میں اول سے آخر تک تمام مراحلِ **انقلاب** مکمل فرمائے۔ آج کے دورِ جدید میں اجتماعیات، سوشیالوجی یا پولیٹیکل سائنس کا کوئی طالب علم پوری دیانتداری سے اسلامی انقلاب یا ایک کامل انقلاب کا صحیح طریقہ اخذ کرنا چاہے تو اسے مارکس، لینن یا والٹئیر سے نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کی سیرت سے مکمل راہنمائی مل سکتی ہے۔

اور آپ ﷺ کے انقلابات دنیا بھر کی انقلابات کی طرح نہیں جو خون کی ندیاں عبور کر کے یا لاشوں کے انبار طے کر کے برپا ہوئے جس طرح انقلابِ فرانس میں ٦٦ لاکھ افراد مارے گئے یا انقلابِ روس نے ۳۳ لاکھ انسانوں کی جان لے لی۔ بلکہ آپ ﷺ کی عظیم تر اسلامی انقلاب خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر مکمل ہو گیا۔

بقول علامہ اقبال:

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ھے لیکن یہ خوف

ھو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں

اور پھر آپ ﷺ کا یہی **انقلاب** صرف عرب تک نہیں بلکہ ساری دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ اُنہوں نے دنیا کو ایسا انقلابی نظام دیا کہ اگر اس پر مخلصانہ طور پر عمل کیا جائے تو ساری دنیا امن و سلامتی اور بھائی چارے کی بنا پر جنت بن جائے۔ حضور ﷺ نے اپنی انقلابی تعلیمات کی بدولت سرکشوں کو مطیع

فرمان کر دیا۔انہوں نے جسموں پر نہیں بلکہ دلوں پر حکمرانی کی ۔وہ کفار اور مشرکین جو ۲ھ کو میدان بدر میں آپ ﷺ کو بزعم خود مٹانے آئے تھے ۸ھ کو فتح مکہ کے موقع پر مجرم بن کر کھڑے تھے۔آنحضور ﷺ نے خون کی ایک بوند بہائے بغیر ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا۔فتح مکہ عظیم انقلابی فتح تھی ۔جو آپ ﷺ کے تدبر اور حکمت کی اعلیٰ دلیل ہے۔ آپ ﷺ اپنے ساتھیوں سمیت جب مدینہ منورہ آئے تو اخوت کے عظیم تر فلسفہ کے تحت مہاجر اور مقامی سب بھائی بھائی بن گئے ،صدیوں کے خون معاف ہو گئے ۔عرفان وعلم ،اخوت ومحبت ،عدل وانصاف کا دور دورہ ہونا معمولی کامیابی نہیں ہے یہ آنحضور ﷺ کی عظیم شخصیت ،تعلیمات اور کردار ہی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے عرب معاشرے کی ہر سطح پر کامیاب انقلاب برپا کر دیا۔محکوم حاکم بن گئے غلام آزاد ہو گئے۔ لونڈیاں باعزت بیگمات بن گئیں۔عورتوں کو اُن کے حقوق مل گئے۔

وہ عورت جو خاندان بھر کے لئے ذلت ونحوست کا درجہ رکھتی تھی اب آپ ﷺ کے رحم وکرم اور عدل وانصاف کی بدولت مردوں کے برابر حقوق حاصل کر گئی۔

انسانی حقوق کے بڑے جنیوا کنونشن اور اقوام متحدہ کا ہیومن رائٹس چارٹر،آپ ﷺ کے آخری خطبے کا چربہ ہیں۔

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا لٹے قدم
تیری انگلی اُٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

محمدؐ کے صفاتِ عالیہ

آنحضورﷺ کے محاسن ومناقب گنواتے ہوئے اگر صبح سے شام ہو جائے اور شام سے صبح، تمام سمندروں کے پانی کو سیاہی اور تمام درختوں کی شاخوں کو قلم بنا دیا جائے تو یہ سب سکڑ جائے لیکن پھر بھی آپﷺ کی مدح کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

ہوگئیں زندگیاں ختم اور قلم ٹوٹ گئے

ترے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

حضور نبی کریمﷺ تاجدارِ عرب وعجم، فخر موجودات، سرور کائناتﷺ تاریخ عالم کی وہ عظیم الشان ہستی ہیں جن کی مثال کرہ ارض پر کہیں نہیں ملتی۔ آپﷺ کی شخصیت اس قدر جامع، مکمل، ارفع، اعلیٰ، منزہ، مقدس، محترم اور مکرم ہے کہ اس کی مدح وستائش سے قلم عاجز، ذہن عاری اور زبان گنگ ہے۔

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا

کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا

کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا درّ یتیم

اور غلاموں کو زمانہ بھر کا مولا کر دیا

آپﷺ جب دنیا تشریف لائے تو ارض و سما میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی بطحا کی وادیوں میں بہار آگئی۔ کیونکہ سرکار سردار الساکنین جنت ہیں۔ حوض کوثر سے شراب طہوریٰ چھلکنے لگی۔ کہ ساقی کوثر آگئے ہیں۔ آسمان نے کہا مجھے میرا احد مل گیا زمین نے کہا کہ مجھے میرا لحد مل گیا۔ مسجد نے کہا مجھے میرا مینارہ مل گیا بی بی حلیمہ نے کہا مجھے رج دلارا مل گیا بی بی آمنہ نے کہا مجھے آنکھوں کا تارہ مل گیا حضرت عبدالمطلب نے کہا مجھے میرے بڑھاپے کا سہارا مل گیا۔ ذروں نے کہا ہمیں ستارہ مل گیا۔ غار حرا نے کہا مجھے آج ساکن مل گیا۔

رحمت للعالمینؐ تمام کائنات کیلئے رحمت

آپ ﷺ کی نبوت کا چاند چمکا تو باطل کے اندھیرے چھٹ گئے سرور کے لئے نماز مل گیا جبین کو سجدہ مل گیا بے قراروں کو قرار مل گیا۔ بے سہاروں کو سہارا مل گیا۔ عاشقوں کو محبوب مل گیا۔ بے صبروں کو صبر مل گیا۔ اندھیروں کو اُجالا مل گیا۔ عاصیوں کو اکرام مل گیا۔ متقیوں کو انعام مل گیا۔ تمام انبیاءؑ کو امام مل گیا۔ اُمت کو شریعت مل گئی انسانوں کو رحمت کا سایہ مل گیا۔ سخیوں کو سخاوت مل گئی۔ شہیدوں کو شہادت مل گئی۔ عابدوں کو عبادت مل گئی۔ قاضیوں کو عدالت مل گئی۔ ولیوں کو ولایت مل گئی۔ مظلوموں کو حمایت مل گئی اور غلاموں کو حکومت مل گئی بے نواؤں کو نوا مل گیا۔ کمزوروں کو طاقت مل گئی اور غلاموں کو حکومت مل گئی۔

آپ ﷺ ختم نبوت کی تنویر لائے۔ لوح وقلم کی تحریر لائے۔ رحمتوں کی تدبیر لائے۔ قرآن کی تفسیر لائے، آپ ﷺ نے چاند کو اشارے سے دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا۔ سورج کو الٹا پھرا دیا۔ ناممکن کو ممکن بنا دیا، لعابِ دہن سے لا علاج مریضوں کا علاج کرایا۔

تری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تری انگلی اُٹھ گئی مہ کا کلیجہ چِر گیا

آپ شاہ عرب۔ آپ میر عجم یا حبیب خُدا یا حبیب خُدا
آپؐ خیر البشر۔ آپ خیر الامم۔ یا حبیب خُدا یا حبیب خُدا
آپؐ شیریں سخن، آپؐ غنچہ دہن، آپؐ سیمیں بدن، آپؐ رنگِ چمن
آپؐ باد صبا۔ آپؐ ابر کرم۔ یا حبیب خُدا یا حبیب خُدا

محمد ﷺ بھٹکوں کیلئے رہنماء کامل

آج لوگ عیسائیت اور یہودیت کے بے جان مذاہب سے گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھ رہے ہیں مگر انہیں کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا مغرب کا مستقبل اسلام کی دعوت ،حکمت اور جرأت سے وابستہ ہے۔ صرف اسلام ہی دنیا کا ایک واحد مذہب ہے جو روزمرہ کی زندگی میں ہمارا سچا رہنما ہے۔صرف اسلام ہی انصاف وانسانیت اور آزادی کا مذہب ہے۔اسلام کی سمندر میں ایسے موتی پنہاں ہیں جواب بھی سارے زمانے کی تاریکیوں کو روشنیوں سے بدل سکتے ہیں۔

اسلام ہی وہ دین رحمت ہے جو کمزور کے لئے طاقتور سہارا اور ہر غریب کا امیر دوست ہے۔اسلام روزمرہ زندگی میں اپنے پیروکاروں کی صاف ستھری اور روشن شاہراہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اگر دنیا اسلام کی نعمت کو قبول کرلے تو سرزمین ارضی امن وراحت کا لازوال نمونہ بن سکتی ہے۔ دکھوں اور بلاؤں میں گھرا ہوا یہ کرہ باغ جنت میں بدل سکتا ہے۔

اسلام ترقی اور عروج کی طرف لے جانے والا مذہب ہے۔اس لئے دنیا کو بھی عروج کی طرف جانا اور روشن ضمیر ہونا چاہیئے تا کہ وہ پاک صاف اور اعلیٰ کردار کی مالک ہو جائے

بھائی چارے اور اخوت کا نبیؐ

اسلام میں اخوت کا ایک ایسا نظام ہے جو مستحکم بنیادوں پر استوار ہے۔اسلام کا اقتصادی نظام نہ صرف روحانی پاکیزگی اور اخلاقی حسن ابھارتا ہے بلکہ معاشرے کو خوشحالی اور مادی ترقی کی انتہا سے بھی ہمکنار کرتا ہے۔

دنیا کو سر کی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ وہی بے سہارا یتیم عرب نے بھولی بھٹکی انسانیت کا سب سے بڑا سہارا بن گیا۔اور جہالت میں ڈوبے ہوئے بدّووں کو دنیا بھر کے لئے معلم اخلاق بنا دیا۔سورج اور

چاند تو ظاہری اندھیروں کو ختم کرتی ہے مگر رسول ﷺ کی تعلیمات وہ نور ہے جس سے دلوں کی ظلمتیں بھی دور کر دیں۔

آنحضور ﷺ نے مختصر وقت میں ایک ایسا نظام قائم کر دیا کہ اپنے تو اپنے، غیر بھی اس کے معترف ہیں کہ اس آسمان کے نیچے وہ ایک لاجواب اور بے مثال نظام ہے۔ حکومتوں کی عملداری صرف جسموں پر قائم ہوتی ہے۔ مگر قرآن کی بنیاد پر جو حکومت قائم ہوئی تھی وہ روحوں کی دنیا پر بھی نافذ ہوئی۔

قرآن ایک عظیم معجزہ

اعجاز قرآن یہی وہ پہلو تھا جسے دیکھ کر انگلستان کے مشہور مؤرخ گبٹن بے اختیار پکار اُٹھا۔

"قرآن کی نسبت بحر اطلانٹک سے لیکر دریائے گنگا نے مان لیا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی روح ہے۔ قانون کی اساس ہے اور صرف اُصول مذہب کیلئے بلکہ احکام تعزیرات کے لئے اور قوانین کے لئے بھی ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی شریعت سب پر حاوی ہے یہ شریعت ایسے دانش مندانہ اُصول اور اس قسم کے قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہاں میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی ہے۔

تمام شعبوں کیلئے عظیم رہنما

رسالت محمدی ﷺ کی امتیازی حیثیت کچھ یہیں تک محدود نہیں ہے۔ آپ ﷺ کا امتیاز یہ بھی ہے۔ کہ آپؐ کی زندگی تمام انسانی جماعتوں اور گروہوں کے لئے مثالی زندگی ہے۔ آپؐ بادشاہوں کے لئے نمونہ تھے۔ اور آپ ﷺ جرنیلوں کے لئے نمونہ ہے۔ آپؐ ججوں

کے لئے بھی نمونہ ہے۔شوہر، باپ اور بیٹوں اور بیٹیوں کے لئے بھی نمونہ ہیں۔تاجروں اور معلموں کے لئے بھی آپ ﷺ نمونہ ہیں۔اورزاہدوں کے لئے بھی آپؐ کی زندگی میں ہدایت ہے اور امیروں وغریبوں و درویشیوں کے لئے اسوہ کاملہ۔انسان کسی پیشہ اور کسی استعداد کا ہو۔بشرط یہ کہ وہ انسان ہوں حضور ﷺ کی پاک زندگی میں اُس کے لئے کامل رہنمائی پائی جاتی ہے۔

محمدؐ کے صحابہؓ عظیم ستارے

اس کمال راہنمائی کا اثر دیکھنا ہو تو صحابہ کی زندگی میں دیکھئے۔ یہاں بہترین سپہ سالار اور جرنیل اور حکمران و مدبّر بھی آپ کو مل جائیں گے۔ اورزاہد اور عابد ، فقیر، درویش متوکل علی اللہ افراد بھی، یہاں آپ کو علماءٔ وفضلا اور تجاراور ھر طبقہ سے تعلق رکھنے والی بہترین انسانی ہستیاں نظر آجائیں گی۔ ان ہستیوں کو دیکھئے اوراس کے بعد فیصلہ کیجئے کہ جب اس آفتاب کی کرنوں میں اتنی درخشندگی و تابندگی ہے تو پھر خود اس آفتاب کی نورانیت کا کیا عالم ہوگا۔

آپ ﷺ کی رہنمائی وہ واحد مینارۂ نور ہے۔جو آنے والے صدیوں میں انسان کے بے لنگر جہاز کو ساحل مراد کی طرف لے جانے کی واحد ضمانت ہوگا۔

محمد ﷺ کے لازوال صفات

حضور ﷺ کی حیات پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ لٹریچر کی ایک ندی رواں ہے۔ جو رُکتی نہیں۔ اور مسلسل رواں دواں ہے۔ نہایت غیرترقی یافتہ اور غیر مہذب انسانی گروہ ہوگا۔ جس نے عالم انسانی کی عظیم ترین اور ہرلحاظ سے تاریخی شخصیت کے عمل و کردار کو سمجھنے اورحسب استطاعت اس میں سے روشنی حاصل کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔

اور آپ ﷺ کی رہنمائی میں آخرت کے ختم نہ ہونے والے انعامات کے وعدے ہیں اور آخرت کے لامحدود خوشیاں اور کامیابیوں کے وعدے ہیں۔ آخرت کی خوشیوں کے سامنے دنیا کی خوشیاں ایک قطرہ بھی نہیں۔

آپؐ کی نافرمانی کرنے والوں کا انجام

اور جن لوگوں نے انکار کیا۔ ذلتوں، ہلاکتوں، رسوائیوں، ناکامیوں ، اور گمراہی کے اندھیروں میں مارے مارے بھٹک گئے۔ ہر محاذ پر شکستوں سے واسطہ پڑا۔ اور ذلت اور رسوائی کے سوا کچھ نہ ملا۔ اور آخرت کی نہ ختم ہونے والی ناکامیوں میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آخرت کی پریشانیاں اور تکلیفیں سمندر کی مانند ہے جس کے سامنے یہ دنیا کی پریشانیاں اور تکلیفیں ایک قطرہ بھی نہیں۔

محمد ﷺ خاتم النبین (آخری نبی)ؐ

حضور ﷺ سے پہلے جو بھی نبی آتا تھا وہ اپنے سے پہلے آنے والے نبی کی شریعت کے احکام کو منسوخ کر دیتا تھا۔ پھر آخر میں جو پیغمبر آئے۔ ان کا نام اور اسم گرامی محمدؐ بھی ہے اور احمد بھی ہے وہ خود فرماتے ہیں کہ میرا نام عاقب بھی ہے۔ یعنی میں تمام انبیاءً کے پیچھے آنے والا ہوں۔اب میرے بعد کوئی نیا نبیؑ نہیں آئے گا۔ میں نبی آخرالزمان اور خا تم النّبیین ہوں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے پہلے انبیاءً کسی ایک قوم یا خاندان یا دو قوم یا دو خاندانوں کی طرف آتے رہے۔ مثلاً شعیب علیہ السلام مدین ایکہ کے لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل اور قبطیوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔

و رسولاً الی بنی اسرائیل ۔ ان کو صرف بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا

گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو نینوا کی بستی میں جا کر تبلیغ کرنے کا حکم ہوا۔ حضرت لوط علیہ السلام کو حکم ہوا کہ سدوم کے شہر میں جا کر ڈیرہ جماؤ اور پھر سدوم، عمورا اور اردگرد کی دیگر بستیوں میں پہنچ کر اللہ کا پیغام سناؤ۔ انبیاً کی بعثت کا سلسلا جاری تھا اور مختلف انبیاً علیہم السلام کو مختلف علاقوں اور مختلف اقوام کی تبلیغ کے لئے بھیجا جا رہا تھا۔ اسی طرح ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ نے مختلف اقوامی رہنمائی کے لئے بھیجے گئے۔

لیکن جب آخر میں حضور خاتم النّبیین ﷺ کی باری آئی۔تو آپؐ کو حکم ہوا۔

قل یا ا یھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا.

آپؐ کہہ دیں کہ اے تمام دنیا جہاں کے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

خود حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے بھی فرمایا۔ بعثت الی الاسود والاحمر۔ میں ہر کالے اور گورے کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔۔ کوئی آدمی کسی نسل یا کسی رنگ سے تعلق رکھتا ہو۔ مشرق کا باشندہ ہو۔ یا مغرب کا باشندہ ۔ میں سب کا رسول ہوں۔ میرے دائرہ رسالت سے کوئی باہر نہیں ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے سلسلا نبوت ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ اور میرے دین کو قیامت تک کے لئے کامل بنا دیا۔

لہٰذا قادیانی کافر ہیں۔اور کاذب ہیں مرزا قادیانی اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

نجات پانے کیلئے محمدؐ پر ایمان لانا فرض ہے

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اہل کتاب میں سے کسی نے ایک کتاب ہاتھ لگ گئی تھی اسے لے کر آپ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اور آپ ﷺ کے سامنے اسے سنانے لگے۔آپ ﷺ سخت غضبناک ہو گئے اور فرمانے لگے اے خطاب کے لڑکے کیا تم اس میں مشغول ہو کر بہک جانا چاہتے ہو؟ اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میں اس کو نہایت روشن کیفیت میں لے کر آیا ہوں۔تم اہلِ کتاب سے کوئی بات نہ پوچھو ممکن ہے کہ وہ صحیح جواب دیں۔ اور تم اسے جھٹلا دو۔ اور ہوسکتا ہے کہ وہ غلط جواب دیں اور تم اسے سچا سمجھ لو سنو۔ اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر آج خود حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری تابعداری کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ ایک اور روایت میں ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ نے آپؐ سے فرمایا۔ کہ بنو قریظہ کے میرے دوست نے تورات میں سے چند جامع باتیں مجھے لکھ دی ہیں۔تو کیا میں انہیں آپؐ کو سناؤں؟ آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن ثابتؓ نے کہا کہ اے عمرؓ! کیا تم حضور ﷺ کے چہرے کو نہیں دیکھ رہے ؟ اب حضرت عمرؓ کی نگاہ پڑی تو آپ کہنے لگے ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر دل سے رضامند ہیں۔ تب آپ ﷺ کے چہرہ سے غصہ دور ہوا۔ اور فرمایا۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر تم میں خود حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوتے۔ پھر تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع میں لگ جاتے تو تم سب گمراہ ہو جاتے۔امتوں میں سے میرا حصّہ تم ہو اور نبیوں میں سے تمہارا حصّہ میں ہوں۔
تفسیر ابن کثیر

خلیفہ عمرؓ کا تنبیہ

ابویعلی میں ہے کہ سوس کا رہنے والا قبیلہ، عبدالقیس کا ایک شخص جناب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ کے ہاتھ میں جو خوشہ تھا اسے مارا ۔ اس نے کہا امیر المومنین میرا کیا قصور ہے؟ آپ نے فرمایا بیٹھ جائیں بتاتا ہوں ۔ پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورت یوسف کی ابتدائی آیات الرٰ الخ لمن الغٰفلین تک پڑھیں تین مرتبہ ان آیات کی تلاوت کی اور تین مرتبہ اُسے مارا۔ اس نے پھر پوچھا کہ امیر المومنینؓ میرا کیا قصور ہے؟ آپ نے فرمایا۔ تو نے دانیال کی کتاب لکھی ہے اس نے کہا پھر جو آپ فرمائیں میں کرنے کو تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا جا اور گرم پانی اور سفید روئی سے

بالکل مٹا دے۔ خبردار آج کے بعد سے نہ اُسے خود پڑھنا نہ کسی اور کو پڑھانا۔ اب اگر میں نے اس کے خلاف سُنا کہ تو نے خود اسے پڑھا یا کسی کو پڑھایا تو ایسی سخت سزا دوں گا۔ کہ تو دوسروں کے لئے سامانِ عبرت بن جائیگا۔ پھر بیٹھ جا ایک بات سُنتا جا۔ میں نے جا کر اہلِ کتاب کی ایک کتاب لکھی پھر اسے چمڑے میں لیے ہوئے حضور علیہ السلام کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا۔ تیرے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ ایک کتاب ہے کہ ہم علم میں بڑھ جائیں اس پر آپ اس قدر ناراض ہوگئے کہ غصے کی وجہ سے آپ کے رخسار پر سرخی نمودار ہوگئی۔ پھر منادی کی گئی کہ نماز جمع ہونے والی ہے اسی وقت انصار نے ہتھیار سنبھال لیے کہ کسی نے حضور ﷺ کو ناراض کر دیا ہے۔ اور منبر نبویؐ کے چاروں طرف وہ لوگ ہتھیار بند بیٹھ گئے اب آپؐ نے فرمایا۔ لوگو! میں جامع کلمات دیا گیا ہوں۔ اور کلمات کے خاتم دیا گیا ہوں ۔ اور پھر مجھے اختصار سے گفتگو کا سلیقہ عطا کیا گیا ہے۔ اور جو دین میں لایا ہوں وہ انتہائی واضح ہے۔ خبردار بہک نہ جانا اور کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں دین میں تشدد کرنے والے گمراہ کر دیں۔ ۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے ۔ اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور آپ ﷺ کے رسول ہونے پر دل سے

راضی ہوں۔ اب حضور ﷺ ممبر سے اترے۔

تفسیر ابن کثیر

عہدِ فاروقی میں محمد ﷺ کے عظمت کے واقعات

خلافت فاروقی کے زمانے میں آپ نے محصن کے چند آدمی بلائے ان میں دو شخص وہ تھے جنہوں نے یہودیوں سے چند باتیں منتخب کر کے لکھ لی تھیں وہ اس مجموعے کو بھی ساتھ لائے۔ کہ حضرت عمرؓ سے دریافت کرلیں گے۔ اگر آپ نے اجازت دی۔ تو ھم اس میں اسی جیسی اور باتیں بڑھالیں گے۔ ورنہ اسے بھی پھینک دیں گے۔ یہاں آکر انہوں نے کہا کہ امیرالمومنین! یہودیوں سے ہم بعض ایسی باتیں سنتے ہیں کہ جن سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں تو کیا وہ باتیں ان سے لے لیں۔ یا بالکل ہی نہ لیں؟ آپ نے فرمایا شاید تم نے ان کی کچھ باتیں لکھ رکھی ہیں؟ سنو میں تمہیں اس بارے میں ایک فیصلہ کن بات سناؤں میں حضورؐ کے زمانے میں خیبر گیا۔ وہاں کے ایک یہودی کی باتیں مجھے بہت پسند آئیں۔ میں نے اس سے درخواست کی اور اس نے وہ باتیں مجھے لکھ دیں۔ میں نے واپس آکر حضور ﷺ سے ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جاؤ وہ لے کر آؤ۔ میں خوشی خوشی چلا۔ کہ شاید حضورؐ کو میرا یہ کام پسند آگیا۔ لاکر میں نے اس کا پڑھنا شروع کیا۔ اب جو ذرا سی دیر کے بعد میں نے نظر اُٹھائی۔ تو دیکھا کہ حضورؐ تو سخت ناراض ہیں۔ میری زبان سے پھر تو ایک حرف بھی نہ نکلا اور مارے خوف کے میرا رُوں رُوں کھڑا ہوگیا۔ میری یہ حالت دیکھ کر اب آپ نے ان تحریروں کو اٹھالیا۔ اوران کا ایک ایک حرف مٹانا شروع کیا اور زبان مبارک سے ارشاد فرماتے جاتے تھے۔ کہ دیکھو خبردار ان کی نہ ماننا۔ یہ تو گمراہی کے گھڑے میں جاپڑے ہیں۔ اور یہ تو دوسروں کو بھی بہکا رہے ہیں چنانچہ آپ

نے اس ساری تحریر کا ایک حرف بھی باقی نہ رکھا۔ یہ سنا کر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تم نے بھی ان کی باتیں لکھی ہوئی ہوتیں تو میں تمہیں ایسی سزا دے دیتا کہ تم دوسروں کے لئے سامانِ عبرت بن جاتے۔ انہوں نے کہا واللہ ہم ہرگز ایک حرف بھی نہ لکھیں گے۔ باہر آتے جنگل میں جا کر انہوں نے اپنی وہ تختیاں گڑھا کھود کر دفن کر دیں۔ مراسیل ابی داؤد میں بھی حضرت عمرؓ سے ایسی ہی روایت منقول ہے واللہ اعلم۔

(تفسیر ابنِ کثیر)

دنیا کی الجھنوں اور مشکلات کا واحد حل

دُنیا کے ہر گوشے میں رہنے والے غیر مسلم منطقیوں اور فلاسفر کی الجھنیں اور مشکلات اُس وقت تک حل نہیں ہو سکتیں جب تک وہ آفتاب رسالت ﷺ کی تعلیمات مقدسہ اور اسوہ حسنہ کو مشغل راہ نہ بنائیں۔ کیونکہ تمام اُلجھنوں اور مشکلات کا حل صرف اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے پاس ہے بقول نواب بہادر یار جنگ:

تیرے بیان سے کھل گئیں تیرے عمل سے حل ہوئیں منطقیوں کی الجھنیں اور فلسفیوں کی مشکلات۔

اگر سیرت طیبہ سے رہنمائی حاصل نہ کی جائے تو زندگی کا سفر روز بروز دُشوار سے دُشوار تر ہوتا جائیگا۔ انسانی خون سے انسان کھیلتا جائیگا انسان زندگی کی راہوں میں خیران و پریشان مسافر کی طرح بھٹکتا رہیگا۔ ہر طرف درندگی اور ظلم کا بازار لگا رہیگا۔ بقول شاعر:

لا دین ہو دین دار ہو مشرک ہو کہ کافر
ہر شخص نے دی ہے تری عظمت کی گواہی۔

جو کارنامے آپ ﷺ نے انجام دئے وہ کسی اور کے ہاتھ سے کبھی انجام نہ پا سکتے تھے۔ عظیم کارناموں اور تاریخ کے نئے ابواب رقم کرنے کے سبب غیر مسلم سکالروں نے آپ ﷺ کی شخصیت کو سرفہرست رکھا۔

آپ ﷺ نے انسانیت کو پستی سے نکال کر عظمت و رفعت کے آسمان پر پہنچادیا۔ جس

کے دل میں آپ ﷺ کی محبت نہیں وہ اپنی دعوائے ایمان میں جھوٹا ہے۔ خود رسول ﷺ کا ارشاد ہے۔

لا یومن احد کم حتی اکون احب الیه من والده و ولده والناس اجمعین

ترجمہ۔تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک اپنے دعوے ایمان میں صادق نہیں ہے جب تک وہ میری محبت کو اپنے باپ، اپنے بیٹے، اوردنیا کے سب لوگوں کی محبت پر ترجیح نہیں دیتا ً

اللہ تعالیٰ کے کلام میں محمدؐ کی عظمت

پچھلے صفحات میں ہم نے قرآن کے آیات کا ترجمہ کیا ہے ناظرین کی خدمت میں اُسکا تفسیر پیش خدمت ہے۔

و رفعنا لک ذکرک ترجمہ۔ ہم نے آپ کہ عظمتوں کی انتہا پر فائز کر دیا۔امام بغویؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو رسول پاک ﷺ نے حضرت جبرائیل سے دریافت کیا۔اے جبرائیل !ذرا بتاؤ تو سہی،وہ بلندیاں کیا ہیں جن سے میرے ذکر کو ہمکنار کیا گیا ہے؟

حضرت جبرائیلؑ نے کہا۔ حدیث قدسی ہے۔عرش والے نے فرمایا ہے۔

ًاذ ذکرت ذکرت معی ً

کہ جب میرا ذکر ہوگا تب تب تیرا ذکر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کے ذکر کو اس طرح بلند کیا۔کہ اپنے نبیؐ کے نام کو اپنے نام میں یوں ضم کرلیا۔کہ مؤذن ایک دن میں پانچ وقت کی اذان دیتے ہوئے جب کہتا ہے۔ **اشهد ان لا اله الا لله** ساتھ ہی کہتا ہے

اشهد ان محمد رسول الله

اب کوئی اپنا ہو یا بیگانہ۔ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ کوئی چاہے یا نہ چاہے جب بھی

اللہ تعالیٰ کا ذکر کریگا بے اختیارانہ مجبور ہوجائیگا۔ اس ذات والاصفات کی تعریف کرنے پر۔

کرۂ ارض پر ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا۔ جس میں ہزاروں ، لاکھوں مؤذن بیک وقت خدائے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں۔ اور انشاءاللہ العزیز یہ سلسلہ تا قیامت اسی طرح جاری رہیگا۔

انک لعلی خلق عظیم

ہم نے آپ کو صاحب خلق عظیم بنا کر بھیجا ہے۔

نیشاپوری نے اپنی تفسیر کبیر میں اور عبدالرحمٰن صفوری شافعی نے اپنی کتاب "نزہۃ المجالس" میں لکھا ہے کہ کسی نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ ذرا بتلائیے تو سہی کہ خلق عظیم کیا ہے؟ جس کا صاحب بنا کر مدینہ کے تاجدار کو مبعوث کیا گیا ہے۔ حضرت علیؓ نے دریافت کرنے والے سے کہا۔ تیرے سوال کا جواب بعد میں دوں گا پہلے یہ بتا۔ کہ تو اس دنیا کے بارے میں کچھ کہہ سکتا ہے ؟

اُس نے کہا حضرت! میں کیا، کوئی بڑے سے بڑا انسان اس کی اونچ نیچ کو کما حقہ بیان نہیں کرسکتا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ اے شخص! دنیا وہ ہے جس کے بارے میں کہا گیا کہ "دنیا قلیل ہے۔ قلیل "!

جب کائنات کے رہنے والے اس قلیل کو بیان نہیں کرسکتے تو میں اس عظیم کو کس طرح بیان کرسکتا ہوں ؟

تو حضرت! سیدالرسل، امام الانبیاء، ہادیٔ عالم ،محسن اعظم، فخر عالم ﷺ کائنات کی وہ ہستی ،وہ ذات والاصفات اور ذات بابرکات ہیں۔ کہ کائنات کا کوئی شخص چاہے بھی تو ان کی تعریف کا حق ادا نہیں کرسکتا۔

حضرت ابن عبّاسؓ سے روایت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا میں سے آپ کو چن لیا۔ کہ آپ کی زندگی کی قسم کھائے۔

پوری دنیا میں ایک مدینے کے سوہنے نبیؐ ہی تو ہستی ہے کہ جس کی زندگی کے ایک ایک لمحہ

کو عرش والے نے محفوظ کر دیا ہے۔ آپ ﷺ کی محبت مسلمانوں کے دلوں کو قرار وسکون کی دولت سے نواز رہے ہیں جبکہ غیر مسلم اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہیں۔

بے شمار معجزوں کے نبیؐ

ہمارے پیارے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ہزاروں معجزوں سے نوازا۔ جو انگلی اٹھائے اور اللہ تعالیٰ اس کی اُٹھی انگلی کی لاج رکھ کر آسمان کے چاند کو دو ٹکڑے کردے۔ جو کھاری کنویں میں تھوکے اور اللہ تعالیٰ اس کے برکت سے کھاری کنویں کو میٹھا کردے۔ اور جو کسی پکوان میں اپنا لعاب دھن ڈالے اور اللہ تعالیٰ اس کھانے میں اتنی برکت ڈالے کہ لوگ کھاتے چلے جائیں مگر کمی واقع نہ ہو۔ جو نابینا کی آنکھ میں تھوک لگائے اور نابینا اس تھوک کی برکت سے بینا ہو جائے۔

کائنات کے خوبصورت اور حسین نبی محمدؐ

حسان رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے بارے میں کہا :

و احسن منک لم ترقط عین

و اجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبرا من کل عیب

کانک قد خلقت کما تشاء

ترجمہ: کہ اے آقا! آپ ایسے خوب صورت، خوبرو، خوش جمال، خوش خصال، صاحب کمال کہ کمالات کے کمال کو پہنچے اور حسن صفات کے اتمام کو پہنچے ہوئے۔ آپؐ جیسا خوبرو، خوبصورت، آپ جیسا سوہنا، من موہنا، چندا کا روپ، سندر سروپ، کائنات کی کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں۔

اور آپؐ جیسا حسن وجمال کا پیکر، رعنائیوں کا مرکب، کائنات کی کوئی آنکھ کس

طرح دیکھ سکتی ہے؟

آپؐ جیسا ضیاء پاشیوں کا مجمع، حسین وجمیل، وجیہ وشکیل کائنات کی کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔

آپؐ عیوب سے مبراء نقائص سے مصفاء خامیوں سے پاک، کجیوں سے صاف، ایسے پیدا ہوئے کہ آقا! ایسے دکھائی دیتا ہے جیسے خالق نے آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق پیدا کیا ہو۔

جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا۔ میں مشرق سے مغرب تک اُڑا۔ میں شمال سے جنوب تک گیا۔ میں نے ہر دور کے صاحبانِ جمال دیکھے۔ صاحبانِ کمال بھی دیکھے۔ سوہنے بھی دیکھے۔ من موہنے بھی دیکھے۔ شان والے بھی دیکھے اونچے مقام والے بھی دیکھے بڑے سے بڑا دیکھا اونچے سے اونچا دیکھا۔ دنگ کر دینے والے، بڑے بڑے دنگ دیکھے۔ قسما قسم دیکھے رنگ برنگ دیکھے۔

لیکن، اے مسجد نبوی کے کچے صحن میں بیٹھ کر، آسمان کے چاند کو شرما دینے والے ! تجھ سے بڑھ کر نگاہوں میں کوئی آیا ہی نہیں۔ تیرے دل میں کوئی سمایا ہی نہیں۔

آپؐ کے مبارک کلام آپؐ کے عظمت کی وضاحت

خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ایک دن میں وادئ بطحا میں آرام کر رہا تھا۔ میری آنکھیں سو رہی تھیں، دل جاگ رہا تھا۔ کہ ایسے دو فرشتے میرے پاس آئے ، ایک فرشتے نے دوسرے سے پوچھا۔ ً کیا یہ وہی ہیں جن کی طرف ہم کو بھیجا گیا ہے ؟ دوسرے فرشتے نے کہا۔ ًہاں ہاں ! یہی تو ہیں۔ جن کی طرف ہم کو بھیجا گیا ہے۔

(آپ ﷺ نے فرمایا) پھر ایک ترازو قائم کیا گیا۔ اس کے ایک پلڑے میں مجھ

کو رکھا گیا۔ دوسرے پلڑے میں ایک عام شخص کو رکھا گیا۔۔ میرا پلڑا بھاری رہا۔ پھر ایک دس کو میرے ساتھ تولا گیا۔ میں تب بھی وزنی ٹھہرا۔ پھر دس کی جگہ سو کو میرے ساتھ ترازو کیا گیا۔ میرا پلڑا تب بھی بوجھل ہی رہا۔ پھر ایک ہزار سے میرے تولنے کی بات ہوئی تو ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا (کیا گن گن کے تول رہے ہو ؟ایک، دس ، سو ہزار، لاکھ، کروڑ کیا؟)

ؐلو وزنت الدنیا کلھا لر جحھا ؐ

اگر ایک پلڑے میں دنیا کے سارے مدبر، مفکر، مصلح، ریفارمر، فقیہ مجتھد، امام، پیر وفقیر، صاحبانِ جمال وکمال بڑے سے بڑے غرض ساری دنیا والے ڈال دیئے جائیں اور دوسرے پلڑے اکیلے آمنہ کے لال ہوں ۔ ساری دنیا والے مل کر بھی اکیلے مدینے والے کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقه
بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

آقا ! آپؐ حسن و جمال والے، آپ کمالات کے کمال والے۔

کائنات کا کوئی شخص آپؐ کے جمال کی وجہ سے، آپؐ کے کمال کی وجہ سے، آپ کے کمالات کے کمال کی وجہ سے، آپؐ کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ کہ آپؐ اپنے جمال و کمال کی وجہ سے ساری کائنات کے سردار ٹھہرائے گئے ہیں آقا چاند بھی چمکتا ہے تو گویا آپ کے چہرے کی ضیا پاشیوں اور کرنوں کی تابانیوں سے حصہ لے کر چمکتا ہے۔ کائنات کا کوئی شخص آپؐ کی تعریف کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ کہے گا تو بس یہی کہے گا

؎ کہ ؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ؎

یعنی عرش والے کے بعد اگر کائنات کے اندر سب سے زیادہ کسی کی تعریف کی جاسکتی ہے تو صرف مدینہ کے تاجدار (ﷺ) کی تعریف کی جاسکتی ہے اور کسی کی نہیں۔

آپؐ کے بارے میں عبدالرحمان بابا کے اشعار

آپ ﷺ کے بارے میں ہمارے پشتو کے مشہور صوفی شاعر عبدالرحمان بابا نے مندرجہ ذیل الفاظ میں حسن عقیدت پیش کی ہے۔

۱. که صورت د محمدؐ نه وے پیدا پیدا کړے به خدائے نه وه دا دنیا

۲. کل جهان د محمدؐ په روی پیدا شو	محمد دے د تمام جهان ابا
۳. نبوّت په محمدؐ بانډِ تمام شو	نشته پس له محمّده انبیاء
۴. نُور هاله د محمدؐ وو په جهان کښے	چه بوئی نه وو د آدم او حوا.
۵. که نبیؐ دے که ولی دے که عاصی دے	محمدؐ دے د همه واړه پیشوا
۶. چه ئے دین د محمدؐ دے قبول کړے	جنتی دے که فاسق دے که پارسا
۷. محمدؐ د بے چاره ؤ چاره گر دے	محمدؐ دے هر دردمند له ره دوا
۸. محمد ده گمراهانو رهنماء دے	محمد دے ده ړندو دَ لاس عصا
۹. که رنړا پیروی د محمد ده	گنړه نشته په جهان بله رنړا
۱۰. محمد د بیچارو چاره گر دے	محمد دے هر دردمند له ره دوا
۱۱. زه رحمان د محمدؐ د در خاکروب یم	که مے خلائے نه کا له دے دره جلا

ترجمہ:

۱۔ نہ ہوتی محمدؐ کی صُورت ہو پیدا　　تو اللہ تعالیٰ دنیا کو پیدا نہ کرتا

۲۔ جہاں سارے اس کے لئے بنی بنے ہیں　　وہی تو ہے سارے جہانوں کا ابا۔

۳۔ نبوّت ہوئی ختم ان پر ہی جا کر　　مِلا مرتبہ خاتم الانبیاء کا

۴۔ زمانے میں جب ان کے انوار چمکے　　تو اک ہو کا عالم تھا آدم نہ حوّا

۵۔ نبی ولی و گہنگار کا ہے　　محمدؐ ہی رہبر محمدؐ ہی آقا

۶۔ ہے بخشش یقینی وہاں نیک وبد کی　　جو دینِ محمدؐ پر ایمان لایا۔

۷۔ وہی بے کسوں کے لئے چارہ گر ہے　　وہ ہے بے سہاروں ملجا و ماویٰ

۸۔ محمدؐ گمراہوں کا رہنما ہے　　محمدؐ اندھوں کے لئے عصا ہے

۹۔ محمدؐ کی پیروی میں روشنیاں ہیں　　کہیں اور یہی روشنیاں قطعاً نہیں

۱۰۔ محمدؐ مددگار ہے بے چاروں کے　　اور ہر دردمند کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوا ہے

۱۱۔ میں رحمان محمدؐ کے در کے خاکروب ہوں　　اللہ تعالیٰ اس در سے جُدا نہ کرے

میں رحمان ہوں اس کے در کا بھکاری　　محمدؐ کے در سے نہ رکھ دُور مولا

اُردو ترجمہ:

امیر حمزہ شنواری

آسمانی کتابوں میں آپؐ کی پیشنگوئیاں

الّذین یتّبعون الرسول النبی اُمی الّذی یجدونه مکتوباً عندھم فی التوراۃ

والا نجیل.

ترجمہ :۔ پس آج یہ رحمت ان لوگوں کا حصہ ہے) جو اُس نبیؑ اُمی کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر اُنہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ الاعراب۔ ۱۵۷

اور پھر وہ کتاب کسی اَن پڑھ کو دیں اور کہیں اُس کو پڑھ۔ اور وہ کہے میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔(یسعیاہ۔ باب ۲۹ ۔۱۲)

محمدﷺ برحق نبیؑ انجیل کی رو سے ان اقتباسات میں حضرت محمدﷺ کی بعثت کا واشگاف الفاظ میں ثبوت ملتا ہے۔ عیسائی دنیا اگر اس انجیل کو سچی تسلیم کر لے۔ تو اُن کے لئے اسلام کو قبول کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

یسوع کا پہلا وعظ

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پہلے نبیوں کے سردار کو پیدا فرمایا۔

مبارک وہ خدا کا پاک نام جس نے تمام قدوسوں اور نبیوں کے سرتاجؑ کو تمام مخلوق سے پہلے پیدا فرمایا۔ تا کہ اسے دنیا کی نجات کے لئے بھیجے جیسا کہ اس نے اپنے بندوں داؤد کی زبانی فرمایا۔کہ:۔

ستارہ صبح سے پہلے قدوسوں کی تابانی میں میں نے تجھے پیدا کیا۔

"مبارک ہو خدا کا پاک نام جس نے فرشتے پیدا کئے تا کہ وہ اس کی خدمت کرے" اور مبارک ہو خدا کا پاک نام جس نے ابلیس اور اس کے پیروؤں کو، جنھوں نے اس کو سجدہ کرنے سے انکار کیا جاتے سزا دی۔اور مردود کیا"

نبیوں کی تعداد اور ان کے سرتاج

یسوع نے کہا نبیوں کے ہاں بہت سی تمثیلیں لکھی ہے۔سوتو لفظ پر نہ جا بلکہ مفہوم پر دھیان کر۔کیونکہ تمام نبیوں نے جو ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوئے ہیں جنہیں خدا نے دنیا میں بھیجا۔ پردے میں بات کی ہے۔مگر میرے بعد تمام نبیوں اور قدوسوں کا سرتاج آئے گا۔اور تمام پردے کی باتوں کی،جو نبیوں نے کیں،واضح کریگا۔کیونکہ وہ خدا کا رسول ہے۔آدم علیہ السلام نے سورج کی طرح روشن کلمہ طیبہ لکھا ہوا دیکھا۔

"تب خدا نے انسان کو روح بھیجی،اس وقت تمام فرشتوں نے گایا تیرا پاک نام مبارک ہو۔ اے ہمارے خداوند خدا" جب آدمؑ اُٹھ کھڑا ہوا تو اس نے ہوا میں ایک تحریر دیکھی۔جو سورج کی طرح چمکتی تھی۔ کہ خدا ایک ہی ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا رسولؐ ہے۔

(لا اِلٰہ الّا اللہ محمد الرسول اللہ.)

اس پر آدمؑ نے منہ کھولا اور کہا "اے خداوند میرا خدا" میں تیرا شکرگزار ہوں کہ تو نے میری تخلیق کی تقدیر فرمایا۔ مگر میں منت کرتا ہوں مجھے بتا۔ ان الفاظ کا کیا مطلب ہے۔محمدؐ خدا کا رسول ہے" کیا مجھ سے پہلے اور بھی انسان ہوئے ہیں۔تب خدا نے کہا مرحبا۔ اے میرے بندے آدمؑ میں تجھے بتاتا ہوں۔ کہ تو پہلے انسان ہے جسے میں نے پیدا کیا۔ اور وہ جسے تو نے (مندرج) دیکھا ہے۔ تیرا بیٹا ہے۔ جو دنیا میں اب سے بہت سال بعد آئے گا تو دنیا کو نور بخشے گا جسکی روح میرے ہر چیز پیدا کرنے سے ساٹھ ہزار سال پہلے ملکوتی شان میں رکھی گئی تھی "

آدم نے خدا کی منت کی کہ خداوند یہ تحریر میرے ہاتھوں میں انگلیوں کے ناخنوں پر درج فرمادے۔ تب خدا نے پہلے انسان کے انگوٹھوں پر تحریر درج کردی۔ دائیں انگوٹھے کے ناخن پر لکھا تھا خدا ایک ہی ہے۔ اور بائیں انگوٹھے کے ناخن پر لکھا تھا محمدؐ خدا کا رسول ہے۔تب پہلے انسان نے پدرانہ شفقت سے یہ الفاظ چومے۔

اور اپنی آنکھیں ملیں اور کہا " مبارک ہو وہ دن جب تو دنیا میں آئے۔"

ابدی اور عالمگیر اخوت کا رسولؐ

باب ۴۳:۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ہر نبیؑ جب آیا ہے خدا کی رحمت کا نشان صرف ایک قوم کے لئے لایا ہے۔اور اسی لئے ان کا کلام نہ پھیلا سوائے ان لوگوں تک جن کی طرف وہ بھیجے گئے تھے۔ لیکن خدا کا رسول ﷺ جب وہ آئے گا تو خدا اسے گویا اپنے ہاتھ کی مہر کرلے گا۔ کہ وہ دنیا کی ان تمام قوموں کے لئے ۔ جو اس کا دین قبول کریں گی نجات اور رحمت پائے گا۔ وہ بے دینوں پر قوت کے ساتھ آئے گا۔اور بت پرستی مٹا دے گا۔کیونکہ خدا نے ابراہیمؑ سے یہی وعدہ کیا تھا کہ دیکھ، تیری نسل،میں میں زمین کے تمام قبیلوں کو برکت دوں گا۔ اور جس طرح اے ابرہام تو نے بت پاش پاش کئے اسی طرح تیری نسل بھی کریں گی۔

یعقوب نے جواب میں کہا۔ استاد ہمیں بتا کہ وہ وعدہ کس میں کیا گیا تھا کیونکہ یہودی کہتے ہیں اسحاقؑ اور اسماعیلؑ کہتے ہیں یسوع نے جواب دیا۔ً داؤد کس کا بیٹا تھا اور کس نسل سے ہوگا۔ شاگردوں نے جواب بتایا ًداؤد کی۔ اِس پر یسوع نے کہا تم اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہو۔ کیونکہ داؤدؑ روحانی جوش میں اسے آقا کہتا ہے۔ جیسا کہ اس کا قول ہے خدا نے میرے آقا سے کہا تو میرے داہنے ہاتھ پر بیٹھ جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کی چوکی نہ کردوں۔ خدا تیرا عصا بھیجے گا جو تیرے دشمنوں کے درمیان حکمرانی کرے گا۔ اگر خدا کا رسول جسے تم مسیح کہتے ہو۔ داؤد کا بیٹا ہوتا تو داؤد اسے آقا کیونکر کہتا؟یقین کرو میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ وعدہ اسماعیل میں تھا نہ کہ اسحاق میںً

انجیل باب ۵۵۔

خدا کا رسولؐ تمام نبیوں کو جمع کرنے جائے گا۔ جن سے درخواست کرے گا ۔ کہ اس کے ساتھ اہل ایمان کے لئے خدا سے دعا کریں اور ہر ایک خوف کے مارے عذر کرے گا۔ خدائے زندہ کی قسم، میں بھی وہاں نہ جاؤں گا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے تب ذرا یہ دیکھ کر اپنے رسولؐ کو یاد دلائے گا۔ کہ اس نے اس کی محبت میں سب چیزیں پیدا کیں۔ سویوں اس کا اندیشہ جاتا رہے گا۔ اور وہ تخت کے پاس محبت اور ادب سے جائے گا۔

جب کہ فرشتے گاتے ہوں گے "مبارک ہو تیرا پاک نام" اے خدا ہمارے خدا اور جب وہ تخت کے قریب پہنچے گا۔ تو خدا اپنے رسولؐ سے (اپنی حکمت) کھولے گا۔ (گویا ہوگا) جیسے ایک دوست دوست سے، جب وہ بہت مدت سے نہ ملے ہوں۔ بولنے میں پہل خدا کا رسولؐ کرے گا

" جو کہے گا " میں تیری پرستش اور تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ ۔ اے میرے خدا اپنے سارے دل اور جان سے تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے مجھے پیدا فرمایا۔ کہ تیرا خادم ہوں اور میری محبت میں سب کچھ بنایا۔ تا کہ میں تجھ سے سب چیزوں کی خاطر اور سب چیزوں میں اور سب چیزوں سے بڑھکر محبت کروں۔ سو اے میرے خدا اپنے تمام مخلوقوں کو اپنی حمد کرنے دے۔ تب خدا کی تمام پیدا کی ہوئی چیزیں کہیں گی۔ ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں خداوند اور تیرے پاک نام کی تقدیس کرتے ہیں میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ تب شیاطین اور مجرم مع ابلیس اتنا روئیں گے۔ کہ اُن میں سے ایک کی آنکھوں سے دریائے اردن سے بھی زیادہ پانی بہے گا۔ تب بھی وہ خدا کو نہ دیکھ پائیں گے۔ اور خدا اپنے رسولؐ سے کلام کرے گا۔ کہ تیرا آنا مبارک۔ اے میرے وفادار بندے (عبدہ) ما نگ جو تو چاہے۔ کہ تجھے سب کچھ ملے گا۔ (سبحان اللہ) خدا کا رسولؐ جواب دے

گا۔ اے خداوند مجھے یاد ہے کہ جب تو نے مجھے پیدا کیا ۔ تو فرمایا تھا کہ میری محبت میں تو دنیا اور بہشت اور فرشتے اورانسان بنانا چاہتا ہے۔ تا کہ وہ مجھ تیرے بندے، کے واسطے تیری تمجید کرے سو خداوندخدائے رحیم وعادل، میں تیری منت کرتا ہوں کہ اپنے خادم سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا فرما۔

" اور خدا " جیسے ایک دوست دوست سے ہنسی کرتا ہے ۔ فرمائے گا۔ کیا تیرے پاس اس بات کے گواہ ہیں۔ اے میرے دوست محمدؐ اور وہ ادب سے کہے گا۔ "ہاں خداوند " تب خدا جواب میں کہے گا جا اور انہیں بلا۔ " اے جبرائیل ! فرشتہ جبریل خدا کے رسول کے پاس آئے گا۔ اور کہے گا آقا۔ تیرا گواہ کون ہیں؟ خدا کا رسول جواب دے گا۔ " وہ ہیں " آدمؑ ، ابرہامؑ ، اسماعیلؑ ، موسیٰؑ ۔ داؤدؑ ۔

اور یسوعؑ ، مریم کا بیٹا، " تب فرشتہ جا کر ان مذکور گواہوں کو بلائیگا جو ڈرتے ہوئے ادھر آئیں گے اور جب وہ حاضر ہو جا ئیں گے تو خدا ان سے کہے گا۔ میرا رسول جس بات کا دعویٰ کرتا ہے وہ تمہیں یاد ہے ؟ وہ جواب میں کہیں گے کیا بات اے خداوند ؟ یہ کہ میں نے اس کی محبت میں سب چیزیں بنائیں۔ تا کہ سب چیزیں اس کے واسطے سے میری حمد کریں۔ تب ان میں سے ہر ایک جواب دے گا۔ خداوند ہمارے پاس تین گواہ ہم سے بہتر ہیں اور خدا جواب دے گا یہ تین گواہ کون ہیں ؟ تب موسیٰؑ کہے گا۔ پہلا وہ کتاب ہے جوتو نے مجھے عطا کی اور داؤد کہے گا دوسرا وہ کتا ب ہے جو تو نے مجھے دی۔ اور جو تم سے مخاطب ہے۔

مسیحؑ ابن مریم کہے گا خداوند ساری دنیا نے شیطان کے بہکانے سے مجھے تیرا بیٹا اور تیرا ساجھی کہا مگر جو

کتاب تونے مجھے دی اسی نے سچ سچ کہا کہ میں تیرا بندہ ہوں اور جو تیرا رسولؐ دعویٰ کرتا ہے یہ کتاب اس کی تصدیق کرتی ہے۔تب خدا کا رسول گویا ہوکر کہے گا اے خداوند جو کتاب تونے مجھے دی ہے۔وہ یہی کہتی ہے۔ اورخدا کا رسول یہ کہہ چلے گا تو خدا فرمائے گا جو کچھ میں نے اب کیا اس لئے کیا کہ ہرایک جان لے۔کہ میں تجھے کتنا عزیز رکھتا ہوں اورجب وہ کہہ چلے گا۔تو خدا اپنے رسول کوایک کتاب عطا کرے گا۔ جس میں خدا کے تمام برگزیدوں کے نام درج ہیں تب ہر مخلوق خدا کی تقدیس کرے گی کہ تجھی کو اے خدا جلال اور عزت ہو ۔

کیونکہ تونے ہمارے تئیں اپنے رسولؑ کو دیا ہے۔

اِنجیل باب ۸۳

حضورؐ کے دور کا انعام ہر سال قدر کی رات

آدھی رات کی نماز کے بعد شاگرد یسوع کے قریب آئے اوراس نے ان سے کہا ''مسیحؑ ''خدا کے رسولؐ کے وقت میں یہ رات جشن کی ہوگی حضورؐ کے دور کا انعام ہر سال قدر کی رات جو اب ہر۱۰۰ اویں برس آتی ہے سو میں نہیں چاہتا کہ ہم سوئیں بلکہ آؤ دعا کریں اپنے سرسوبار جھکائیں اپنے خدا قادرورحیم کی عبادت کریں جو ابد تک مبارک ہیں اور پھر ہر بار کہیں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ تو ہی ہمارا اکیلا خدا ہے۔جس کی نہ ابتدا ہے نہ کبھی انتہا ہوگی۔کیونکہ تونے اپنی رحمت سے سب چیزوں کو ان کی ابتداء بخشی۔ اوراپنے انصاف سے توسب کو انتہا کر دے گا۔ جس کی انسانوں میں کوئی مشابہت نہیں۔لیکن اپنی لا محدود نیکی میں تو نہ حرکت سے متاثر ہے نہ کسی حادثہ سے۔ ہم پر رحم فرما۔ تونے ہمیں پیدا کیا ہے اور ہم تیرے ہاتھ کے عمل ہیں''

'' خدانے کہا محمدؐ جو تجھے مبارک کہے گا وہ مبارک کہلائیگا'' باب ۹۷۔

کاہن نے یسوعؑ سے پوچھا وہ مسیح کیا کہلائے جائے گا۔اورکس نشان سے اس کا آنا ظاہر ہوگا۔

یسوع نے جواب دیا۔ اس مسیح کا نام قابل تعریف ہے (محمدؐ کے لفظی معانی، تعریف کیا گیا۔ کیونکہ خود خدا نے اس کا یہ نام رکھا۔ جب اس نے اس کی روح پیدا کی اور اسے ملکوتی شان میں رکھا خدا نے کہا محمدؐ! انتظار کر ، کیونکہ میں تیری خاطر بہشت، دنیا اور بڑی تعداد میں مخلوق پیدا کرنا چاہتا ہوں۔جن کو میں تمہیں تحفے میں دیتا ہوں۔ یہاں تک کہ جو تجھے مبارک کہےگا۔ مبارک ہوگا۔ اور جو تجھے کوسے گا لعنتی ہوگا۔

جب میں تجھے دنیا میں بھیجوں گا تو اپنا رسول نجات بنا کر بھیجوں گا اور تیرا کلام سچا ہوگا۔ یہاں تک کہ آسمان اور زمین ٹل جائیں گے۔ لیکن تیرا دین نہ ٹلے گا سو اس کا پاک نام محمدؐ ہے۔"

انجیل برناباس

باب ۱۱۲ محمدؐ خدا کا مقدس رسول۔

اے برناباس۔ مان لے کہ فرمان شاہی میں بڑی اذیت میں مبتلا ہوں گا۔اور اپنے ایک شاگرد کے ہاتھوں تیس روپوں کی عوض بیچا جاؤں گا۔جس پر مجھے یقین ہے۔کہ جو مجھے بیچے گا وہ میرے نام سے مارا جائیگا۔ کیونکہ مجھے زمین سے اُٹھا لے گا اور اس غدار کی شکل بدل دے گا۔کہ ہر کوئی اُسے سمجھے گا۔کہ میں ہوں۔پھر بھی جب وہ بری موت مریگا تو میرے بارے میں دنیا میں لمبی مدت تک توہین آمیز غلط فہمی پھیلی رہے گی۔لیکن جب محمد ﷺ خدا کا مقدس رسول آئے گا۔تو یہ بدنامی دور ہو جائے گی۔اور خدا یہ کرے گا۔کیونکہ میں نے مسیح کی سچائی کا اقرار کیا ہے۔جو مجھے یہ انعام دے گا۔کہ مجھے زندہ اور بدنامی کی موت صلیب سے اجنبی جان لیا جائے گا۔

باب ۱۴۴ خدا کا رسول محمدؐ سچ اور جھوٹ واضح کرے گا۔

یسوع نے جواب دیا جو بات موسیٰ کی کتاب کے مطابق ہوا سے سچی جان قبول کرو۔

کیونکہ خدا ایک ہے تو سچائی بھی ایک ہے۔اسی سے یہ نکلا۔کہ تعلیم ایک ہے۔ اور تعلیم کا معنی ایک ہے۔ لہٰذا ایمان ایک ہے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر موسیٰؑ کی کتاب سے سچائی نہ مٹا دی گئی ہوتی تو خدا داؤد ہمارے باپ کو دوسرا کتاب نہ دیتا۔ اور اگر داؤد کی کتاب آلودہ نہ کردی گئی ہوتی تو خدا مجھے انجیل نہ عطا کرتا کیونکہ خدا ہمارا غیر متبدل ہے۔ اور تمام انسانوں کو ایک ہی پیغام دیتا آیا ہے۔ سو جب خدا کا رسول آئے گا۔ تو وہ سب کو پاک کرنے آئے گا۔

جس سے بدکاروں نے میری کتاب آلودہ کردی ہوگی۔

باب ۱۶۳ حضور پر ایمان لانے والے خوش نصیب ہیں حضرت عیسیٰؑ

یسوع اپنے شاگردوں کے ساتھ بیابان میں گیا۔اور جب دوپہر کی نماز ہو چکے تو وہ نخل کے قریب بیٹھ گیا۔اور اس نخل کے سائے تلے اس کے شاگرد بیٹھ گئے۔تب یسوع نے کہا۔تقدیراے بھائیو ایسے راز کی بات ہے کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں یہ ایک ہی آدمی پر عیاں ہوگی۔وہ وہی ہے قومیں جس کی راہ دیکھ رہی ہیں جس پر خدا کے راز ایسے عیاں ہیں۔کہ جب وہ دنیا میں آئے گا تو مبارک ہونگے وہ جو اس کا کلام سنیں گے۔ کیونکہ خدا ان پر اپنی رحمت ایسے ہی فگن کرے گا۔جیسے یہ نخل ہم پر سایہ فگن ہے۔ہاں۔ جیسے یہ درخت ہمیں دھوپ کی چلچلاتی گرمی سے بچاتا ہے ویسے ہی خدا کی رحمت ابلیس سے انہیں بچائے رکھے گی۔ جو اس آدمی پر ایمان لائیں گے "شاگردوں نے جواب میں کہا۔ اے استاد۔ وہ آدمی کون ہوگا۔ جس کا تو ذکر کرتا ہے۔جو دنیا میں آئے گا؟

یسوع نے دلی مسرت سے جواب دیا۔وہ " محمدؐ خدا کا رسول" اور جب وہ دنیا میں آئے گا۔ تو جیسے بارش زمین سے پھل اُگاتی ہے جب بہت عرصے سے بارش نہ ہوئی ہو ویسے ہی اس بے انتہا رحمت کی بدولت جو وہ لائے گا وہ لوگوں میں نیک کاموں کا باعث ہوگا۔کیونکہ وہ ایک سفید بادل ہے۔ خدا کی رحمت سے معمور اور رحمت ایمانداروں پر خدا کی بارش کی طرح برسائے گا۔"

توریت کے رو سے حضرت محمد ﷺ کے بشارتیں اور عظمت

میں نے اسمٰعیلؑ کے واسطے تیری بات سنی ہاں میں اس کو برکت دوں گا۔اور برومند کروں گا۔آگے توریت کی پیشن گوئی۔

تابی اقلیم لا ھام مقارب و سمتی و بادای لغیر ابلو یشاعو عبرانی.

ترجمہ۔ ہم عنقریب تمہارے پاس ایک نبیؑ بھیجیں گے۔جو تمہارا رشتہ دار ہوگا۔اور تمہارے بھائی اسماعیلؑ کی اولاد میں ہوگا۔اور میں اپنے قول کو اسکے منہ سے ادا کروں گا۔توریت استثنا باب ۲۳ آیت ۲

ترجمہ ۔ یعنی خدا سینا سے آیا اور شعتیر سے طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت تھی۔میں ساری قوموں کو زیر زبر کروں گا اور ساری قوموں کا احمد آئے گا۔

حضورﷺ کے بارے میں سلیمان علیہ السلام کی بشارت۔

ترجمہ۔ دوست میرا قدرے گندم گوں ہزاروں میں اس کے سر کا نور الماس کی مانند چمکتا ہے اس کی زلفیں گھونگروالی سیاہ مثل پرزاغ کے اس کی آنکھیں مانند کبوتر کے اوپر طشت پانی کے دودھ سے دھویا گیا ہو۔جیسے نگینے اپنے خانوں میں جڑے گئے ہوں اس کے رخساروں پر ریش جیسے خوشبو دار بیل چھائی ہوئی ہلالی صفحہ پر خوشبو ملی ہوئی ہو۔اس کے لب پھول کی پنکھڑیاں جن سے خوشبو اُڑتی ہے۔اسکے ہاتھ دھلے ہونے کے جواہر کے مانند جھلکتے ہیں۔اس کا شکم جیسے ہاتھی دانت کی لوح جواہر سے مرصع پنڈلیاں جیسے سنگ مرمر کے ستون سونے کے پایوں پر مستحکم کئے ہوئے ان کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح درخشاں وہ جوان ہیں مانند صنوبر کے وہ نہایت خلیق ہیں وہ محمدؐ ہیں وہ میرے دوست ہیں وہ میرے محبوب ہیں اے دختران بیت المقدس۔

زردشتیوں کی کتاب سے بشارت

نامه شت سا سا ں تخست آ یته

ترجمہ۔ جب ایرانی ایسے کام کریں گے عرب سے ایک مرد پیدا ہوگا۔ یعنی حضرت محمدؐ جس کے امتیوں کے ذریعے ایرانی تاج وتخت حکومت و مذہب سب گر جائیں گے ۔

(۵۶) اور بڑے بڑے سرکش زبردست لوگ زیر دست ہو جائیں گے۔

(۵۷) لوگ دیکھیں گے کہ بُت خانہ اور آتشکدہ حضرت ابراہیمؑ کا بنایا ہوا گھر بتوں سے خالی ہو جائے گا۔

(۵۹) پھر لوگ (مسلمان) شہروں کے آتشکدے اور ان کے قرب و جوار میں اور طوس اور بلخ اور بڑے بڑے مقامات اپنے قبضہ میں کر لیں گے۔

یہود اور نصریٰ کون ہیں۔

اس بارے میں علامہ حافظ عمادالدین ابن کثیر رحمۃاللہ علیہ نے اپنی تفسیر ابن کثیر میں مندرجہ ذیل تشریح فرمایا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم سے یہ فرمایا ۔ کہ میرا اور تم سب کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ تم سب اس کی عبادت کرتے رہو۔ سیدھی راہ جسے میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے لے کر آیا ہوں۔ یہی ہے اس کی تابعداری کرنے والا ہدایت پر ہے۔ اور اس کے خلاف چلنے والا گمراہی پر ہے۔ یہ فرمان بھی آپؐ نے ماں کے گود سے ہی کہا تھا حضرت عیسیٰؑ کے اپنے بیان اور حکم کے خلاف بعدوالوں نے لب کشائی کی اور ان کے بارے میں مختلف پارٹیوں کی شکل میں یہ لوگ تقسیم ہوگئے۔ چنانچہ یہود نے کہا۔ کہ حضرت عیسیٰؑ نعوذباللہ ولدالزّنا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی لعنتیں ان پر ہوں۔ کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ایک بہترین رسولؑ پر بدترین تہمت رکھی۔ اور کہا کہ ان کا یہ کلام وغیرہ سب جادو کے کرشمے تھے۔ اسی طرح نصاریٰ بہک گئے کہنے

لگے۔ کہ یہ تو خود خدا ہے۔ یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہی ہے۔ کسی نے کہا یہ خدا کا لڑکا ہے۔ کسی نے کہا تین خداؤں میں سے ایک ہے۔ ہاں ایک جماعت نے واقعہ کے مطابق کہا کہ آپؑ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ قول صحیح ہے۔ اہلِ اسلام کا عقیدہ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت یہی ہے۔ اور یہی تعلیم خداوندی ہے۔ کہتے ہیں کہ بنواسرائیل کا مجمع جمع ہوا۔ اور اپنے میں سے انھوں نے چار ہزار آدمی چھانٹے ۔ ہرقوم نے اپنا اپنا ایک عالم پیش کیا۔ یہ واقعہ حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اُٹھ جانے کے بعد کا ہے۔ یہ لوگ آپس میں مختلف ہوئے۔ ایک کہنے لگا۔ یہ خود خدا تھا۔ جب اس نے چاہا زمین پر رہا۔ جسے چاہا ، جلایا۔ جسے چاہا مارا، پھر آسمان پر چلا گیا۔ اس گروہ کو یعقوبیہ کہتے ہیں۔ لیکن اور تینوں نے اسے جھٹلایا۔ اور کہا تُو نے جھوٹ کہا۔۔ اب دو نے تیسرے سے کہا اچھا تُو کہہ تیرا کیا خیال ؟ اس نے کہا وہ خدا کے بیٹے ہیں۔ اس جماعت کا نام نسطوریہ پڑا۔ باقی دو جو رہ گئے تھے انھوں نے کہا تُو نے بھی غلط کہا ہے پھر ان دو میں سے ایک نے کہا تمھارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں۔ کہ وہ تین میں ایک ہیں۔ ایک اللہ معبود ہے دوسرے یہی معبود ہے، تیسرے ان کی والدہ معبود ہیں۔ یہ اسرائیلیہ گروہ ہوا۔ اور یہی نصرانیوں کے بادشاہ تھے۔ علیہم لعائن اللہ۔ چوتھے نے کہا تم سب جھوٹے ہو حضرت عیسیٰؑ خدا کے بندے اور رسول ہیں۔اللہ تعالیٰ ہی کا کلمہ تھے اور اس کی بھیجی ہوئی روح تھی۔ یہ لوگ مسلمان کہلائے۔ اور یہی سچّے تھے۔ اس میں سے جو کسی کے تابع تھا وہ اسی کے عقیدہ کے مطابق ہوگیا۔اور ان کے درمیان خوب اختلاف پیدا ہو گئے۔

ابن کثیر

محسن اعظم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کی عظمت غیر مسلم سکالرز

کی نظر میں

غیرمسلم سکالرز سے پہلےمیں اپنی بہن فاطمہ ہیرین جو جرمنی نو مسلم ہیں سب سے پہلے میں اس اپنی بہن کو مبارکباد کہتا ہوں کہ انہوں نے اسلام قبول کیا۔

فاطمہ ہیرین (جرمنی) نو مسلم

لکھتی ہیں ۔ مغرب کی ساری چمک دمک اور خوشحالی اسلام کے نعمت خداوندی کے سامنے ہیچ ہے۔ اسلام میں روحانی خوشی ہے۔ اسی میں دنیاوی برکتیں ہیں ۔ اور اسی میں اخروی نجاتً

جارج سیل۔

میں شکوک وشبہات کااظہارکرنے والوں کی ہرزہ سرائی سنتاہوں توششدررہ جاتا ہوں۔
اللہ اکبر۔ اگرمحمدؐ رسول برحق نہ تھےتو اب تک پھرکوئی رسول دنیامیں آیا ہی نہیں۔

مسٹرسکاٹ(ایڈیٹر اخبار الاندلس)

میں نے اپنی تحقیق میں کوئی ایسا ثبوت نہیں پایا۔ جس میں حضرت محمدﷺ کی رسالت پر شہبے کا اظہار کیا جا سکے۔

مسز اینی بیسنٹ۔

حضرت محمدؐ کومکہ کےتمام مرد،عورتیں اور بچےؐ امینؐ کےنام سےشناخت کرتے تھے۔ امین کے معنی ہیں اعتماد کے لائق اورقابل بھروسہ۔ مجھے اس لفظ سے معزز اور شریف لقب ایسا نظر نہیں آیا جس سے یہ لوگ آپ کو بچپن ہی سے یاد کرتے تھے۔

سرولیم میور۔

حضرت محمدؐ کی صداقت ثابت کرنے کے لئے بےشمار شواہد موجود ہیں ان میں سب سے بڑاثبوت میرے نزدیک یہ ہے کہ جن لوگوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ وہ سب کے سب راست باز انسان تھے۔جو آپؐ کےمحرم راز،، دوست، اورافراد خاندان تھے اور آپ کی پرائیویٹ زندگی سے کامل آگاہی رکھتے تھے۔ میں بے شک یہ تسلیم کرتا ہوں کہ آپؐ کے مذہب اسلام میں پرہیز گاری اور خدا ترسی اتنے کامل درجہ پر ہے۔جو دیگر مذاہب میں ہر گز نہیں پائی جاتی۔ میں اس امر کا بھی برملا اعتراف کرتا ہوں کہ اخلاق انسان کی ترقی کا باعث صرف اسلام ہی تھا۔

ای ۔ڈی ۔منگھم

محمدﷺاس لئےعظیم نہیں تھےکہ وہ امن کے علمبردار تھے۔بلکہ آپﷺدنیاکے سب سے کامیاب ترین پیغمبر تھے جتنے اذہان و قلوب آپ نے مسخر کئےکسی اور نے نہیں کئے۔

نپولین

فرانس کے عظیم جرنیل اور بادشاہ نپولین بونا پارٹ:

حضرت محمدؐ در اصل سردار اعظم تھے۔ آپ ؐ نے اتحاد کا درس دیا اور باہمی تنازعات کو ختم کردیا۔ جس کے نتیجے میں تھوڑے ہی عرصے میں آپ ﷺ کی امت نے نصف کے قریب دنیا فتح کر لیا۔اور انہوں نے عربوں کی خانہ جنگیوں اور انتقام در انتقام والے معاشرے کو امن و شائستگی اور تہذیب سکھانے پر حضورؐ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔اور پھر مسلمان فاتحین کا پارتھیوں ، منگولوں اور تاتاری اقوام سے موازنہ کرنے کے بعد لکھا ہے۔ کہ مسلمانوں نے نہ صرف امن قائم کیا۔ بلکہ اس جملے کو بےاختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے پیروکاروں نے پندرہ سو سال میں کفر کی اتنی نشانیاں منہدم نہیں کی تھیں جتنی متبعین اسلام نے صرف پندرہ سال میں کردیں۔ اورمزید لکھا ہے۔ کہ محمدؐ اس وقت آئے۔ جب انبیاء کی تعلیمات کو دنیانے بالکل نظر انداز کردیا تھا۔ اُنھوں نے دنیا کو نئے سرے سے مقام کبریا یاد دلایا۔ اور بنایا۔ کہ خدا نہ کسی سے پیدا ہوا نہ اس کا فرزند ہے اور نہ کوئی دوسرا قابل پرستش ہے اور یہ تثلیث (Trinity) ہی ہے۔ جس نے بت پرستی کو جنم دیا ہے۔

ممتاز ادیب مائیکل ہارٹ :

دنیا میں جتنے انقلابات آئے انہیں لانے والی شخصیات اگر دنیا میں نہ ہوتیں۔ تب بھی یہ انقلابات اپنے وقت پر آ جانا تھے۔ مگر جو انقلاب حضرت محمدؐ لائے ان کے بغیر یہ انقلاب ہر گز نہیں آسکتا تھا۔

رومانیہ کے سابق وزیر خارجہ کونسٹن و رجیل جارجیو۔

جن مقاصد کے لئے فرانس میں انقلاب لایا گیا تھا۔ ان میں انسانی مساوات سر فہرست تھی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اہل فرانس کو تو ایک دن کے لئے بھی مساوات انسانی کے جھلک نصیب نہیں ہوئی۔ جبکہ جنگِ خندق اور متذکرہ دونوں مساجد کی تعمیر میں حضرت محمدؐ خود کدال چلاتے اور گارا بناتے تھے۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابہ اپنی چادروں اور کڑاہیوں میں مٹی اور گارا اُٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے تھے۔ کسی انسانی آنکھ نے ایسی کامل ومکمل مساوات کب دیکھی ہوگی۔

اورمزید لکھتا ہے کہ انجیل برناباس اصلی انجیل ہے۔ جسے محض تعصب کی بنا پر اہل کلیسا نے غائب کردیا تھا۔ تاکہ اس حضرت محمدؐ کی بعثت کی جو نشانیاں بتائی گئی تھیں ۔ دنیا کو ان سے مطلع نہ ہونے دیا جائے۔

مزید لکھتا۔ حضرت محمدؐ کا اپنے بھوکے پیٹ پر پتھر باندھنا، آزاد کردہ غلاموں بلال حبشیؓ اور اُسامہ کا سیّدنا کہلانا اورابو بکرؓ ، عمرؓ کا مٹی گارا خود ڈھونا اسلامی مساوات کے ثمرات ہو سکتے ہیں اس کے مقابلے میں انقلاب فرانس کے مساوات انسانی کے دعوے کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔

مزید لکھتا ہے انقلاب فرانس محدود عرصہ کے لئے بھی فرانسیسیوں میں مساوات قائم نہ کرسکا۔ پیغمبر اسلام نے ہمیشہ کے لئے کامل مساوات قائم کر دی۔ تمام خاندانی طبقاتی اورمادی امتیازات کو مٹا دیا۔

مزید لکھتا ہے قتل کی نیت سے آنے والا سراقہ جب اپنے ارادے کی تکمیل میں ناکام ہوا۔ تو اس نے کہامیں خطیر انعام کی لالچ میں اس کام پر آمادہ ہوا تھا۔

اب اندازہ ہوگیا ہے۔ کہ ایک دن آپؐ نےضرورغلبہ حاصل کرنا ہے۔ میں اسی دن کے لئے آپؐ سے اپنی جان کی امان طلب کرتا ہوں۔ آپؐ نے اسے پیشگی پناہ دے دی۔ اوراپنے مکتوب غارثور کاواقعہ پر بھی تحریر کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

حضرت محمدؐ نے غار ثور میں حضرت ابوبکرؓ کے سانپ کے کاٹے زخم کو چوس کر زہر تھوک دیا جس سے انہیں فوراً آرام آگیا۔

تھامس کارلائل (Thomas karlyle)

برطانیہ کے شہرہ آفاق اور فلسفی تھے۔اُنہوں مشاہیرعالم (eroes)پر مقالے لکھے جن کا مجموعہ (Heroes and Heroes worship)

مشاہیراور مشاہیر پرستی) کی عنوان سے ۱۸۴۱میں شائع ہوا۔ جس میں حضرت محمدؐ کے انقلابی کردار پر اُنہوں نے اپنے فاضلانہ خیالات کا اظہار کیا۔

تھامس کا رلائل کے تصانیف سے مندرجہ ذیل چیدہ چیدہ خیالات مختصراً زیر نظر ہیں۔:

لکھتے ہیں اگر ہم حضرت محمدؐ کو سازشی اور حریص (نعوذ باللہ) قرار دیں اور اُن کی تعلیمات کوبھی بےبصیرتی اور نادانی قراردیں تو یہ ہماری سخت حماقت اور جہا لت ہوگی۔ اُنہوں نے جو سادہ اورغیر مرصع پیغام دیا وہ برحق تھا۔ وہ پردہ غیب (Unknown Deep سے ابھرنے والی ، حیران کن آوازتھی۔ ان کا نہ کوئی قول جھوٹ نکلا اورنہ کوئی فعل غلط ثابت ہوا۔

ان کی کوئی گفتگو نہ بے معنی تھی۔ اورنہ ان جیسی کوئی مثال پہلے موجود تھی۔ وہ زندگی روشن جلوہ تھا۔ جو سینہ فطرت سے اس لئے ظہور پزیر

ہوا۔ کہ دنیا کو منور کر ڈالے کیونکہ اس کائنات کا خالق، اس کے ذریعے دنیا کو اندھیروں سے نجات دلانا چاہتا تھا۔ وہ جو پیغام سروری لے کر آئے تھے اس کی اہمیت اور عظمت اپنی جگہ قائم ہے۔ اسے پہنچانے والوں کی لغزشیں اورکو تاہیاں اس حقیقت کو نہیں جھٹلا سکتیں۔ حضرت محمدؐ پر ایسا کوئی الزام ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

نبیؐ کی منہ سے جو بات نکلتی ہے ہمارا ضمیر گواہی دیتا ہے۔ کہ وہ غیر معمولی بات ہے اس جیسے الفاظ کسی عام انسان کی زبان سے نکل ہی نہیں سکتے۔ وہ محرم راز درون خانہ ؑ ہوتا ہے۔ سنی سنائی باتوں سے وہ قطعاً بیگانہ ہوتا ہے اس کا دل سچائیوں کا امین اور حقائق کی روشنیوں سے منور ہوتا ہے۔ اس کی باتیں الہامی ہوتی ہیں ۔اس سے پہلے بھی انبیاء کرام پر وحی آتی رہی ہے۔ لیکن اب کی بار وحی آخری اور تازہ ترین ہے۔ کیا یہ نبی اسی خدا کا بندہ نہیں؟ ہم اسکی باتوں کو کیسے سنی ان سنی کرسکتے ہیں۔

یہ طے شدہ امر ہے کہ ہم (نعوذ باللہ) محمدؐ کو جاہ طلب اور نعرہ باز شخصیت نہیں کہہ سکتے۔ قریش مکّہ کے سرداروں کا ایک وفد دعوت دین کے بدلے حضورؐ کو اقتدار کی پیشکش کر کے ان کا امتحان لے چکا ہے۔ آپ نے پیشکش کو ٹھکرا دیا تھا۔ ہو سکتا ہے۔ کہ ان کا پیغام ہمارے لئے باعث اُلجھن بن گیا ہو لیکن ان کی آواز اس پیچیدہ پراسرار کائنات کی دل کی آواز ہے۔ اس ہستی کی باتیں اور کام غلط ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ سب کچھ خالق کائنات کے حکم کے مطابق پیش کیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ آپؐ پر کوئی الزامات لگا کر انہیں ثابت بھی کر ڈالیں تب بھی آپ اس الہامی پیغام کی صحت سے انکار نہیں کرسکتے۔ آگے لکھتے

ہیں کہ " ایک گال پر تھپڑ لگے تو دوسرا گال آ گے کردو " والا اُصول ہر دور میں نہیں چل سکتا۔ لیکن اسلام کا " آنکھ کے بدلے آنکھ ، ناک کے بدلے ناک " والا اُصول ہر دور میں چل سکتا ہے۔

ڈاکٹر جوزف:۔

آدم پٹیرسن کا قول ہے " جولوگ ڈرتے ہیں کہ ایک دن ایٹمی ہتھیار عربوں کے ہاتھ لگ جائیگاوہ نہیں سمجھ پاتے کہ اسلامی یہ بم پہلےسے ہی گر چکا ہے جس دن محمد ﷺ پیدا ہوئے۔

مائیکل ہاٹ

مائیکل ہاٹ ممتاز امریکی ادیب ہیں اس عالمی عہد ساز شخصیات پر ایک کتاب The100 Tlhe most influential person inhistory لکھی ہیں جس میں تاریخ عالم کے متاثر کرنے والی ممتاز ترین شخصیات کے کارنامے ہائے زندگی کو یکجا کیا گیا ہے۔ فاضل مصنف نے ان عہد ساز شخصیتوں میں حضرت محمد ﷺ کو سرفہرست رکھاہے۔

فاضل مصنف نے سرور کائنات کا ان عہد ساز، انقلاب انگیز اور معرکہ آرا شخصیات میں سرفہرست رکھنے کی وجہ یہ لکھی ہے۔ وہ دنیا میں جتنے انقلابات رونما ہوئے یا حالات کا رُخ موڑنے والےواقعات برپا ہوئے ان کا وقوع پزیر ہونا یا انجام پانا ناگزیر ہوچکا تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ اگرمارکونی ریڈیو ایجاد نہ کرتا تو آئندہ چند سالوں کےاندر کوئی دوسرا شخص یہ کارنامہ انجام دے سکتا تھا۔ سپین کا برناڈو

کورٹیز اگر منظر پر نہ ابھرتا تب بھی سپین میکسیکو پر قبضہ کر لیتا۔ ماہر حیاتیات چارلس ڈارون سائنسی تحقیق و جستجو نہ کرتا تب نظریہ ارتقاء چند سالوں میں دنیا کے علم میں آجاتا لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلّم ان شخصیات میں سے ہیں۔ کہ جو کارنامے اُنہوں نے انجام دئے وہ کسی اور کے ہاتھ سے کبھی انجام نہ پا سکتے تھے۔ عظیم کارناموں اورتاریخ کے نئے ابواب رقم کرنے والوں میں آنحضرتؐ کو سرفہرست رکھنے کے بعدفاضل مصنف نے خود عیسائیت سے تعلق رکھنے کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تیسرے نمبر پر ذکر کیاہے۔

برطانوی مورّخین و مصنفین

جوزف تھامسن J.Thomson

برطانوی مصنف ہے لکھتے ہیں ایک معمولی عقل و فہم جا مسلمان بھی جہاں جاتا ہے۔ حضرت محمدؐ کی تعلیمات اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ جو دوسروں پر ضرور اثر کرتی ہیں۔ صبح ، دوپہر اور شام کو اسلام کے حکم کا نعرہ(اذان) بلند ہوتا ہے۔ اور وہ سر جو پہلے سنگ و حیوانات کےسامنے جھکا کرتے تھے۔اب خدائے واحد کےآگےجھکتے ہیں اسلام نے بنی نوع انسان کے معیارکوبےحدارفع اور بلندکردیا۔

وان کریمر V. Kremer

اپنےلوگوں کے لئے پیغمبر اور مصلح ہونے کے حیثیت سے حضرت محمدؐ صحیح معنوں میں انقلاب آفرین ہوئےبغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ آپؐ کی مذہبی تبلیغ نے نہ صرف سیاسی حالات کی کایا پلٹ دی تھی بلکہ آپؐ نےمعاشرتی حالات پر بھی

بیک وقت یکساں اہم اثر ڈالا۔

ولسن کیش۔ W. Cash

حضرت محمدؐ نےاپنی شخصیت اوراپنے مذہب کی بدولت لاکھوں انسانوں پراثر ڈالا ہے۔ دنیا کے ہر حصے میں انہیں ابھی تک لوگوں کی مکمل وفاداری حاصل ہے۔ آپؐ کےقوانین بہت سی قوموں اور وسیع علاقوں میں پھیلے ہوئے انسانوں کے لئے خدائی احکام کا درجہ رکھتے ہیں۔آپؐ کا اسوہ، آپؐ تعلیمات اور اعلیٰ مقاصد ہر شعبہ حیات میں انسانوں کےاندر ولولہ پیدا کرتے ہیں۔

واشنگٹن اروِنگ۔ برطانوی مفکر۔

آپؐ اپنےنجی معاملات میں عدل و انصاف سے کام لیتے تھے۔ دوستوں ، دشمنوں ، امیروں، غریبوں ، طاقتور اور کمزوروں کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا کرتے تھے۔ حضرت محمدؐ کی فوجی فتوحات نے آپؐ کےاندر نہ کوئی غرور پیدا کیا اور نہ ہی کوئی نمود ونمائش۔ اپنے عظیم اقتدار کے وقت بھی آپؐ نےاپنے اطوار اورظاہر میں وہی سادگی برقرار رکھی جو آپ نےپہلے اپنائی تھی۔ آپؐ شاہی شان و شوکت سےنفرت کرتے تھے۔ اگر کسی چیز کا عالمگیر غلبہ چاہتے تھے۔ تو وہ صرف مذہب کا غلبہ تھا۔

سیموئیل ذویمر S Zwemer انگریز مفکر۔

ہم کبھی اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتے کہ حضرت محمدؐ عظیم اوصاف اور ذہانتوں کے حامل انسان تھے۔قدیم عیسائی نعرہ کے مقابلہ میں اب ایک اور نعرہ آگیا ہے۔ گویا اب اسلام مغربی مما لک کو پکار کر کہہ رہا ہے۔ کہ وہ حضرت محمدؐ کو انسانیت کے لئے امید کی روشنی کی حیثیت سے قبول کریں۔

سیلون گرنی انگریز مفکر۔

حضرت محمدؐ کے مذہب نے تیرہ صدیوں تک مختلف قومیتوں کے حامل کروڑوں انسانوں کی رہنمائی کی ہے۔ یہ مذہب اب تک روبہ عروج ہے۔ حضرت محمدؐ کی وفات کے بعد اسلامی فتوحات کا جو زبردست سیلاب آیا تھا۔ اسے دنیا نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

رابرٹ گلک R. Glick

اپنی کتاب محمدؐ دی ایجوکیٹر میں لکھا ہے۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حضرت محمدؐ نے ایک ایسا مستحکم نظام جاری کیا۔ جس نے اسلامی کلچر و ثقافت کی نشوونما کو بے مثال حرکت کا حامل اور للکارنے والی قوت کا صحیح معنوں میں انقلاب بنا دیا۔ دی ایجوکیٹر صفحہ ۵۰ پر لکھتے ہیں تیرہ سو سال قبل حضرت محمدؐ نے خواتین کو یہ حق دیا تھا۔ کہ وہ جائداد کی حصہ دار بن سکیں یہ وہ حق تھا۔ جو انگلینڈ میں ۱۸۷۵ سے پہلے عورتوں کو نہیں دیا گیا۔

دی ایجوکیٹر صفحہ ۱۰۴ میں لکھتے ہیں بنی نوع انسان کو عظیم تر آزادی اورخوشی کی طرف رہنمائی کرنے کے سلسلے میں حضرت محمدؐ درحقیقت معلم و رہنما کا درجہ

رکھتے ہیں

ڈبلیو ایم تھامسن W. M Thomson

حضرت محمدؐ کے ذریعے ہمیں وہ حقائق معلوم ہوئے ہیں جن کی وجہ سے عیسائیت معدوم مذاہب کی صفوں میں شامل نہیں ہوئی۔

چارلس آر واٹسن ۔

حضرت یسوعؑ کے بارے میں ہم اپنی گہری عقیدت کے متعلق جو کچھ بھی کہیں لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے ۔کہ اسے عام عیسائی کی روزمرہ زندگی میں وہ نمایاں اہمیت حاصل ہے جو مسلمان کی زندگی میں حضرت محمدؐ کو دی جاتی ہے۔

جوزف جے نونن J.J. Nonon

حضرت محمدؐ کا مذہب اوس کی مطلق العنانیت اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی جمہوریت دونوں کے لئے یکساں طور پر مفید ہے۔ یہ مذہب لازماً ایک عالمی سلطنت کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔

جیمز اے مچنر۔۔۔

اپنی غیر معمولی شخصیت کی طاقت کی بنا پر حضرت محمدؐ نے عرب اورسارے مشرق کے لوگوں کی زندگی کی تقدیر بدل کر رکھ دی۔ اپنے دست مبارک سے آپؐ نے قدیم بتوں کو توڑ کر خدائے واحد کے تصور پر مبنی مذہب قائم کیا۔ اُنہوں نے عورتوں

کو صحرائی رسومات کی غلامی سے نجات دلا کر ان کا مرتبہ ارفع و اعلیٰ کردیا۔ اور عام سماجی انصاف کی تبلیغ کی۔

ٹورانیڈرے Torandrey

اگر ہم حضرت محمدؐ کے بارے میں انصاف سے کام لیں تو پھر ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ شعوری یا غیر شعوری طور پر ہم عیسائی ان کا انجیل میں مذکورہ بے مثل اور عظیم شخصیات کے ساتھ موازنہ کرنے پر مائل ہو جاتے ہیں۔

تھامس آرنلڈ Thomas Arnald

مسلم الٰہیات کے مطابق حضرت محمدؐ خاتم الانبیاء تھے۔ بلاشبہ نبوت کا مرتبہ ان کی ذات کے ساتھ ختم ہوگیا۔ اور ان کے جانشینوں میں سے کوئی بھی الہام ربانی کا ترجمان ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ جس امت نے انہیں اپنا سربراہ تسلیم کیا تھا۔ اس کے لئے حضرت محمدؐ۔ حاکم منصف۔ منتظم۔ مبلغ اور نماز باجماعت کے امام تھے نبوت کے علاوہ یہ باقی امور اُن کے جانشینوں کو منتقل ہوگئے۔ اور عرب فتوحات کی ہر ایک شاندار کامیابی کے ان امور میں شان و شوکت پیدا ہوگئی تھی۔ خدائی الہام کا سلسلہ یعنی قرآن قطعی طور پر حضرت محمدؐ پر جا کر ختم ہوگیا تھا۔ جس کے مومنوں کا کام یہ تھا۔ کہ وہ قرآنی تعلیمات پر خلوص دل سے عمل کریں اس لئے اسلام میں کسی مذہبی پیشوائیت کا پتہ نہیں چلتا۔ عیسائیت کے بر عکس اسلام میں خدا اور فرد مسلم کے درمیان کوئی دوسرا حائل نہیں۔

این ۔جے کولسن۔

حضرت محمدؐ کومنصف اعلیٰ کا بلند مرتبہ عطا کیا گیاتھا۔ تاکہ وہ وحی خداوندی کی عام دفعات کی تشریح و تعبیر کا کام انجام دے سکیں۔

ڈاکٹر ہنری اسٹب۔ H. Stubb

اس آسمان کے نیچے سوائے حضرت محمدؐ کے کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو تمام دنیائے انسانیت کی توجہ کا مرکز بنی ہو۔ کہ اپنے تو اس پر عقیدت کے پھول نچھاور کریں۔ اور اغیار اسے نگاہ آتشین سے دیکھیں ۔ مشرق میں آپؐ کو سراہا گیا۔ لیکن مغرب نے توجہ نہ دی۔

ڈاکٹر کلارک۔ D. Clark

حضرت محمدؐ کا پھیلا ہوا مذہب بالکل واضح اور صاف ہے۔ ایک جامع اور مکمل عقیدہ ہے۔ جو ایک ہی کتاب یعنی قرآن مجید پر مبنی ہے۔ وہ سختی کے ساتھ توحید کا مذہب ہے۔

پروفیسر مارگولیس۔

حضرت محمدؐ کے سوانح نویسیوں کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا ناممکن ہے۔لیکن اس میں جگہ پانا قابل عزت و باعث شرف ہے۔

پروفیسر مارلین

کوئی چیز عیسائیوں کو اس ضلالت اور گمراہی کے خندق جس میں وہ گرے پڑے تھے۔نہیں

نکال سکتی تھی بغیر اس صدا کے جو سرزمین عرب کے غار حرا سے بلند ہوئی۔

اعلاء کلمۃ اللہ جس سے یونانی انکار کرتے تھے۔ اس صدا نے دنیا میں پیدا کردیا۔ اور ایسے علمی انداز میں کیا۔ جس سے بہتر ممکن ہی نہ تھا۔ جیسی انسانیت اور مروت اسلام کے پیرو کاروں میں ہے شاذو نادر ہی کسی اور قوم میں پائی جاتی ہے۔

ڈاکٹر جے ۔ ڈبلیو لیٹنر Dr. J.W. Litner

اگر سچے رسول میں ان علامات کا پایا جانا ضروری ہے کہ وہ ایثار نفس اور خلوص نیت کی جیتی جاگتی تصویر ہو۔ اور اپنے نصب العین میں یہاں تک محو وہ کہ طرح طرح کی سختیاں اور مصیبتیں برداشت کرے لیکن اپنے مقصد کی تکمیل سے باز نہ آئے لوگوں کی غلطیوں کو فوراً معلوم کرکے ان کی اصلاح کے لئے اعلیٰ درجے کی دانش مندانہ تدابیر سوچے اور ان تدابیر کو قوت سے عملی شکل میں ظاہر کرے۔ تو میں نہایت عاجزی سے اس بات کے اقرار کرنے پر مجبور ہوں کہ حضرت محمدؐ خدا کے سچے نبی تھے۔ اور ان پر وحی نازل ہوئی۔

ڈاکٹر اے ۔ برمنگھم Dr. A. Birmingam

مجھے کبھی یہ خیا ل نہیں آیا کہ اسلام کی ترقی تلوار کی مرہون منت ہے بلکہ اسلام کی کامیابی رسول اللہؐ کے سادہ، بے لوث طرز حیات، پابندی عہد، اپنے اصحاب اور پیروؤں کی غیر معمولی حمایت، خدا پر پختہ یقین اور ذاتی جرأت و استقلال سے وابستہ ہے۔ آپؐ نے اس امر میں رہنمائی کی ۔جو انسان کی زندگی میں سب سے زیادہ اہم ہے۔ یعنی خدا اور بندے کے تعلقات۔

لیتھر۔ Leather

ایک موقع پر ایسی وحی نازل ہوئی۔ جس سے خود حضورؐ کے ایک طرز عمل پر نکتہ چینی کی گئی کہ اُنھوں نے ایک نابینا انسان کے بات کرنے میں منہ کیوں موڑا۔ حضور خود کے بارے وحی کو پوری امانت کے ساتھ قوم کےسامنے پیش کردیتے ہیں۔ یہ وہ آخری دلیل ہے۔ جس کی روشنی میں اس بات کی تردید ہوجاتی ہے۔ کہ نعوذ باللہ ، آپؐ کا دعوی سچا نہ تھا

ایس مارگولیتھ۔

حضرت محمدؐ کی درد مندی کا دائرہ انسانوں تک ہی محدود نہ تھا۔ بلکہ آپؐ نے جانوروں کے ساتھ بھی ظلم وزیادتی کو سخت برا کہا تھا۔

منٹگمری واٹ۔ M. watt

حضرت محمدؐ پر کارلائل کےخطبات کےبعد مغرب کو یہ اچھی طرح معلوم ہوگیا ہے کہ حضرت محمدؐ کی سنجیدگی پر یقین کرنے کے لئے معقول وجوہات موجود ہیں اپنےایمان و عقیدہ کی خاطر مظالم سہنے کےلئے ہروقت تیار رہنا ان پر اعتقاد رکھنے والوں کا اعلٰی اخلاق و کردار ان کی طرف امام رہنما کی حیثیت سے دیکھنا، پھر آخر کار انؐ کی عظمتیں اور کامرانیاں یہ سب آپؐ کے اخلاص کامل کی دلیلیں ہیں۔

۲۔ اپنے عقائدکی خاطر ظلم و ستم کو برداشت کرنےکےلئے حضرت محمدؐ

کی خوشنودی ، ان میں ایمان لانے اور انہیں اپنے رہنما تسلیم کرنے والوں کا اعلیٰ اخلاق اور ان کی آخری کامیابی کی عظمت حضرت محمدؐ کی بنیادی دیانتداری پر دلالت کرتے ہیں۔ حضرت محمدؐ کو سچا نبی نہ ماننے سے بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

ایڈورڈ گبن۔ Edwar Gibbon

ان سے پہلے کوئی پیغمبر اتنے سخت امتحا ن سے نہ گزرا تھا۔ جیسا کہ حضرت محمدؐ۔ کیونکہ منصف نبوت پرفائز ہوتے ہی انہوںؑ نے اپنے آپ کو پہلے ان لوگوں کےسامنے پیش کیا۔ جو انہیں سب سے زیادہ جانتے تھے۔

" "اسلام کے ذریعے حضرت محمدؐ نے دس سال کے اندر ہی عربوں کی شدید نفرتوں کو، انتقامی جذبات کو، فساد و انتشارکو ، رقابت و عداوت کو نکال پھینکا۔ لا قانونیت ، عورتوں کی ذلت ، سود خوری، شراب نوشی، قتل و عارت گری دخترکشی کی رسومات قبیحہ کا استیصال کیا۔ اورانسانی قربانیوں ، اور مادیت و اشیاءپرستی سے نجات دلائی۔ پھراسی مذہب کے ذریعہ آسمانوں کی اس بادشاہت کو انہوں نے عملاً اس زمین پر قائم کردیا۔ جس کی خوشخبری نہایت شوق و ذوق سے جناب مسیحؑ نے دی تھی۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس طاقتور انقلاب کورونما کرنے والے انسان حضرت محمدؐ کو پاک اور غورو فکرکرنے والی طبیعت ودیعت کی گئی تھی۔

لندسے LINSEY

حضرت محمدؐ ایک روحانی قوت کے مالک اور ایک سچے رسول تھے۔ اس بات

میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ وہ خدا سے ہم کلام ہوتے تھے۔ اور روحانی سرچشمے سے ان پر وحی اُترتی تھی ً

ً دوسری جگہ فرماتے ہیں مذہب اسلام کے بارے میں زیادہ تر عیسائیوں کی لا علمی کا اظہار خوفناک ہے۔ وہ اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ جس مذہب کو نسل انسانی کے چھٹے حصے نے قبول کرتے ہوئے اسے عملی جامہ پہنایا ہے اس میں لازماً بہت سی خوبیاں ہیں اور اسے بہت سی ٹھوس بنیادوں پر استوار کیا گیا ہوگا۔ دنیا کے کثیر انسانوں کے کردار کی تشکیل کرنے والے ایسے مذہب کی عمارت کو مظبوط بنیادوں پر کھڑا نہ سمجھنا ایک احمقانہ مفروضہ ہے۔

اور آگے لکھتے ہیں انسانیت کی تاریخ میں یہ اولین کوشش تھی کہ انسانوں کو خون کے بجائے دین کے نام ایک مرکز پر یکجا کیا گیا۔ اور ایسی سلطنت کی بنیاد ڈالی گئی ۔ جس کا حاکم اعلیٰ خود رب العالمین ہے۔ حضرت محمدؐ نے روحانی فرائض ایسے فرائض بھی انجام دئے جو سلطنت کے دستور سے تعلق رکھتے تھے۔ان کی امت میں سب لوگ قبائلی رشتوں اور علاقائیت سے یکسر کٹ کر حقیقی معنوں میں بھائی بھائی بن گئے۔

آگے لکھتے ہیں جب حضرت محمدؐ کی کامیابی اور کارنامہ کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ تو وہ انسان ، معلم ، خطیب، سیاستدان، اور مجاہد کی حیثیت سے تاریخ میں قابل ترین انسانوں کی صف میں سب سے زیادہ ممتاز نظر آتے ہیں۔ وہ آج بھی لاکھوں انسانوں کی زندگی میں ایک زندہ قوت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

سٹینلے لین پول۔ S. L. Pole

اہلِ مکہ آپؐ کے جانی دشمن تھے۔ مگر جب آپؐ ایک فاتح کی حیثیت سے شہر میں داخل ہوئے تو سب کو معاف کردیا۔ ایسی فتح اور ایسی فاتحانہ داخلہ کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔

حضرت محمدؐ کی زندگی کسی دیوتا کی نہیں بلکہ آغاز سے آخر تک نہایت پر جوش انسان کی زندگی ہے۔

میجر اے ۔ جی لیونارڈ A. G . Leonard

محمدؐ عظیم محض اس لئے ہیں کہ وہ ایک روحانی پیشوا تھے۔ انہوں نے ایک عظیم ملت کو جنم دیا اور ایک عظیم سلطنت قائم فرمائی۔ بلکہ ان سب سے بڑھکر ایک عظیم الشان عقیدے کا پرچار کیا۔ اس کے علاوہ اس لئے بھی عظیم تھے۔ کہ وہ اپنے آپؐ سے مخلص وفادار تھے۔ اپنے پیروکاروں سے بھی مخلص تھے۔ اور اپنے اللہ تعالیٰ سے مخلص وفادار تھے۔ ان باتوں کو تسلیم کرتے ہوئے یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ اسلام ایک کامل، سچا مذہب ہے۔ جو اپنے ماننے والوں کو انسانیت کی تاریک اتھاہ گہرائیوں سے نکال کرنور و صداقت کی بلندیوں سے ہمکنار کرتا ہے۔ حضرت محمدؐ کی دیانت کا انحصار ان کی گہری سنجیدگی، عظیم اخلاقی قوت، استعدادکار، سیاسی بصیرت و فراست، عزم آہنی اور بے انتہا صبر و تحمل میں مضمر تھا۔

ریو رینڈ سمتھ باسورتھ۔ R. S Basworth

عرب کے یہ معاشرتی حالات اور مذہبی حالات تھے جن میں اگر ہمیں والٹر کی زبان

کے استعمال کی اجازت دی جائے تو کہیں گے عرب کا رُخ بدل گیا۔ ، انقلاب آگیا۔ انقلاب بھی کیسا ہے۔ ایسا انقلاب کہ آج تک کسی سرزمین پر نہیں آیا۔ مکمل ترین ، اچانک ترین، اور سرتا سر غیر معمولی انقلاب۔

ہادی عرب کو ایک ساتھ تین چیزوں کے قائم کرنے کا مبارک موقع ملا۔

۱۔ وطنیت۔ ۲۔ اصلاح اعمال ۳۔ مذہب۔۔۔

تاریخ عالم میں اس قسم کی دوسری مثال نہیں دکھائی جا سکتی۔

جاری ریواری۔

حضرت محمدؐ ایک عظیم المرتبت پیغمبر ہی نہیں تھے۔ جنہوں نے اس دنیا کی روحانی تسکین کا پورا سامان کیا۔ بلکہ وہ ایک ایسے معلم بھی تھے۔ جن کی مثال تاریخ نے دیکھی ہی نہیں۔ وہ ایک عالمگیر معاشرتی اور بین الاقوامی انقلاب کے بانی بھی تھے۔

ریو رینڈ جارج۔ R. Gorge

حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے حضرت محمدؐ پیدا ہوئے ۔ آپؐ کی شان میں بڑی بات بائبل مقدس میں لکھی ہوئی ہے۔ کہ اس قوم کی بزرگی سے جس میں حضرت محمدؐ پیدا ہونگے۔

ڈاکٹر جی ۔ویل Dr G. Well

آپؐ کی خوش اخلاقی ، فیاضی اور رحمدلی محدود نہ تھی۔

لائف آف دی ہولی پرافٹ (حیات رسول پاکؐ)کے مصنف ڈاکٹر ایسٹن۔

اے شہر مکہ کے رہنے والے۔ اے اباء و اجداد کے عزت و شرف کو زندہ کرنے والے اے سارے جہاں کو غلامی کی لعنت سے نجات دلانے والے ! دنیا آپؐ پر ناز کر رہی ہے۔ اور خدا کی اسی نعمت کی شکر ادا کررہی ہے۔ اور خدا کی اس نعمت کا شکر ادا کررہی ہے

کہ اے ابراہیمؑ خلیل اللہ کی اولاد ! اے وہؐ کہ جس نے دنیا کو اسلام کی نعمت بخشی تمام لوگوں کو متحد کردیا۔ اور خلوص کو اپنے شعار بنایا۔ اے وہؐ کہ جس نے انما الاعمال بالنیات کی تعلیم دی۔ ہم آپؐ کے بے حد ممنون اور احسان مند ہیں۔

پیٹر کریبٹس P. Crabits

حضرت محمد ﷺ نے عورتوں کے حقوق کی ایسی حفاظت کی کہ پہلے کسی نے نہیں کی تھی۔ وراثت اور جائیداد میں ان کے حصے کو تسلیم کیا گیا۔ اسلام نے اُس زمانے میں عورت کو وہ حقوق اور مراعات عطا کیں جن سے تعلیم یافتہ عیسائی عورت آج بیسویں صدی میں بھی محروم ہیں۔

ڈی رائٹ۔ D. Right

حضرت محمدؐ اپنی ملت اور قوم کے لئے ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کے لئے ابر رحمت تھے۔ آپؐ نے بے انتہا کوشش کرکے ذات پات کے فرق کو ختم کردیا۔ آج

مسلمانوں میں ذات پات اور رنگ و نسل کی تمیز نظر نہیں آتی۔ تو یہ آپؐ ہی کی تعلیمات کا ثمرہ ہے آجتک کسی شخص نے آپؐ سے بہتر احکام خداوند کی تعمیل نہیں کی۔ اور یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ انہوں نے اپنے مشن کو نہایت خوبی کے ساتھ مکمل کیا۔

نامورفرانسیسی مؤرخین اور مصنفین

پروفیسر موسیو سیڈیو Siedeu

آنحضرتؐ خندہ رو،ملنسار،اکثر خاموش رہنے والے،بکثرت ذکرخدا کرنے والے، لغویات سے دور، بیہودہ پن سے نفور، بہترین رائے اور بہترین عقل والے تھے۔

۲۔ انصاف کے معاملے میں قریب و بعید، اپنے اور پرائے سب حضرت محمدؐ کے نزدیک برابر تھے۔ وہ کسی کو کمزوری یا ناداری کے باعث حقیر نہیں سمجھتے تھے اور کسی طاقتور یا بادشاہ کو اس کی دنیاوی شان وشوکت کی وجہ سے بڑا نہ خیال کرتے تھے۔ وہؐ سب سے محبت کرتے تھے اور دوست ، دشمن سے خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔

لامارٹن Lamortan

اگر مقصد کی عظمت ، وسائل کی قلت اور حیرت انگیز نتائج! ان تین باتوں کو انسانی تعقل اور تفکر کا معیار بلند مانا جائے۔ تو کون ہے ؟ جو تاریخ کی کسی قدیم یا جدید شخصیت کو (حضرت محمدؐ) کےمقابل لانے کی ہمت کر سکے۔ لوگوں کی شہرت ہوئی کہ انہوں نے فوجیں بناڈالیں قوانین وضع کئے اور سلطنتیں قائم کر ڈالیں ۔ لیکن غور طلب یہ ہے کہ انہوں نے حاصل کیا کیا ؟ صرف مادی قوتوں کی پونجی ؟ وہ توان کی آنکھوں کے سامنے لٹ گئیں بس صرف یہی ایک آدمی ایسا ہے۔ جس نے یہی نہیں کہ فوجوں کو مرتب کیا۔ قوانین وضع کئے اور مملکتیں سلطنتیں قائم کیں بلکہ اسکی نظر کیمیا اثر نے لاکھوں متنفس ایسے پیدا کر دیئے جو اس وقت کی معلوم دنیا کی ایک تہائی آبادی پر مشتمل تھےاور اس سے آگے کو عقائد و نظریات کو بلکہ روحوں تک کو بدل ڈالا۔ پھر صرف ایک کتاب کی بنیاد پر جس کالکھا ہوا ہر لفظ قانون تھا۔ ایک ایسی روحانی امت کی تشکیل کردی جس میں ہر زمانے کے وطنی اور قو میت کا حامل فرد موجود تھا۔ وہ ہمارے سامنے مسلم قومیت کی ایک ناقابل فراموش خصوصیت پر چھوڑ گئے۔ کہ صرف ایک ان دیکھے خدا سے محبت اورہر معبود باطل سے نفرت۔

آگے لکھتے ہیں ً عالم الہیات، فصاحت و بلاعت میں یکتائے روزگار رسول (بانی مذہب) آئین و قانون سازی (شارع) سپہ سالار ، فاتح اصول و نظریات، معقول عقائد کو جلا بخشنے والا، بلا تصویر مذہب کے مبلغ ، بیسیوں علاقائی سلطنتوں کے معمار، دینی روحانی حکومت کی مؤسس یہ ہیں حضرت محمدؐ جن کے سامنے پوری انسانیت کی عظمتیں ہیچ ہیں اور انسانی عظمت کے ہر

پیمانے کو سامنے رکھ کر ہم پوچھ سکتے ہیں کوئی ہے جو ان سے زیادہ بڑا یا ان سے بڑھ کر عظیم ہو"

مزید لکھتے ہیں "کسی انسان نے اتنے قلیل ترین وسائل کے ساتھ اتنا جلیل ترین کارنامہ انجام نہیں دیا جو انسانی ہمت و طاقت سے اسقدر ماوراء تھا۔ حضرت محمدؐ اپنی فکر کے ہر دائرے اور اپنے عمل کے ہر نقشہ میں جس بڑے منصوبہ کو روبہ عمل لائے۔ ان کی صورت گری بجز ان کے ۔ کسی کی مرہون منت نہ تھی۔ اور مٹھی بھر صحرائیوں کے سوا ان کا کوئی معاون و مددگار نہ تھا۔ اور آخر کار اتنے بڑے مگر دیرپا انقلاب کو برپا کردیا۔ جو اس دنیا میں کسی انسان سے ممکن نہ ہو سکا۔ کیونکہ اپنے ظہور سے لےکر اگلی دو صدیوں سے بھی عرصہ میں اسلام، فکر و عقیدہ اور طاقت و اسلحہ دونوں اعتبار سے سارے عرب پر پھر ایک اللہ تعالیٰ کا پرچم بلند کرتے ہوئے فارس ، خراساں ، مغربی ہند، شام ، مصر، حبشہ ، شمالی افریقہ کے تمام علاقوں پر بحر متوسط کے جزیروں اور اندلس کے ایک حصہ پر بھی چھا گیا۔

گاڈ فرے ڈی ممبائنز۔

حضرت محمدؐ ایک رسولؐ تھے نہ کہ صوفی۔ وہؓ جو ان کے گرد جمع ہوئے اور جو ملت اسلامیہ کے اوّلین ارکان تھے۔ وہ قانون کی اطاعت پر، توحید الٰہی پر راضی تھے۔ اور حضرت محمدؐ کی تعلیمات اور ان کے نمونہ عمل کی پیروی پر اکتفا کرنے والے تھے۔ وہ مطمئن تھے کہ وہ ایک سیدھے سادے اور مظبوط دین کے پیرو کار ہیں ۔

موسیواو جیل حکوفل۔

ہم دل سے اقرار کرتے ہیں کہ اسلام کا ایک مجموعہ قوانین ہے جو ہر لحاظ سے بہتر ہے ً

ڈاکٹر لیبان Dr. leban

تمام مسلمان اپنے مذہب کو ان دو چھوٹے جملوں میں بیان کرتے ہیں۔ جو اختصار اور جامعیت کے لحاظ سے حیرت انگیز ہے۔ لا الہ الا للہ محمد الرسول اللہ

جرمن پروفیسر ً ذخاؤ ً

اپنے **ایک** مضمون میں جو انہوں نے ۱۹۰۲ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت پر لکھا اسلام کے بارے میں کہتے ہیں ًپیغام الٰہی فقط عربوں تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام تمام کائنات کے لئے ہیں لہٰذا تمام نوع انسان سے غیر مشروط اطاعت کا مطالبہ کرتے ہیں چونکہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول تھے۔ اس لئے اپنی اطاعت کا مطالبہ کرنے میں وہ حق بجانب تھے

امریکہ کے مشہور اسکالر ڈیر یپر

دنیا کی تاریخ میں کوئی مذہب اتنی جلدی اور اس قدر وسعت کے ساتھ نہیں پھیلا جتنا مذہب اسلام تھوڑے ہی عرصے میں وہ کوہ الٹائی سے لے کر بحر اکاہل تک اور ایشیاء کے مرکز سے افریقہ کے مغربی کناروں تک جا پہنچا۔ ً

چیمبرز ان سائیکلوپیڈیا میں درج ہے ً مذہب اسلام کے نہایت کامل اور روشن حصے یعنی قرآن مجید کی اخلاقی تعلیم میں ناانصافی، کذب، غرور، انتقام، غیبت،

استھزا طمع۔ اسراف، عیاشی ، بد گمانی، نہایت قابل ملامت قرار دی گئی ہے نیک نیتی ، فیاض، حیا، صبر و تحمل، بردباری، کفایت شعاری ، سچائی، راست بازی، ادب، صلح ، سچی محبت اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان داری کا رکن اور سچے مسلمانوں کی نشانی خیا ل کی گئی ہے۔ یورپ میں علوم و فنون کی ترقی کا اصل سبب ہی اسلام ہے ۔ً

فرانسیسی مصنف ڈاکٹر گستاؤلی بان

اپنی کتاب تمدن عرب میں لکھتے ہیں ً فتوحات عرب پر اوران کی کامیابیوں پر اگرہم نظرڈالیں تو معلوم ہوگا کہ اشاعت مذہب کے سلسلے میں تلوار سے مطلق کام نہیں لیااس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں نے ہمیشہ مفتوح اقوام کو اپنے مذہب کی پابندی پر مجبور نہیں کیا۔اگر اقوام عیسوی نے اپنے فاتحین کے دین کو قبول کرلیااور ان کی زبان کو بھی اختیار کیا تو یہ محض اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے اپنے جدید حاکموں کو ان قدیم حاکموں سے جن کی حکومت میں اس وقت تک تھے۔ بہت زیادہ مصنف پایا۔ ان کے مذہب کو اپنے مذہب سے بہت زیادہ سچا اور سادہ پایا۔ً

میشور ہبان

اپنی کتاب سفر مشرق میں لکھتا ہے ۔ ًعیسائیوں کے لئے نہایت افسوس کی بات ہے۔ کہ مذہبی رواداری میں جو مختلف اقوام میں ایک بڑا قانون مروت ہے۔عیسائیوں کو مسلمانوں نے سکھایا۔ یہ بھی ایک ثواب کا کام ہے۔کہ انسان دوسرے کے مذہب کی عزت کرے اورکسی کو مذہبی کے قبول کرنے پر مجبور نہ کرے۔ً

جون ڈیون پورٹ

یہ خیال کہ قرآنی مذہب تلوار کے ذریعے سے شائع ہوا تھا۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ ہر ایک غیر متعصب آدمی ادنیٰ فکر سے معلوم کرسکتا ہے کہ اسلام میں انسانی قربانی اورخونریزی کی جگہ نماز اور زکوٰۃ قائم کی گئی تھی اور ہمیشہ کے جھگڑوں کی جگہ باہمی اخلاص و محبت کی بنیاد ڈالی گئی ہے۔ یہی باعث ترقی کا ہوا تھا۔ حقیقت میں مذہب اہل مشرق کے واسطے سرتاپا برکت تھا۔"

مسٹر طاس کارلائل

اپنے کتاب لیکچرز آن ہیروز میں لکھتے ہیں۔ اسلام کا آنا عرب کی قوم کے حق میں گویا تاریکی میں روشنی کا آنا تھا اہل عرب گلہ بانوں کی غریب قوم تھی۔اور جب سے دنیا بنی تھی عرب کے چٹیل میدانوں میں پھرا کرتی تھی۔اور کسی شخص کو ان کا کوئی خیا بھی نہ تھا۔ اس قوم میں ایک الوالعزم پیغمبر ایسے کلام کے ساتھ جس پر وہ یقین کرتے تھے ۔بھیجا گیا۔ جس چیز سے کوئی واقف ہی نہ تھا۔ وہ تمام دنیا میں مشہور ومعروف ہوگئی۔ایک چنگاری ایسے ملک میں بڑی جو ظلمت میں چھپا ہوا ریگستان تھا۔ مگر دیکھو اس نے زور و شور سے اڑ جانے والی بارود کی طرح نیلے آسمانوں تک اٹھتے ہوئے شعلوں کے ذریعے دہلی سے تابہ غرناطہ روشن کردیا۔"

جرمنی مستشرق عمانو بل ڈیوش

لکھتا ہے قرآن مجید کی مدد سے عربوں نے اسکندر اعظم اور رومیوں سے بڑی دنیا فتح کرلی۔ فتوحات کا جو کام رومیوں سے سینکڑوں برس میں ہوا تھا عربوں نے اسے اس کے دسویں حصہ وقت میں انجام پر پہنچایا۔ اسی قرآن کی مدد سے تمام عرب ہی یور

پ میں شاہانہ حیثیت سے داخل ہوئے۔ان عربوں نے بنی نوع انسانی کوایسی روشنی دکھلائی جبکہ چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ان عربوں نے یونان کی عقل ودانش کوزندہ کردیا۔ مغرب ومشرق کا فلسفہ طب اور علم ہئیت کی تعلیم دی اور موجود سائنس کے جنم لینے میں انہوں نے حصہ لیا۔ ہم ہمیشہ اس روزکا ماتم کریں گےجس دن غرناطہ عربوں کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ ؎

ڈاکٹر سموئیل جانس

قرآن کے طالب ایسے ہمہ گیر ہیں اور ہر زمانہ کے لئے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانہ کی تمام صدائیں خواہ مخواہ اس کوقبول کر لیتی ہیں اور وہ محلوں ، ریگستانوں، شہریوں اور سلطنتوں میں گونجتا ہے وہ ایسی قوت کا رکن بن گیا جس کے ذریعے سے جس وقت عیسائیت تاریکی کی ملکہ بنی ہوئی تھی یونان اور ایشیاء کی تمام روشنی عیسائی یورپ کے گہرے اندھیرے میں پہنچی۔

لڈولف کریہل

قرآن میں عقائد، اخلاق اور ان کی بنا پر قانون کا مکمل مجموعہ موجود ہے اس میں ایک وسیع جمہوری سلطنت کے ہر شعبہ کی بنیادیں بھی رکھ دی گئی ہیں۔ عدالت حربی انتظامات، مالیات اور نہایت محتاط قانون کی بنیادیں صدائے واحد کے یقین پر رکھی گئی ہیں۔ ؎

ریورینڈ ڈبلیو اسٹیشن

آنحضرت ﷺ نے بت پرستی کے ایک منتشر انبار کے عوض میں خالص توحید کا عقیدہ قائم کیا۔ آپ نے لوگوں کے اخلاقی معیار کو بلند کیا۔ اور ان کی تمدنی حالت کو ترقی دی۔ ایک سنجیدہ اور معقول طریقہ عبادت جاری کیا۔ آخر کار آپ نے اس ذریعے سے بہت سے وحشی اور آزاد قبائلیوں کو جو محض زوروں کی طرح ادھر اُدھر اڑتے پھرتے تھے باہم ملکر ایک ٹھوس ملکی جماعت کی شکل میں منتقل کردیا۔ بہت سے معبودوں اور بہت سے خداوندی کے باطل عقیدے کی جگہ آپؐ نے ایک قادر مطلق کا عقیدہ قائم کیا۔ لوگوں کو تعلیم دی کہ وہ اس خیال کے ساتھ زندگی بسر کریں کہ وجود مطلق ہردم ہمارا محافظ و نگہبان ہے اسی کو نیکی کا جزا و سزا دینے والا سمجھیں۔ بہت سی قابل نفرت اور دحشت انگیز رسمیں جو آپؐ کے زمانے میں عرب میں رائج تھیں، خاتمہ کردیا۔ دختر کشی کی رسم کا پورا پورا انسداد کیا۔ؐ

مشہور محقق موسپو لیلی۔

مسلمان ان نظامات میں جو اقوام مزدوری پیشہ کی بہبودی سے متعلق ہیں اس وقت کے ان سخت غلطیوں سے بچے ہوئے ہیں جو مغرب میں واقع ہوتی ہیں ان میں اب تک وہ عمدہ نظامات کامل طور پر باقی ہیں جن کے ذریعے انہوں نے امیر و غریب غلام و مالک میں صلح قائم رکھی ہے اس قدر کہنا کافی ہے کہ وہ قوم جس کو تعلیم دینے کا دعویٰ یورپ کررہا ہے فی الواقع وہ قوم ہے جس سے خود اسے سبق لینا چاہیئے۔

نامور غیر مسلم اطالوی مؤرخین اور مصنفین

کاؤنٹ ڈی بولین ویلیرز۔

حضرت محمدؐ نے جو مذہبی نظام قائم فرمایا۔ وہ نہ صرف یہ کہ ان کے ہم شہریوں کے فہم وادراک کے مطابق تھا۔ اور اس ملک میں پائے جانے والے رسوم ورواج اور ان کے ساتھیوں کے جذبات سے ہم آہنگی کا حامل تھا۔ بلکہ اس سے آگے بڑھکر وہ عام انسانی حالات و نظریات سے بھی ایسی مناسبت رکھتا تھا۔ کہ جس کے نتیجے میں تمام انسانوں کی نصف سے زیادہ آبادی نے اسے قبول کیا۔ اور یہ سب کچھ چالیس سال سے بھی کم وقت میں ہوا۔

مسنوک گرونجے (ساکن ہالینڈ)

حضرت محمدؐ اپنی قوم کو ضلالت اور اندھیروں سے نکالنے اور اُس کے اندر ایک نئی زندگی پیدا کرنے کے بارے میں اپنے منصب اور فرض میں پختہ یقین رکھتے تھے۔

حضرت محمدؐ کے مذہب کے بارے میں ازمنہ وسطی میں ہمارے بزرگوں نے جو تصویر پیش کی تھی۔وہ اب ہمیں تہمت آمیز اور مضحکہ خیز دکھائی دیتی ہے۔

آپؐ نے خدا کے نام خدا کے اسی اسلام (خدا کی اطاعت) کو ماننے کا مطالبہ کیا۔ جس کا مطالبہ حضرت موسیٰؑ اور ان سے پہلے گزرے ہوئے دیگر انبیاء اور مرسلینؑ کر چکے ہیں۔

نامور ہندو مصنفین و صحافی۔

بابو جگل کشور کھنہ۔

حضرت محمدؐ کے احسانات صرف ملک عرب پر ہی نہیں بلکہ آپؐ کی تعلیم اور ہدایت کا فیض کو دنیا کے ہر کونے میں پہنچا۔ غلامی کے خلاف سب سے پہلے آواز آپؐ ہی نے اُٹھائی اور غلاموں کو سگے بھائیوں جیسا مقام بخش دیا۔ آپؐ نے عورتوں کے مقام کو بھی بلند کیا۔ اور سود کو قطعاً حرام دے کر سرمایہ داری کی جڑ کاٹ کر رکھدی۔

شری ونکٹارتنام

دنیا پر جتنا احسان حضرت محمدؐ کی ذات مبارک نے کیا کسی اور نے نہیں کیا۔

موتی لال ماتھر ایم اے۔

پیغمبر اسلامؐ نے توحید کی ایسی تعلیم دی جس سے ہر قسم کے باطل عقائد کی بنیادیں ہل گئیں۔

پروفیسر چیتن دت۔

حضرت محمدؐ کی شان رحمت کا مطالعہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اے پاک محمدؐ! میں آپؐ کے قدموں پر قربان جاؤں۔ اگر آپؐ نہ ہوتے تو قبائل عرب پر رحمت کا نزول کیسے ہوتا۔ حق تو یہ ہے۔ کہ آپؐ کل کائنات کے لئے اللہ کی رحمت بن کر آئے۔

بی ۔ ایس کشالیہ۔

آپؐ مختلف طبقوں کی عورتوں کو نکاح میں لاکر ان کا سہارا اپنے (زیادہ تر) بیوہ لاوارث اور غلام خواتین سے نکاح کیئے اسی لئے ایسا کیا۔ کہ دوسروں کے لئے مثال قائم ہو۔ اور زمانہ جاہلیت کی بری رسوم کا خاتمہ ہو۔

سوامی لکشمن رائے اپنی کتاب عرب کا چاند میں لکھتے ہیں۔

غیر مسلم مصنفوں کا برا ہو۔ جنہوں نے قسم کھالی ہے کہ قلم ہاتھ میں لئے وقت عقل کو چھٹی دے دیا کریں۔ اور آنکھوں پر تعصب کی پتھر رکھکر ہر واقعہ کو ناسمجھی اور تعصب کے رنگ میں رنگ کر دنیا کے سامنے پیش کریں گے۔ آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہے۔ اور ان کے گستاخ اور کج رقم قلموں کو اعتراف کرتے ہی بنتی ہے۔ کہ وہ واقعی اس نفس کش پیغمبرؐ نے جس شان و استغنا سے دولت ، عزت ، شہرت۔ اور حسن کی طلسمی طاقتوں کو اپنے اصول پر قربان کیا وہ ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔

روسو (بانی انقلاب فرانس)

حضرت محمدؐ ایک جج دماغ رکھنے والے انسان اور عالی مرتبت کے سیاسی مدبر تھے۔ آپؐ نے جو سیاسی نظام قائم کیا وہ نہایت شاندار تھا۔

گاندھی جی (ہندوستانی رہنما)

کسی روحانی پیشوا نے خدا کی بادشاہت کا ایسا جامع اور مکمل پیغام نہیں سنایا جیسا کہ پیغمبر اسلامؐ نے سنایا ۔ میں ان کی تعلیمات کو دیگر پیشواؤں کی تعلیمات سے بہتر سمجھتا ہوں۔

نامورغیر مسلم عالمی سیاسی و مذہبی رہنمااور بانیا ن انقلاب۔

پروفیسرجان لیک (عیسائی فاضل)

حضرت محمدؐ کی تعریف میں اس سے زیادہ کیا کہوں کہ آپؐ یتیموں۔ مسافروں،

غریبوں اور مسکینوں کے لئے حقیقی رحمت اور نعمت تھے۔

داور مجاعص (مسیحی عالم)

دنیا کا سب سے بڑا انسان وہ ہے۔جس نے دس برس کے مختصر زمانہ میں ایک نئے مذہب، ایک نئے فلسفے، ایک نئی شریعت، ایک نئے تمدن کی بنیاد رکھی۔جنگ کا قانون بدل دیا اور ایک نئی قوم پیدا کی۔ اور ایک نئی طویل العمر سلطنت قائم کردی۔لیکن ان تمام کارناموں کے باوجود وہ امی اور ناخواندہ تھا۔وہ کون ؟ حضرت محمدؐ بن عبداللہ قریشی۔ عرب اور اسلام کا پیغمبر۔ اس پیغمبر نے عظیم الشان تحریک کی ہر ضرورت کو خود ہی پورا کردیا۔ اپنی قوم اور اپنی پیروؤں کے لئے اور اس سلطنت کے لئے جس کو اس نے قائم کیا۔ ترقی اور دوام کے اسباب بھی خود مہیا کردیئے۔

پادری ہیوز۔

ہم اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ حضرت محمدؐ بیشک دنیا کے عظیم ترین ہیروز میں سے ہیں

پادری ویری۔

آپؐ نے یتیموں کی بہتری اور ان کی بد حالی ختم کرنے کے لئے قابل تعریف اقدامات کیئے۔یتیموں پر ظلم کرنے والوں کے بارے میں آپؐ کے سخت رویے سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ کے دل میں ان یتیموں کی اصلاح کے لئے زبردست تڑپ موجود تھی۔

گرو نانک (سکھ مذہب کے پیشوا)

پوجا پاٹ کام نہیں دے سکتی۔ چھوت چھات بیکا رہے جینوشتان، ماتھے پر تلک لگانا کچھ کام نہ آئے اگر کوئی کتاب کام آئی گی تووہ قرآن ہے جس کی پوتھی پران کچھ بھی نہیں۔

مزید لکھتے ہیں وہ شخص آٹھوں پر بھٹکتا پھرے اور اس کے سینے میں درد اُٹھتا رہے۔ وہ دوزخ میں کیوں نہ پڑے جب اس کے دل میں رسول اللہؐ کی چاہ نہ ہو۔

گرو نانک کے اشعار

من محمدؐ من لوں من کتاباں چار

من خدا رسولؐ نوں سچا ای دربار

ترجمہ۔ تو حضرت محمدؐ کو مان اور چار کتابوں کو بھی مان۔ تو خدا اور رسولؐ دونوں کو مان کیونکہ خدا کادربار سچا ہے۔

مانگ تونگ (پیشوائے اعظم بدھ مت)

حضرت محمدؐ کا ظہور بنی نوع انسان پر خدا کی ایک رحمت تھا۔ لوگ کتنا ہی انکار کریں مگر آپؐ کی عظیم الشان اصلاحات سے چشم پوشی ممکن نہیں ہم بدھ لوگ ان سے محبت کرتے ہیں۔اور ان کا احترام کرتے ہیں۔

سروجنی نیڈو (بلبل ہند)

میرا تعلق ایسے مذہب سے ہے جس کی بنیاد کسی الہامی کتاب پر نہیں لیکن عالمگیر اخوت کے جو نقوش میرے دل پر موجود ہیں وہ حضرت محمدؐ کی پاکیزہ عظیم ہستی کی بدولت ہی ہیں۔

آپؐ کو اس عظیم الشان اور عجیب وغریب صداقت کا مکمل علم تھا۔ کہ خدا کا تصور ہی اعلیٰ ترین حقیقت ہے۔ اس لئے آپؐ نے اپنی ذات کو معبودیت یا پرستش کا محل قرار نہیں دیا۔ اور فرمایا کہ تمام اقوام اور تمام مما لک کا ایک ہی خدا ہے۔ اسلام کے اندر حقیقی اور خالص جمہوریت کا رنگ موجود ہے۔ یہ نام نہاد جمہوریت کی بے حقیقت شکلوں سے بالاتر ہے۔

" نبی عربیؐ اس معاشرتی اور بین الاقوامی انقلاب کے بانی ہیں جس کا سراغ اس سے قبل تاریخ میں نہیں ملتا۔ انہوں نے ایک ایسی حکومت کی بنیاد رکھی جسے تمام کرہ ارض پر پھیلنا تھا۔ اور جس میں سوائے عدل اور احسان کے اور کسی قانون کو رائج نہیں ہوتا تھا۔ ان کی تعلیم تمام انسانوں کی مساوات کے باہمی تعاون اور عالمگیر اخوت تھی۔

مقالہ نگار انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔

"تمام پیغمبروں اور مذہبی شخصیات میں حضرت محمدؐ سب سے زیادہ کامیاب ہیں۔

مذہب اسلام کا وہ حصہ جس سے اسکے بانی کی طبیعت صاف نہایت کامل اور انتہائی موثر ہے اس سے ہماری مراد اس کی اخلاقی نصیحتیں ہیں۔

مداح رسولؐ غیر مسلم شعراء کے زبانوں سے

رحمت للعالمین کے کیوں نہ سب مداح ہوں
رحمت حق کو ہے ان کے مدح خوان سے ارتباط

مہا راجہ سرکش پر شاد شاد

مشغلہ نعت نبیؐ کا ہے مجھے شکر خدا۔ بعد مدت کے یہ ہاتھ آیا وہ مقصد مجھ کو۔

کافر ہوں کہ مومن ہوں خدا جانے میں کیا ہوں پر بندہ ہوں ان کا جو ہیں سلطان مدینہ کا عاشق

ہوں مجھے جنت فردوس سے کیا کام ہے سر میں ازل سے مرے سودائے مدینہ۔

ہیں پھول اسی باغ کے سب کافر و مومن

یہ گلشن ایجاد ہے گلزار محمدؐ

دلورام کوثر

کرائے ہندو میاں اس طرز تو وصف احمدؐ کا　　مسلمان مان جائیں لوہا سب تیغ مہند کا

محمد اور دلورام میں نقطہ نہیں کوئی۔　　کہ ہے مداح اور ممدوح میں یہ ربط کس حد کا

کیوں کوثری مجھے ہو طلب عز و جاہ کی　　کیا کم ہے یہ شرف ہوں ثنا گر رسولؐ کا۔

پنڈت بل کمند عرش ملیسانی

ترے پینے کو مئے آیا کریگی عرش اعظیم سے　　مئے عشق محمدؐ سے جو تو سرشار ہو جائے

اے عرش در محبوب خدا ملجا ہے مقصد والوں کا کٹتے ہیں تصور میں اپنے گر صبح و شام مدینے میں

امید شفاعت پہ جیتا رہا ہوں　　میری عمر بھر کی یہی ہے کمائی

جہاں کے لئے مژدہ عید عرفان　　عرب کے فلک کا ہلال اللہ اللہ

راجہ مکھن لال

صبحدم دل نے مجھ کو کر تعلیم　　یوں کہا جاگ اے گہنگار ایم

سبکر تونے کیا ہے جرم عظیم   جا پکڑا دامن شفیع رحیم۔

عرض کی بندگی بصد تعظیم بہرآن وزمان موجودتم ہویارسول اللہ۔

دل و جان کے میرے مقصود تم ہویا رسول اللہؐ

بول اپناپکارحال مستقیم

کر مددمجھ پر یارسول کریمؐ   تانہ دیکھوں عذاب نار جحیم۔

مکھن لال

نہیں مجھے پرفراغت تاکہ میں پہنچوں مدینے کو   رکھوں آنکھوں کے خاتم بیچ اس نوری نگینے کو

نپٹ اس آرزومیں تلخ میں سمجھا ہوں جینے کو   جوحاصل ہووے مطلب تم بتاؤں اس قرینے کو

حمیدو احمد، محمودتم ہویا رسول اللہؐ   سعید و اسعد، مسعود تم ہویارسول اللہ

منشی شنکر لال ساقی

بارگاہ رسالتؐ کے جلال وعظمت

صفات ذات احمد لکھ سکوں کے میری طاقت ہے   خیل اہل دانش جب یہاں مکڑی کا جلا ہے

نعت لکھتا ہوں مگر شرم مجھے آتی ہے   کیا مری ان کے مدح خوانوں میں پیشی ہوگی

بلوان سنگھ راجہ

ھوالاول ھوالآخرنوراحمدؐ ہے   اسی پر ابتداء ٹھہرے اسی پرانتہا ٹھہرے

الٰہی ذرہ خاک نجف ہوں بوترابی ہوں   کوئی پر جا، کوئی راجہ۔کوئی ظل ہما ٹھہرے۔

منشی پیارے لال تخلص رونق دہلوی

رونق سخن کومیرے نہ حاصل ہوں کیوں شرف۔   مداح ہوں جناب رسالت مآبؐ کا

تم وہ ہوچرخ رسالت کے درخشاں آفتاب   نورعالمتاب کا جس کے نہیں کوئی جواب

دیکھ کر بزم جہاں میں رنگ حسن انتخاب　　شرم سے خورشید محشر ہے لئے منہ پہ نقاب

تم وہ ہو ظلمت مٹادی دم میں کفر وشرک کی　　مشغل توحید کی سب کو دکھا کر روشنی

حاصل شرف ہے کسی کو خدا کی جناب کا　　ہمسر ہے کون شان رسالت مآب کا

عاشق ہوں اس جناب رسالت مآب کا　　کونین ایک ذرہ ہے جس کی جناب کا۔

بحضور خیرالانامؐ

ادب سیتا پوری

محمدؐ ایک فرقے کے نہیں ہیں　　محمدؐ سب کے ہیں اور بالیقین ہیں

ادب لائے نہ کیوں ایمان انؐ پر　　محمدؐ رحمۃ للعالمین ہیں

ہری چند اختر

کس نے ذروں کو اُٹھایا اور صحرا کر دیا۔　　کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں اس کے نام پر　　اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

شوکت مغرور کا کس شخص نے توڑا طلسم منہدم　　کس نے الٰہی قیصر کسریٰ کر دیا

کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دُر یتیم　　اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا

کہہ دے لاتقنطو اختر کس نے کان میں　　اور دل کو سر بسر محوِ تمنا کر دے

سات پردوں میں چھپا بیٹھا تھا حسن کائنات　　اب کسی نے اس کو عالم آشکارا کر دیا۔

آدمیت کا عرض سامان مہیا کر دیا　　اک عربؐ نے آدمی کا بول بالا کر دیا

رانا بھگوان داس

شمع انور

السلام اے شمع انور جہان السلام آئینہ دارٗ کن مکان

السلام اے سیدٗکون ومکان السلام اے واقفٗ سر نہاں

السلام اے خواجہ، پیغمبران السلام اے مظہر رب جہاں

السلام اے مالکٗ دوجہاں السلام اے راز دارٗکن فکان

السلام اے محسن نوع بشر السلام اے نکتہ حسن جہاں

السلام اے شہر یارٗدین حق السلام اے خسرو نورانیاں

السلام اے جان بھگوان السلام السلام اے سجدہ عاشقاں

۲) نبی مکرم شہنشاہ عالی بہ اوصاف ذاتی وشان کمالی

جمال دو عالم تیری ذات عالی دو عالم کی رونق تری خوش جمالی

خدا کا جو نائب ہوا ہے یہ انسان یہ سب کچھ تیری مسودہ خصالی

تو فیاض عالم ہے داتائے اعظم مبارک تیرے در کا ہر ایک سوالی

نگاہ کرم ہو نواسوں کا صدقہ تیرے در پہ آیا ہوں بن کر سوالی

میں جلوے کا طالب ہوں اے جان عالم دکھادے دکھادے وہ شان جمالی

تیرے آستانے پہ میں جان دونگا نہ جاؤں جاؤں نہ جاؤں گا خالی

تجھے واسطہ حضرت فاطمہؓ کا میری لاج رکھ لے دوعالم کے والی

نہ مایوس ہونا یہ کہتا ہے بھگوان کہ وجود محمدؐ ہے سب سے نرالی

محمد ﷺ کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا قابلِ فخر چیز ہے۔

ہم اس موقع پر صرف ان تصنیفات کا مختصر سا نقشہ درج کرتے ہیں۔ جو بہ تخصیص آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں یا اسلام کے اصول عقائد پر لکھی گئیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

نمبر	نام مصنف	وطن	نام تصنیف
۱۔	ڈاکٹر وایٹ	انگلستان	بیمٹن سرمنز اسلام اور پیغمبر اسلام
۲۔	گارڈ فری ہگنس، ایم، آر، اے، ایس	انگلستان	آپالوجی
۳۔	ڈاکٹر جے اے مولر	ً	اسلامزم
۴۔	گارسن ڈی ٹاسی	فرانس	اسلام وقرآن
۵۔	اڈورد لین	انگلستان	انتخابات القرآن
۶۔	ڈاکٹر ویل	جرمن	محمدؐ پیغمبر
۷۔	کارلائل		ہیروز اینڈ ہیروز شپ
۸۔	کوسن ڈی برسیوال	فرانس	تاریخ عرب
۹۔	واشنگٹن اروِنگ	انگلستان	سیرتِ محمدؐ
۱۰۔	ڈاکٹر اسپرنگر	جرمن	سیرتِ محمدؐ
۱۱۔	وان کریمر	رومن	
۱۲۔	مضمون نگار نیشنل ریویو	انگلستان	مضمون "محمدؐ"
۱۳۔	ڈوزی	ہولینڈ	تاریخ اسلام
۱۴۔	مضمون نگار نیشنل ریویو	انگلستان	بزرگ ترین عرب
۱۵۔	ڈی لین	ً انگلستان	سیرت محمدؐ
۱۶۔	میور	ً	سیرت محمدؐ
۱۷۔	برتھالمی سینٹ ہلیر	فرانس	محمدؐ وقرآن

۱۸۔	نولدیکی	جرمن	مضامین قرآن و اسلام
۱۹۔	دوشیف مضمون نگار برٹش کوارٹرلی ریویو	انگلستان	اسلام
۲۰۔	مضمون نگار برٹش کوارٹرلی ریویو	انگلستان	محمدؐ
۲۱۔	جولیس چارلس	فرانس	تاریخ بانی اسلام
۲۲۔	مضمون نگار کانٹمپریری ریویو	انگلستان	محمدؐ اور اسلام
۲۳۔	باسورتھ اسمتھ		محمدؐ اور اسلام
۲۴۔	سیدیو	فرانس	تاریخ عرب
۲۵۔	ولهوسن	جرمن	تبصرہ برواقدی
۲۶۔	اہل کراہل	جرمنی	سیرتِ محمدؐ
۲۷۔	گولڈزہر		مطالعہ اسلام
۲۸۔	رینان	فرانس	تاریخ مذاہب
۲۹۔	ایچ گریم	ہالینڈ	سیرتِ محمدؐ
۳۰۔	ہنری کاستری	فرانس	اسلام پر خیالات
۳۱۔	ایف بوہل	ہالینڈ	سیرتِ محمدؐ
۳۲۔	والسٹن	انگلینڈ	آدھ گھنٹہ محمدؐ کے ساتھ۔
۳۳۔	مارگالیتھ	انگلینڈ	محمدؐ
۳۴۔	کوئل	انگلینڈ	محمدؐ اور اسلام

آنحضرت ﷺ کو اصلاح اخلاق اور سوسائٹی کے متعلق جو کامیابی ہوئی اس کے اعتبار سے آپؐ انسانیت کا محسن اعظم یقین کرنا پڑتا ہے۔

و اذ قال لقومه يقوم لم توذونني و قد تعلمون اني رسول الله اليكم ط فلما زاغو ازاغ الله

قلوبهم ط واللہ لا یھدی القوم الفٰسقین . و اذ قال عیسی ابن مریم یبنی اسرآ یل انی رسول اللہ الیکم مصد قالماً بین یدی من التورھة و مبشراًبرسول یاتی من بعدی اسمه احمدط فلما جآ ھم بالبینٰت قالو ھذا سحر مبین

ترجمہ:۔ اور جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔ کہ اے میری قوم مجھ کو کیوں ایذا پہنچاتے ہوحالانکہ تم کومعلوم ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ پھر جب اِس فرمائش پر بھی وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اور زیادہ ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا معمول کہ وہ ایسے نافرمانوں کو ہدایت کی توفیق ہی نہیں دیتے اور (اسی طرح وہ وقت بھی قابل تذکرہ ہے) جب کہ عیسیٰ ابن مریم نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ مجھ سے جو پہلے تورات آچکی ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام مبارک احمد ﷺ ہوگا میں ان کی بشارت دینے والا ہوں پھر جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو وہ لوگ ان دلائل یعنی معجزات کی نسبت کہنے لگے یہ صریح جادو ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم میری رسالت کی سچائی جانتے ہو؟ پھر کیوں میرے درپے آزار ہو؟ اس میں گویا ایک طرح آنحضورﷺ کو تسلی دی جاتی ہے چنانچہ آپ کو بھی جب ستایا جاتا تو فرماتے کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحمت نازل فرمائے ان کو اس سے زیادہ پریشان کیا گیا۔ لیکن پھر بھی صابر رہے اور ساتھ ہی اس میں مومنوں کو ادب سکھایا جارہا ہے کہ وہ اللہ کے نبیﷺ کو ایذا نہ پہنچائیں ایسا نہ کریں جس سے آپ کا دل میلا ہو جیسے اور جگہ ہے لاتکونو کا الذین اذوا موسیٰ ۔۔۔(سورة احزاب ٦٩) ایمان والو تم ایسے نہ ہونا جیسے موسیٰ علیہ السلام کو ایذا دینے والے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ذی عزت بندے کو ان کی افترا پردازیوں سے پاک کیا پس جب کہ یہ لوگ باوجود علم کے اتباع حق سے ہٹ گئے اور ٹیڑھ چلنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان

کے دل ہدایت سے ہٹا دیئے چنانچہ وہ شک وحیرت میں پڑ گئے جیسے اور جگہ ہے ونقلب افئد تھم (سورہ انعام ۱۰۰) یعنی ہم ان کے دل اور آنکھیں الٹ دیں گے جس طرح یہ ہماری آیتوں پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے اور ہم انہیں ان سرکشی کی حالت میں چھوڑ دیں گے۔ جس میں سرگرداں رہیں گے اور جگہ ہے ومن یشاقق الرسول (سورہ نسأ ۱۱۵) جو رسول کی مخالفت کرے ہدایت ظاہر ہونے کے بعد اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی کی تابعداری کرے ہم اسے اسی طرف متوجہ کریں گے جس طرف وہ متوجہ ہوا ہے اور بالآخر اسے ہم جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بہت بری جگہ ہے یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فاسقوں کی رہنمائی نہیں کرتا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خطبہ بیان ہوتا ہے جو آپ نے بنی اسرائیل میں پڑھا تھا جس میں فرمایا تھا کہ تورات میں میری خوشخبری دی گئی تھی اور اب میں تمہیں اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی پیش گوئی سنا تا ہوں جو نبی عربی امی مکی احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور حضرت محمد ﷺ کل انبیا اور مرسلین کے خاتم ہیں آپ کے بعد نہ تو کوئی نبی آئے گا اور نہ رسول۔ نبوت اور رسالت سب آپ پر من کل الوجوہ ختم ہوگئی۔ صحیح بخاری میں ایک نہایت پاکیزہ حدیث ہے جس میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا میرے بہت سے نام ہیں محمد ﷺ احمد، ماحی جس کی وجہ اللہ تعالیٰ نے کفر کو مٹایا اور میں حاشر ہوں جس کے قدموں پر لوگوں کا حشر کیا جائے گا اور میں عاقب ہوں یہ حدیث مسلم شریف میں بھی ہے ابوداؤد میں ہے کہ حضور ﷺ نے ہمارے سامنے اپنے بہت سے نام بیان فرمائے جو ہمیں محفوظ رہے ان میں چند یہ ہیں فرمایا میں محمدؐ ہوں میں احمد ہوں۔ میں حاشر ہوں میں مقفی ہوں میں نبی الرحمت ہوں میں نبی التوبہ ہوں میں نبی الملحمہ ہوں یہ حدیث بھی صحیح مسلم شریف میں ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ الذین یتبعون الرسول النبی الأمی الذی یجدونہ مکتوباً عندھم فی التوراۃ والِانجیل (سورہ اعراب ۱۵۷) جو پیروی کرتے ہیں اس رسول نبی امی کی جنہیں اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں تورات میں بھی اور انجیل میں بھی۔ اور جگہ فرمان ہے۔ اذاخذ اللہ میثاق النبین (سورہ آل عمران ۸۱)

اللہ تعالیٰ نے جب نبیوں سے عہد لیا کہ جب کبھی میں تمہیں کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس میرا رسول آئے جو اسے پہنچاتا ہو جو تمہارے ساتھ تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی ضرور مدد کرو گے۔ کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد لیتے ہو؟ سب نے کہا ہمیں اقرار ہے فرمایا بس گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کوئی نبی اللہ تعالیٰ نے ایسا مبعوث نہیں فرمایا جس سے یہ اقرار نہ لیا ہو کہ ان کی زندگی میں اگر حضرت محمد ﷺ مبعوث کئے جائیں تو وہ آپ کی تابعداری کرے بلکہ ہر نبی علیہ السلام سے یہ وعدہ لیا جاتا رہا کہ وہ اپنی امت سے بھی یہ عہد لے لیں ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو یقیناً معلوم تھا کہ آنحضور ﷺ کب مبعوث ہوں گے اور آپ کے دور میں کوئی نبی نہ ہوگا تاہم محض آنحضور ﷺ کی اہمیت اور آپؐ کی عصمت کو ظاہر کرنے کے لئے انبیاؑ علیہم السلام سے یہ عہد لیا جاتا رہا اور مزید اس میں مقصود یہ تھا کہ حضرات انبیاؑ کی وساطت سے ان کی امتوں سے عہد لیا جائے اور معلوم ہے کہ امتیں تو اب بھی بہت سے انبیاؑ علیہم السلام کی موجود ہیں ایک مرتبہ صحابہؓ نے دریافت کیا کہ آپ ﷺ ہمیں کچھ اپنے بارے میں بتائیے آپؐ نے فرمایا میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری ہوں میری والدہ کی جب پاؤں بھاری ہوئی یعنی حمل کا استقرار ہوا تو خواب میں دیکھا کہ گویا ان میں سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے شہر بصرہ کے محلات چمک اٹھے (ابن اسحٰق) اس کی سند عمدہ ہے اور دوسری سندوں سے۔ اس کے شواہد بھی ہیں مسند احمد میں ہے میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین تھا درآنحالیکہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں گندے ہوئے تھے تمہیں اس کی ابتدا سناؤں میں والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں انبیاؑ کی والدہ عموماً اسی طرح کے خواب دیکھتی ہیں۔

تفسیر ابن کثیر

رسول ﷺ کی عظمت اور نجاشی بادشاہ

مسند احمد میں اور سند میں بھی اسی کی قریب روایت ہے مسند کی روایت ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نجاشی بادشاہ حبشہ کے ہاں بھیج دیا تھا ہم تقریباً اسّی آدمی تھے ہم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت جعفرؓ حضرت عبداللہ بن روحہؓ حضرت عثمان بن مظعونؓ حضرت ابوموسیٰ وغیرہ بھی تھے ہمارے یہاں پہنچنے پر قریش نے یہ خبر پا کر ہمارے پیچھے اپنی طرف سے بادشاہ کے پاس دو سفیر بھیجے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید ان کے ساتھ دربار شاہی کے لئے تحفے بھی بھیجے جب یہ آئے تو انہوں نے بادشاہ کے سامنے سجدہ کیا پھر دائیں بائیں گھوم کر بیٹھ گئے پھر اپنی درخواست پیش کی کہ ہمارے کنبے قبیلے کے چند لوگ ہمارے دین کو چھوڑ کر ہم سے بگڑ کر آپ کے ملک میں چلے آئے ہیں ہمارے قوم نے اس لئے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کر دیجئے نجاشی نے پوچھا وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا یہیں اسی شہر میں ہیں حکم دیا کہ انہیں حاضر کرو چنانچہ یہ مسلمان صحابہؓ دربار میں آئے ان کے خطیب اس وقت حضرت جعفرؓ تھے باقی لوگ ان کے ماتحت تھے جب یہ آئے تو انہوں نے سلام کیا لیکن سجدہ نہیں کیا درباریوں نے کہا تم بادشاہ کے سامنے سجدہ کیوں نہیں کرتے؟ جواب ملا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو سجدہ نہیں کرتے پوچھا گیا کیوں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول ﷺ ہماری طرف بھیجا اور اس رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ نہ کریں اور حضور ﷺ نے حکم دیا کہ ہم نمازیں پڑھیں زکوٰۃ ادا کرتے رہیں اب عمرو بن عاص سے نہ رہا گیا کہ ایسا نہ ہو ان باتوں کا اثر بادشاہ پر پڑے درباریوں اور خود بادشاہ کو بھڑکانے کے لئے وہ بیچ میں بول پڑا کہ حضور ان کے اعتقاد حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں آپ لوگوں سے بالکل مخالف ہیں۔ اس پر بادشاہ نے پوچھا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا ہمارا عقیدہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں ہمیں تعلیم فرمایا کہ وہ کلمۃ اللہ ہیں روح اللہ ہیں جس روح کو اللہ تعالیٰ نے کنواری

مریم بتول کی طرف القا کیا جو کنواری تھیں کسی انسان نے ہاتھ نہیں لگایا تھا نہ انہیں بچہ ہونے کا کوئی موقعہ تھا بادشاہ نے یہ سن کر زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا اے حبشہ کے لوگو ارے واعظو، عالمو اور درویشو انکا اور ہمارا اس بارے میں ایک ہی عقیدہ ہے خدا کی قسم ان کے اور ہمارے عقیدہ میں اس تنکے جتنا بھی فرق نہیں اے جماعت مہاجرین تمہیں مرحبا ہو! اور اس کے رسول ﷺ کو مرحبا ہو جن کے پاس سے تم آئے ہو میری گواہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ﷺ ہیں، وہی ہیں جن کی پیشن گوئی ہم نے انجیل میں پڑھی ہے اور یہ وہی ہیں جن کی بشارت ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے میری طرف سے تمہیں عام اجازت ہے جہاں چاہو رہو سہو خدا کی قسم اگر ملک کے اس جھنجھٹ سے میں آزاد ہوتا تو میں قطعاً حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ ﷺ کی جوتیاں اٹھاتا آپ کی خدمت کرتا اور آپ کو وضو کراتا اتنا کہہ کر حکم دیا کہ یہ دونوں قریشی جو تحفہ لے کر آئے ہیں وہ انہیں واپس کر دیا جائے ان مہاجرین کرام میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود تو جلدی ہی حضور ﷺ سے آملے جنگ بدر میں بھی آپ نے شرکت کی اس شاہ حبشہ کے انتقال کی خبر جب حضور ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگی یہ پورا واقعہ حضرت جعفرؓ اور حضرت ام سلمہؓ سے منقول ہے تفسیری موضوع سے چونکہ یہ الگ چیز ہے اس لئے ہم نے اسے یہاں مختصراً ذکر کر دیا ہے مزید اس کی تفصیل سیرت کی کتابوں میں ملاحظہ ہو ہمارا مقصود یہ ہے کہ حضور ﷺ کی بابت اگلے انبیأ کرام علیہم السلام برابر پیش گوئیاں کرتے رہے اور اپنی امت کہ اپنی کتاب میں سے آپ کی صفتیں سناتے رہے اور آپ کی اتباع اور نصرت کا انہیں حکم کرتے رہے۔ ہاں آپ کے امر نبوت کی شہرت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کے بعد ہوئی جو تمام انبیأ کے باپ تھے اسی طرح مزید شہرت کا باعث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوئی جس حدیث میں آپ نے سائل کے سوال پر اپنے امر نبوت کی نسبت دعا خلیل علیہ السلام نوید مسیح علیہ السلام کی طرف کی ہے۔ اس سے یہی مراد ہے ان دونوں کے ساتھ

آپ کا اپنی والدہ محترمہ کے خواب کا ذکر کرنا اس لئے تھا کہ اہل مکہ میں آپ کی شروع سے شہرت کا باعث یہ خواب تھا۔ اللہ تعالیٰ عزوجل آپ پر بے شمار درود رحمت بھیجے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ باوجود اس قدر شہرت اور باوجود انبیاءؑ کی متواتر پیشگوئیوں کے بھی جب آپؐ روشن دلیلیں لے کر آئے تو مخالفین نے اور کافروں نے کہا کہ یہ تو صاف صاف جادو ہے۔

تفسیر ابن کثیر

بڑے مرتبے والے انبیاء

والتین والزیتون و طور سینین و ھذالبلد الامین

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی تین سے مراد کسی کے نزدیک تو مسجد دمشق ہے کوئی کہتا ہے خود دمشق مراد ہے کسی کی نزدیک دمشق کا ایک پہاڑ مراد ہے بعض کہتے ہیں کہ اصحاف کہف کی مسجد مراد ہے کوئی کہتا ہے جودی پہاڑ پر جو مسجد نوح ہے وہ مراد ہے بعض کہتے ہیں کہ انجیر مراد ہے۔

زیتون سے کوئی کہتا ہے مسجد بیت المقدس مراد ہے کسی نے کہا وہ زیتون جسے نچوڑتے ہو طور سینین وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خدا تعالیٰ نے کلام کیا تھا اور بلد امین سے مراد مکہ مکرمہ ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں ۔ بعض کا قول یہ ہے کہ یہ تینوں وہ جگہیں ہیں جہاں تین اولوالعزم صاحب شریعت پیغمبر علیہ السلام بھیجے گئے ہیں تین سے مراد تو بیت المقدس ہے جہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا اور طور سینین سے مراد طور سینا ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام بن عمران سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا تھا اور بلد امین سے مراد مکہ مکرمہ ہے جہاں ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے تورات کے آخر میں بھی ان تینوں جگہوں کا نام ہے اس میں ہے کہ طور سینا سے اللہ تعالیٰ آیا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وہاں پر اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور ساعیر یعنی بیت المقدس کے پہاڑ سے اس نے نور چمکایا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہاں بھیجا اور فاران کی چوٹیوں پر

وہ بلند ہوا یعنی مکہ کے پہاڑوں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا پھر ان تینوں زبردست بڑے مرتبے والے پیغمبروں کی زبان سے ترتیب بیان کر دی

(تفسیر ابن کثیر)

آپ ﷺ کے بچپن کے دلچسپ واقعات

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ بڑی جرأت سے رسول اللہ ﷺ سے وہ باتیں پوچھ لیا کرتے تھے جسے دوسرے نہ پوچھ سکتے تھے۔ایک مرتبہ سوال کیا۔کہ یا رسول اللہ ﷺ نبوت میں سب سے پہلے آپ نے کیا دیکھا آپؐ سنبھل بیٹھے اور فرمانے لگے ابو ہریرہؓ میں دس سال کچھ ماہ کا تھا۔جنگل میں کھڑا تھا کہ میں نے اوپر آسمان کی طرف سے کچھ آواز سنی کہ ایک شخص دوسرے سے کہہ رہا ہے کیا یہی وہ ہیں؟ اب وہ شخص میرے سامنے آئے جن کے منہ ایسے منور تھے کہ میں نے ایسے کبھی نہیں دیکھے اور ایسی خوشبوئیں آرہی تھیں کہ میرے دماغ نے ایسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی اور ایسے کپڑے پہنے ہوئے تھے کہ میں نے کبھی کسی پر ایسے کپڑے نہیں دیکھے اور آکر انہوں نے میرے دونوں بازو تھام لئے لیکن مجھے یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ کوئی میرے بازو تھامے ہوئے ہیں پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ انہیں لٹا دو چنانچہ اس نے لٹا دیا لیکن اس میں بھی نہ مجھے تکلیف ہوئی نہ محسوس ہوا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کا سینہ شق کر دو چنانچہ میرا سینہ چیر دیا لیکن نہ تو مجھے اس سے کچھ دکھ ہوا نہ میں نے خون دیکھا پھر کہا اس میں سے غل و غش حسد و بغض سب نکال دو چنانچہ اس نے ایک خون بستہ جیسی کوئی چیز نکالی اور اسے پھینک دیا پھر اس نے کہا اس میں رأفت و رحمت رحم و کرم بھر دو پھر ایک چاندی جیسی چیز نکال لی تھی اتنی بھر دی۔پھر میرے دائیں پاؤں کا انگوٹھا ہلا کر کہا جائیے اور سلامتی سے زندگی گزاریئے اب جو میں چلا تو میں نے دیکھا کہ ہر چھوٹے پر میرے دل میں رقت ہے۔اور ہر بڑے

پر رحمت ہے۔(مسند احمد)

محمد ﷺ کی امتیازی حیثیت

ابن کثیر کی الم نشرح کی تفسیر میں فرماتے ہیں یعنی ہم نے تیرے سینے کو منور کر دیا چوڑا کشادہ کر دیا (شرح صدر دراصل ایک کیفیت ہے۔ جو صوفیا کے یہاں نہایت مقبول اور بلند نسبت کا نام ہے۔شرح صدر کا مطلب خدا کی دی ہوئی شریعت کے کل جزو پر اس طرح اطمینان کہ قلب میں ادنیٰ درجہ کا تامل باقی نہ رہے۔ یہ ہمارے آقا نامدار ﷺ کا
مرتبہ ہے کہ آپ ﷺ کو یہ کیفیت بلا طلب عطا ہوئی جب کہ موسیٰ علیہ السلام کو سوال پر دی گئی تھی۔)اور پھر فرمان ہے کہ ہم نے تیرا بوجھ اتار دیا یہ اس معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادیئے۔ اور ہم نے تیرا ذکر بلند کیا حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں یعنی جہاں میرا ذکر کیا جائے وہاں تیرا ذکر کیا جائے گا جیسے اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ قتادہؒ فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں آپؐ کا ذکر بلند کر دیا۔کوئی خطیب کوئی واعظ کوئی کلمہ گو کوئی نمازی ایسا نہیں جو اللہ کی وحدانیت کا اور آپؐ کی رسالت کا کلمہ نہ پڑھتا ہو ابن جریر میں ہے۔کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کہ میں آپ کا ذکر کیسے اور کس طرح بلند کروں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی کو کامل علم ہے فرمایا جب میں ذکر کیا جاؤں تو آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا۔ابن ابی حاتم میں ہے۔کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔میں نے اپنے رب سے ایک سوال کیا لیکن نہ کرتا تو اچھا ہوتا۔میں نے کہا کہ اللہ مجھ سے پہلے نبیوں میں سے کسی کے لئے ہوا کو تابعدار کر دیا تھا کسی کے ہاتھوں مردوں کو زندہ کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کیا تجھے میں نے یتیم پاکر جگہ نہیں دی؟ میں نے کہا بے شک۔ فرمایا راہ گم کردہ پاکر میں نے تجھے ہدایت نہیں کی؟ میں نے کہا بے شک۔فرمایا فقیر پاکر غنی نہیں کر دیا؟ میں نے کہا بے شک۔فرمایا کیا میں نے تیرا سینہ کھول

نہیں دیا میں نے کہا بے شک ۔فرمایا کیا میں نے تیرا ذکر بلند نہیں کیا؟ میں نے کہا بے شک کیا ہے۔
ابونعیم دلائل نبوت میں لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میں فارغ ہوا اس چیز سے جس کا حکم مجھے میرے رب عزوجل نے کیا تھا آسمان اور زمین کے کام سے تو میں نے کہا خدایا مجھ سے پہلے جتنے انبیاً ہوئے ان سب کی تو نے تکریم کی ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑوں کو مسخر کیا سلیمان علیہ السلام کے لئے ہواؤں کو تابعدار بنایا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ مردے زندہ کرائے ہیں پس میرے لئے کیا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں تجھے ان سب سے افضل چیز نہیں دی؟ کہ میرے ذکر کے ساتھ تیرا ذکر بھی کیا جاتا ہے اور میں تیری امت کے سینوں کو ایسا کردیا۔ کہ وہ قرآن کو ظاہراً پڑھتے ہیں یہ میں نے کسی اگلی امت کو نہیں دیا اور میں نے تجھے عرش کے خزانوں میں سے یہ خزانہ دیا جو لاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم ہے۔ ابن عباس اور مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اذان ہے یعنی اذان میں آپ کا ذکر ہے جس طرح حسان کے شعروں میں ہے۔
(تفسیر ابنِ کثیر)

اغر علیه للنبوّة خا تم　　　　من الله من نورٍیّلوح و یشهد
وضم اِلالٰه اسم النّبیّ الی اسمه　　　　اذا قال فی الحمس المؤذن اشهد
و شقّ له من اسمه لیجله　　　　فذو العرش محمو د وّ هٰذا محمد

یعنی اللہ تعالیٰ نے مہر نبوت کو اپنے پاس کا ایک نور بنا کر آپ پر چمکادی جو آپ کی رسالت کی گواہ ہے اپنے نام کے ساتھ اپنے نبی صلی اللہ علیہ کا نام ملا لیا۔ جب کہ پانچوں وقت مؤذن اشھد ۔۔۔ کہتا ہے آپ کی عزت وجلال کے اظہار کے لئے اپنے نام سے آپ کا نام نکالا۔ دیکھو عرش والا محمود ہے اور آپ محمد ﷺ ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ اگلوں پچھلوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر بلند کیا اور تمام انبیاً علیہم السلام سے روز میثاق میں عہد لیا گیا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور اپنی اپنی امتوں کو بھی آپ

پر ایمان لانے کا حکم کریں۔ پھر آپ کی امت آپ کے ذکر کو مشہور کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جائے صرصریؒ نے کتنی اچھی بات بیان فرمائی ہے فرماتے ہیں کہ فرضوں کی اذان صحیح نہیں ہوتی مگر آپ کے پیارے اور میٹھے نام سے جو پسندیدہ اور اچھے منہ سے ہو اور فرماتے ہیں کہ تم نہیں دیکھتے کہ ہماری اذان اور ہمارا فرض صحیح نہیں ہوتا جب تک آپ کا ذکر بار بار نہ آئے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ تکرار و تاکید کے ساتھ دو دو دفعہ فرماتا ہے کہ سختی کے ساتھ آسانی و دشواری کے ساتھ سہولت ہے۔

(تفسیر ابن کثیر)

محمد ﷺ کی عظمت کے مختلف پہلو

ڈاکٹر محمد اسرار (بانی تنظیم اسلامی)

نبی کریم ﷺ کی شخصیت کے مختلف پہلو ہیں ایک تو آپؐ کا مقام و مرتبہ اور آپؐ کی عظمت بحیثیت نبی ہے اور ایک آپؐ کی عظمت اور آپؐ کا مقام رفیع و بلند بحیثیت انسان ہے پھر انسان کی حیثیت سے بھی ایک پہلو روحانیت کا ہے یعنی آپ ﷺ کا مقام و مرتبہ روحانی اعتبار سے اور دوسرا پہلو انسانی معاملات کا ہے جن میں انسان اپنی زندگی کے دوران لامحالہ گزرتا ہے اور مختلف حیثیتوں سے اس دنیا میں کام کرتا ہے عظمت محمدیؐ کے یہ جو مختلف پہلو ہیں ان میں بعض پہلوؤں کے اعتبار سے یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ آپ ﷺ کی عظمت کا بیان تو در کنار اس کا ادراک و شعور اور فہم بھی ہمارے لئے ناممکنات میں سے ہے سادہ سی مثال ہے کہ ایک معالج، ڈاکٹر یا حکیم کا اپنے فن میں کیا مقام و مرتبہ ہے ظاہر ہے

اسے صرف کوئی ڈاکٹر، حکیم یا معالج ہی جان سکتا ہے اسی طرح ایک انجینئر کا اپنے فن میں کیا مقام و مرتبہ ہے ظاہر ہے اس سے کوئی انجینئر ہی واقف ہوسکتا ہے لہٰذا ایک نبی کی حیثیت سے نبی اکرم ﷺ کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟ یہ صرف کسی نبی کے لئے ممکن ہے کہ اس کا اندازہ کر سکے۔ کسی غیر نبی کے لیے یہ محال عقلی ہے مزید برآں کسی انسان کا کسی ادارے یا فرم میں کیا مقام و مرتبہ ہے اس کا صحیح تعین وہی شخص کر سکتا ہے جو اس ادارے میں اس سے بالاتر ہو اس لئے کہ نیچے والا تو اوپر کی طرف صرف دیکھے گا اس کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ اپنے سے بلند مقام کے حامل شخص کا اصل مقام و مرتبہ معین کر سکے۔ ظاہر بات ہے نبی اکرم ﷺ سے بالاتر مقام کسی نبی کا نہیں لہٰذا کسی نبی کے لیے بھی محال عقلی ہے کہ حضور ﷺ کے اصل مقام و مرتبہ کو سمجھ سکے کجا یہ کہ کوئی عام انسان اور غیر نبی حضور ﷺ کے مقام کا تعین کرے۔ اسی طرح روحانی اعتبار سے حضور ﷺ کا مقام کیا ہے؟ ظاہر بات ہے ہم جیسے لوگوں کے لیے اس کا ادراک وشعور ممکن نہیں۔

میں سمجھتا ہوں بڑے بڑے صوفی اور بڑے سے بڑے ولی اللہ کے لیے بھی ممکن نہیں ہے کہ حضور ﷺ کے روحانی مقام کا پورا پورا ادراک کر سکے۔

ان دونوں پہلوؤں سے جب ہماری عقلیں، ہمارا فہم اور شعور وادراک عاجز ہے تو اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اس کو بیان کرنے کی کوشش کرنا بھی بہت بڑی خطا ہے یہ بڑی خطا کس اعتبار سے ہے؟ ایک سادہ سی مثال سے بات سمجھ میں آجائے گی۔ کسی دیہاتی کی کوئی مشکل تھی جسے کسی شہری بابو نے حل کر دیا۔ وہ شہری ڈپٹی کمشنر تھا، لیکن اس دیہاتی نے اسے دعا دی کہ خدا تجھے پٹواری بنا دے۔ اس لیے کہ اس دیہاتی کے نزدیک تو سب سے بڑا عہدہ اور سب سے زیادہ صاحب اختیار ہستی پٹواری کی تھی۔ کیونکہ اس کی ذرا سی جنبش قلم سے زمین کسی اور کے نام ہو جاتی ہے۔ اور اسی کے قلم کے جنبش سے مالیانہ معاف ہو جاتا ہے اس کاشت کار اور دیہاتی سے متعلق سارے اختیارات تو پٹواری کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اسے کیا معلوم کہ پٹواری سے لے کر ڈپٹی کمشنر تک کتنے عہدے درمیان میں ہیں اور وہ شخص کس بلند

مقام پر فائز ہے جسے وہ دیہاتی پٹواری بننے کی دعا دے رہا ہے چنانچہ اگر ہم حضور ﷺ کے مقامات عالیہ کو بیان کرنے کی کوشش کریں گے تو شدید خطرہ ہے کہ ہم حضور ﷺ کی توہین کے مرتکب ہو جائیں۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کے مقام کا کما حقہ، بیان ممکن نہیں اور جب کما حقہ بیان ممکن نہیں ہے تو ہم اپنے تصور کے مطابق بیان کریں جو حضور ﷺ کے اصل مقام و مرتبہ سے بہت کمتر ہوگا۔ اور اسی کا نام توہین ہے۔ شیخ سعدیؒ نے نہایت سادگی کے ساتھ اس ساری بحث کو ایک رباعی میں سمو دیا ہے۔

یا صاحب الجمال و یا سیّد البشر

من وجھک المنیر لقدنوّر القمر

لا یمکن الثنأ کما کان حقہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر

خضور ﷺ کی ثنا کا جتنا حق ہے وہ ہمارے لئے ممکن ہی نہیں ہے لہٰذا لا یمکن الثنأ کما کان حقہ ہمیں بس یہ کہہ کر اس بات کے دامن میں پناہ لینی ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ اللہ کے بعد آپ ہی ہستی عظیم ترین و بلند ترین ہے۔ ہم اسے کس طرح اور کیا بیان کریں؟ ہمارا تصور بلکہ ہمارا تخیل بھی سرنگوں ہے کہ وہ اس بلند و رفیع مقام کا ادراک اور شعور کر سکے۔ اسی بات کو نہایت خوبصورت انداز میں غالب نے اس طرح بیان کیا ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بیزدان گزاشتیم

کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

کہ ہم نے آنخضور ﷺ کی ثنا کو خدا (یزداں) کے حوالے کر دیا ہے ہم اس کی کوشش ہی نہیں کرتے اس لئے کہ وہی ذاتِ پاک ہے جو محمد ﷺ کے اصل مقام و مرتبہ سے واقف ہے۔

عظمت مصطفیٰ ﷺ کے قابل ادراک پہلو

میں نے دو اعتبارات سے آنحضور ﷺ کی عظمت اور آپؐ کے مقام و مرتبہ کو اپنے بیان کے دائرے سے بلند و بالا، اعلیٰ و ارفع اور اس اعتبار سے خارج قرار دیا ہے البتہ ہماری سمجھ میں حضور ﷺ کی عظمت کا جو پہلو آسکتا ہے وہ ہے آپؐ کی عظمت بحیثیت انسان. لیکن اگر اس کا بھی تجزیہ کریں گے تو بحیثیت انسان بھی آپؐ کی عظمت کے بے شمار پہلو ہیں مثلاً حضور ﷺ کی حیثیت اور آپؐ کا مرتبہ و مقام بحیثیت ایک سپہ سالار کیا تھا۔ بڑے بڑے فوجی جرنیلوں سے پوچھیے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے مختلف غزوات میں جو جنگی حکمت عملی اختیار فرمائی۔ اس میں آپؐ نے کس مہارت کا ثبوت دیا۔

حالانکہ جنگ بدر سے پہلے آپؐ نے کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا جنگ بدر سے پہلے آپؐ نے چند مہمات میں شرکت کی باضابطہ جنگ کی نوبت ہی نہیں آئی۔ لیکن دنیا دنگ ہے کہ جنگ کی مہارت اور اس کی حکمت عملی کو مرتب و معین کرنے میں آپؐ نے کس درجے صلاحیت و قابلیت کا ثبوت دیا۔ پھر کسی سے صلح کرنی ہوتی تو صلح کی گفت و شنید (negotiation) میں آپؐ نے کس مہارت، کیسی واقفیت اور کیسی اہلیت کا مظاہرہ فرمایا۔ صلح حدیبیہ ہو، میثاق مدینہ ہو، یا اس سے بھی یثرب کے مختلف طبقات کو آپس میں جمع کرنے کے لئے آپؐ نے جو معاہدہ فرمایا۔ ان معاہدات کا مطالعہ کیجئے عقلیں دنگ رہ جائیں گی۔

ایک قاضی القضاۃ کی حیثیت سے آپ ﷺ کا مقام کیا ہے؟ آج بھی اس دنیا میں قضا (Judiciary) کے سلسلے میں جس قدر اصول اختیار کیے گئے ہیں وہ سب کے سب رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ ہیں مثلاً کسی بھی مقدمے میں ایک فریق کی بات سن کر فیصلہ نہ کیا جائے جب تک کہ فریق ثانی کو بھی سن نہ لیا جائے۔ یہ اصول آپؐ کا بیان کردہ ہیں۔ شک کا فائدہ ملزم کو دیا جائے گا الزام لگانے والے کو نہیں۔ یہ فیصلہ محمد ﷺ کا ہے۔ اسی طرح یہ اصول
آپ ﷺ نے بنایا ہے کہ کسی بے گناہ کو سزا نہ ملے عالمی سطح پر پورا عدالتی نظام انہی اصولوں پر قائم ہے۔

اس سے ذرا نیچے اتریئے۔ حضورﷺ کا بحیثیت باپ کردار کیا تھا؟ یہ حضرت فاطمہؓ سے پوچھئے حضور ﷺ بحیثیت شوہر کردار کیا تھا اور آپؐ کی کیا عظمت تھی؟ یہ حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، اور حضرت اُم سلمیٰؓ سے پوچھئے پھر یہ کہ ایک داماد ہونے کے اعتبار سے آپ کا کیا کردار تھا یہ حضرت عمرو ابوبکر رضی اللہ عنہم سے پوچھئے گویا کہ جتنے انسانی علائق ہوسکتے ہیں ان کے اعتبار سے آپؐ کی شخصیت کی عظمت اور کردار کی بلندی ہماری سمجھ میں آسکتی ہے۔

عظمت مصطفیٰ ﷺ بحیثیت داعیٔ انقلاب

اسی طرح ایک داعی کی حیثیت سے آپ کا کیا مقام ہے؟ ایک مربی کی حیثیت سے آپؐ کیا مقام ہے؟ یہ وہ چیزیں ہیں جو ہماری سمجھ میں آسکتی ہیں۔ اور ہم ان کا کچھ نہ کچھ ادراک وشعور کر سکتے ہیں لیکن ان تمام حیثیتوں یعنی داعی، مربی، مزکی کو میں ایک لفظ میں جمع کرنا چاہتا ہوں یعنی ایک انقلاب کے داعی اور انقلاب عظیم کے برپا کرنے والی کی حیثیت سے آپؐ کا مقام کیا ہے؟ گویا کہ ہم جن پہلوؤں سے حضورﷺ کی عظمت کو سمجھ سکتے ہیں ان میں سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ آپؐ نے جو تبدیلی برپا کی یا اصطلاحاً جو عظیم انقلاب برپا کیا، اس انقلاب کا مطالعہ کیا جائے اس کا حاصل اور اس کے نتائج مرتب کئے جائیں اس کے لئے جو جدوجہد ہوئی اس کے بارے میں غور کیا جائے تو واقعتاً حضور ﷺ کی اصل عظمت نمایاں ہوکر سامنے آتی ہے۔ چنانچہ یہ ہے آپﷺ کی عظمت کا وہ پہلو جس کا اقرار پوری دنیا نے کیا اور جس کی گواہی پوری دنیا نے دی۔

غیر مسلموں کا اعتراف اور شہادت

واقعہ یہ ہے کہ بیسویں صدی اس اعتبار سے نمایاں ترین صدی ہے کہ سابقہ صدیوں کے دوران جو تعصب غیر مسلموں کو تھا وہ رفتہ رفتہ اس صدی کے دوران ختم ہوا ہے۔ اور اس صدی کے دوران آپؐ

کی عظمت کا اس پہلو سے اعتراف اور اقرار تدریجاً پوری دنیا میں ہوا ہے اس صدی کے بالکل آغاز میں اسی شہر لاہور میں ایم این رائے نے ۱۹۲۰ میں :بریڈلا ہال: میں ایک لیکچر دیا تھا جس کا موضوع "The historical Role of Islam" تھا یہ کتاب اب بھی ہندوستان میں طبع ہوتی ہے جسے بمبئی کا ایک ناشر شائع کرتا ہے میں نے حیدرآباد دکن میں اس کا نسخہ دیکھا ہے لیکن پاکستان میں کہیں دستیاب نہیں ہے ایم این رائے کون تھا؟ یہ کمیونسٹ انٹرنیشنل کا ممبر تھا روس میں ۱۹۱۷ میں اشتراکی انقلاب آیا اور اس کے بعد پوری دنیا میں اس کا بڑا چرچا ہوا اس کے بعد عالمی سطح پر کمیونزم کی جو تنظیم قائم ہوئی۔ وہ کمیونسٹ انٹرنیشنل کہلاتی تھی۔ دنیا کے چوٹی کے انقلابی لوگ اس کے ممبر تھے۔ ایم این رائے ہندوستان کی جانب سے اس کا رکن تھا جو کہ بہت بڑا انقلابی تھا۔ لیکن وہ The Historical Role of Islam میں صاف صاف کہتا ہے۔ اور بڑی تفصیل سے کہتا ہے کہ تاریخ انسانی کا عظیم ترین انقلاب وہ تھا جو محمد عربی ﷺ نے برپا کیا تھا۔ حضور ﷺ کے جانشینوں اور جاں نثاروں نے جس سرعت کے ساتھ فتوحات حاصل کیں اور عراق، شام ،ایران، مصر جس تیزی کے ساتھ فتح کیے، اگرچہ اس تیزی کے ساتھ تاریخ انسانی میں فتوحات پہلے بھی ہوئی ہیں ریکارڈ پر ہے کہ سکندر اعظم مقدونیہ سے چلا تھا اور دریائے بیاس تک پہنچا اور جس تیزی کے ساتھ علاقے فتح کرتے ہوئے آیا وہ اپنی جگہ بہت بڑی مثال ہے وہ تو مغرب سے مشرق کی طرف آیا تھا جبکہ اٹیلا مشرق سے مغرب کی طرف گیا تھا۔ چین کے شمال میں صحرائے گوبی سے نکل کر وہ ڈینیوب کی وادی تک جا پہنچا تھا۔ لیکن ایم این رائے کہتا ہے۔ کہ ان فاتحین کی فتوحات محض ہوسِ ملک گیری کا شاخسانہ تھیں اس نے انہیں brute military campaigns قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ ان کے نتیجے میں کوئی نئی تہذیب یا کوئی تمدن وجود میں نہیں آیا۔ دنیا میں کوئی روشنی نہیں پھیلی، کوئی علم کا فروغ نہیں ہوا جبکہ محمد عربی ﷺ اور آپ کے جانشینوں کے ذریعے سے شرقاً غرباً جو فتوحات بڑی تیزی کے ساتھ ہوئیں ان کے نتیجے میں ایک نیا تمدن، ایک نئی تہذیب، علم کی روشنی

اورانسانی اقدار کا فروغ وجود میں آیا۔ ایک ایسا معاشرہ وجود میں آیا جو ہر طرح کی زیادتیوں سے پاک تھا۔اس میں سیاسی جبر نہیں تھا اس میں معاشی استحصال نہیں تھا۔اس میں کوئی سماجی فرق وتفاوت نہیں تھا۔جیسے کہ علام اقبال نے محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہا ہے۔

در شبستانِ حرا خلوت گزید

قوم وآئین وحکومت آفرید

دنیا میں اور بھی بڑے بڑے لوگ رہے ہیں جو سالہا سال تک پہاڑوں کی غاروں کے اندر تپسائیں کرتے رہے ہیں لیکن محمد عربی ﷺ نے غارِ حرا میں چند روز کے لئے جو خلوت گزینی اختیار کی تھی وہ اس قدر productive اور نتیجہ خیز تھی کہ اس سے ایک نئی قوم، نیا تمدن، نیا آئین اور حکومت وجود میں آگئی ہے۔ یہ ہے آنحضورﷺ کی وہ عظمت کہ جس کا اظہار ایم این رائے نے اس صدی رُبع اوّل کے آخری سالوں میں کیا۔ جو مسلمان نہیں ہندو کمیونسٹ تھا۔دوسری طرف اس صدی کے رُبع آخر کے ابتدائی سالوں ۱۹۸۰ میں امریکہ میں ڈاکٹر مائیکل ہارٹ کی کتاب ‘‘The hundred میں منظر عام پر آئی۔ جس میں اس نے پوری معلوم تاریخ انسانی کا جائزہ لیا ہے۔کہ تاریخ کے سفر کے دوران کن کن شخصیات نے اس تاریخ کے دھارے کا رخ موڑا ہے۔اس نے ایسے سو افراد کو چن کر اُن پر کتاب لکھی ہے۔اور ان کے اندر بھی درجہ بندی (Gradation) کی ہے۔کہ کس شخصیت نے سب سے زیادہ تاریخ کے دھارے کو متاثر کیا ہے اور سب سے زیادہ گھمبیر انداز میں اسے موڑا ہے۔ چنانچہ اس نے حضرت محمد ﷺ کو اس درجہ بندی میں سب سے اوپر رکھا ہے۔اس کتاب کا مصنف تا حال عیسائی ہے اور ابھی زندہ ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تیسرے نمبر پر لایا ہے جبکہ نیوٹن کو دوسرے نمبر پر لایا ہے نیوٹن کی فزکس نے جس طرح تاریخ انسانی کو متاثر کیا ہے اس میں واقعتاً کوئی شک نہیں سائنس اور ٹیکنالوجی کے پورے explosion کا نقطۂ آغاز نیوٹن ہے شخصیات کے انتخاب اور درجہ بندی میں مؤلف نے کوئی مذہبی پہلو مدنظر نہیں رکھا۔نہ ہی اپنے عقائد کو پیش نظر رکھا ہے بلکہ اس کا موضوع

ہی یہ ہے کہ تاریخ انسانی کے دھارے کے رُخ کو موڑنے والی کون کون سی شخصیات ہیں ان شخصیات میں نمبر ایک پر محمد رسول اللہ ﷺ دوسرے نمبر پر نیوٹن اور نمبر تین پر حضرت مسیح علیہ السلام ہیں مسلمانوں میں اس نے ایک اور شخصیت کو ان سو(۱۰۰) کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ اور وہ ہیں ٹھیک پچاسویں نمبر پر حضرت عمر فاروقؓ۔

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے بلکہ اس نے خود سوال اٹھایا ہے کہ میں ایک عیسائی ہوں اور عیسائی ہوتے ہوئے محمد ﷺ کو میں نمبر ایک پر کس اعتبار سے رکھ رہا ہوں؟ اس کا جواب وہ خود دیتا۔

" This is because he is the only person supremely successful in both the religious and the secular field".

یہ بہت گھمبیر اور معانی خیز جملہ ہے لیکن اسے سمجھنے کے لئے پہلے یہ سمجھنا ہوگا کہ اس وقت کی عالمی فضا میں انسانی زندگی و دو جداگانہ گوشوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ایک مذہب کا گوشہ ہے اس کا تعلق اجتماعیت سے نہیں ہے بلکہ صرف افراد سے ہے کہ ہر فرد کو اجازت ہے کہ جس کو چاہے مانے، جس پر چاہے یقین رکھے۔ ایک خدا کو مانے، سو کو مانے، کسی کو نہ مانے ،فرد کو اس کی پوری آزادی حاصل ہے، جسے چاہے پوجے، پتھروں کو پوجے درختوں کو پوجے، ستاروں کو پوجے، چاند کو پوجے، یہاں تک کے اعضائَ تناسل کو پوجے، ٹھیک ہے اسے اجازت ہے۔ لیکن یہ معاملہ انفرادی ہے اس میں مراسم عبودیت (rituals) کے علاوہ کچھ سماجی رسومات (social customs) کو بھی شامل کرلیا جاتا ہے مثلاً بچے کی پیدائش ہوئی ہے تو اس کی خوشی کیسے منائیں، کوئی فوت ہوگیا ہے۔ تو اس کی میت کو کیسے ٹھکانے لگائیں؟ جلائیں، دفن کریں یا کہیں رکھ دیں کہ چیل اور کوے کھا جائیں، وغیرہ۔ اس کی بھی ہر شخص کو آزادی ہے لیکن یہ تینوں چیزیں عقیدہ (dogma) مراسم عبودیت (rituals) اور سماجی رسوم (social customs) انفرادی زندگی سے متعلق ہیں دوسری طرف معاشرتی، معاشی اور سیاسی نظام کا تعلق زندگی کے سیکولر میدان سے سمجھا جاتا ہے جس کا کسی مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس پر

تو لوگ خود غور کریں گے۔ ان کے نمائندے بیٹھیں گے اور طے کریں گے۔ اور وہ بیٹھ کر اکثریت سے جو طے کرلیں اور وہ بیٹھ کر اکثریت سے جو طے کرلیں وہی سماجی اقدار فروغ پا جائیں گی۔ جو بھی اکثریت سے طے کرلیں کہ یہ سماجی برائیاں ہیں ان کا وہ قلع قمع کریں گے۔ اگر وہ شراب کی اجازت دینا چاہیں تو دیں اور اگر شراب پر پابندی لگانا چاہیں تو پابندی لگائیں زنا کو قابل دست اندازی پولیس جرم قرار دینا چاہیں گے تو دے دیں گے اگر زنا بالرضا ہے تو اس میں کوئی جرم والی بات ہی نہیں۔ اگر اس میں کسی شوہر کا حق مارا گیا ہو تو وہ جائے اور سول مقدمہ دائر کردے۔ اسی طرح اگر چاہیں گے تو دو مردوں کی شادی کو بھی قانونی حیثیت دے دیں گے کہ ٹھیک ہے ایک شخص ملکی قانون میں شوہر کی حیثیت اور دوسرا شخص بیوی کی حیثیت رکھتا ہے۔ گویا سماجی، معاشی یا سیاسی معاملات میں سے کسی کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ یہ secular field of life ہے۔

اب نوٹ کیجئے کہ ڈاکٹر مائیکل ہارٹ کا یہ بات کہنے کا مقصد یہ ہے۔ کہ تاریخ انسانی میں جتنی عظیم شخصیات ہیں وہ اگر ایک پہلو سے بلندی کی حامل ہیں تو دوسری طرف ان کا سرے سے کوئی مقام نہیں، ممکن ہے وہ کسی معاملے میں صفر ہوں، بلکہ شاید ان کے لئے کوئی minus value معین کی جائے۔ مثلاً مشرق میں گوتم بدھ اور مغرب میں حضرت مسیح علیہ السلام، دونوں کی مذہب اور روحانیت کے میدان میں اور پیروں کاروں کی تعداد کے اعتبار سے کتنی عظمت ہے لیکن ریاست، سیاست اور معاملاتِ ملکی میں ان کا کوئی مقام اور کوئی حصہ نہیں اس میں وہ دونوں صفر تھے۔ اسی طرح دوسری طرف اٹیلا ہو، سکندر اعظم ہو یا اور بہت بڑے بڑے حکمران جو دنیا میں گزرے ہیں یہ سیکولر میدان میں تو بہت بلندی پر ہیں لیکن مذہبی میدان میں اس درجے پستی کا شکار ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ صفر سے بھی کام نہ چلے بلکہ منفی (minus) ویلیو لانی پڑے۔ سکندر اعظم کے لئے لازماً کوئی نہ کوئی منفی (minus) ویلیو لانی پڑے گی۔ مائیکل ہارٹ کا کہنا یہ ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں صرف اور صرف ایک ہی انسان (The only person) ہے جو دونوں میدانوں میں انتہائی بلندی پر ہے۔

He is the only person supremely successful in both the religious and secular field.

؎ یعنی اور کوئی ہے ہی نہیں، اس کا تقابل کیا ہوگا؟

یہ میں نے آپ کو صدی کے اُس سرے اور اس سرے سے دو مثالیں دی ہیں۔ اب ذرا صدی کے درمیان سے بھی مثال دے دوں۔ H.G Wells برطانوی سائنٹیفک فکشن رائٹر کی حیثیت سے بڑی شہرت رکھتا تھا اس نے بڑے اچھے اچھے ناول اور کہانیاں لکھیں جن میں اس نے یہ reflect کیا کہ سائنس کدھر جا رہی ہے سائنس کی جو ایجادات اور جو اکتشافات ابھی ہونے تھے ان کو پہلے سے visualize کر کے ان پر اس نے اپنی کہانیوں اور ناول کے بنیادی خاکے کو شامل کیا۔ لہٰذا وہ Scientific fiction کے اعتبار سے مشہور ہے لیکن اس کے ساتھ اس نے تاریخ عالم پر دو کتابیں Short history of the world" and "Concise History of the world "

لکھیں مؤخر الذکر کتاب زیادہ ضخیم ہے اور اس میں آنحضور ﷺ پر جو باب ہے اس میں اس نے آنحضور ﷺ کی عظمت کے سامنے گھٹنے ٹیک کر خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ وہ آپ ؐ کے الفاظ نقل کرتا ہے۔

لا فضل لعربی علیٰ اعجمی ولا لعجمی علیٰ عربی و لا لا حممر علیٰ اسود ولا اسود علیٰ محمر الاّ بالتقویٰ.

(الناس کلھم بنو آدم و آدم خلق من تراب.

"لوگو! کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اسی طرح کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔ کسی سرخ وسفید رنگ والے شخص کو کسی سیاہ فام پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اور اسی طرح کسی سیاہ فام کو کسی سفید فام پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ فضیلت کی بنیاد صرف تقویٰ ہے۔ تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہیں

اور آدمؑ کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے۔"

ان جملوں کا وہ باقاعدہ حوالہ دیتا ہے اور پھر لکھتا ہے۔

"Although the sermon of human freedom . freternity and equality were said before. we find a lot of these sermons in jesus of Nazarath, but it must be admitted that it was Mohammad (P.B.U.H) who for the first time in history established a society based on these principle".

"اگر چہ انسانی حریت، مساوات اور اخوت کے وعظ تو دنیا میں پہلے بھی بہت کہے گئے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان چیزوں کے بارے میں مسیح ناصری کے ہاں بھی بہت سے مواعظ حسنہ ملتے ہیں۔لیکن یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ یہ صرف محمد عربی ﷺ ہی تھے جنہوں نے تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ بالفعل ایک باضابطہ معاشرہ انہی اصولوں پر قائم کر کے دکھایا۔"

آپ اندازہ کیجئے کہ یہ دشمن کا خراج تحسین ہے جو کہ معتقد نہیں ہے۔ان کے دل و دماغ کے اندر ذاتی طور پر کتنا عناد، بغض اور دشمنی ہے۔لیکن اس کے باوجود وہ اس حقیقت کے اعلان و اعتراف پر مجبور ہے۔کہ محمد عربی ﷺ کے ہاں انسانی حریت واخوت ومساوات کے صرف وعظ ہی نہیں ملتے بلکہ آپؐ نے ان اصولوں پر بالفعل ایک معاشرہ قائم کر کے دکھایا۔ سچ ہے کہ **"الفضل ما شهدت به ا لا عداء**

یعنی اصل فضیلت تو وہ ہے جس کا اعتراف واقرار دشمن بھی کریں گویا جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ظاہر بات ہے جو دوست ہے، عقیدت مند ہے اور محبت کرنے والا ہے اس کی نگاہ تو محبوب کی کسی خامی کو دیکھ ہی نہیں سکتی۔اس کی طرف سے تو گویا وہ نابینا ہو جاتی ہے جبکہ دشمن میں کوئی خیر اور خوبی نظر نہیں آتی۔لیکن اگر کوئی دشمن کسی کی فضیلت کا اعتراف کرے تو اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔یہاں البتہ

ایک بات نوٹ کر لیجئے کہ آنحضور ﷺ کی مدح میں H.G. Wells نے اپنی کتاب میں یہ جملے لکھ دیئے تھے انہیں کتاب کے موجودہ مرتبین اور نئے ایڈیٹر نے حذف کر دیا ہے یہ جملے ان کے حلق سے نیچے نہیں اتر پائے H.G . Wells کو تو فوت ہوئے بہت عرصہ گزر چکا ہے اب "Concise History of the World" کا نیا ایڈیشن شائع ہوا ہے اس میں وہ جملے حذف کر دیئے گئے ہیں یہ وہ کڑوی گولی تھی جو ان کے حلق سے نیچے نہیں اُتر پائی۔ لیکن آپ کو پنجاب پبلک لائبریری یا کسی اور پرانی لائبریری سے یہ پرانی نسخے مل جائیں گے۔ جس میں مذکورہ بالا الفاظ موجود ہیں۔

انقلاب نبویؐ کا دیگر انقلابات سے تقابل

محمد رسول اللہ ﷺ کی اصل عظمت جس کو ہم بحیثیت انسان سمجھ سکتے ہیں جس کا لوہا آج پوری دنیا مان رہی ہے اور جس کا انکشاف پورے عالم انسانی پر ہو چکا ہے وہ یہ ہے کہ آپؐ نے ایک عظیم ترین، گھمبیر ترین، جامع ترین اور ہمہ گیر ترین انقلاب برپا کیا اور یہ انقلاب کم از کم وقت میں برپا کیا گیا۔ اس سے بھی زیادہ نمایاں بات یہ ہے کہ اس انقلابی جدوجہد کی ابتدا ٔ سے لے کر اختتام تک جتنے مراحل بھی آئے آنحضور ﷺ نے اس کے ہر ہر مرحلے پر قیادت کی ذمہ داری خود ادا فرمائی۔ اس اعتبار سے تقابل کر لیجئے کہ تاریخ انسانی کے دو انقلابات بہت مشہور ہیں۔ انقلاب فرانس یقیناً ایک بہت بڑا انقلاب تھا۔ دنیا سے بادشاہت کے خاتمے اور جمہوریت کے دور کا آغاز اسی انقلاب فرانس سے ہوا۔ جو سوا دو سو برس قبل کی بات ہے۔ انقلاب روس یعنی بالشویک انقلاب بھی یقیناً ایک عظیم انقلاب تھا۔ جو ۱۹۱۷ میں آیا اگرچہ ستر برس کے اندر اندر اس انقلاب کی موت واقع ہوگئی لیکن کھنڈر بتا رہے ہیں کہ عمارت عظیم تھی وہ بڑے جوش وخروش کے ساتھ وجود میں آیا تھا اور بڑے جوش وخروش کے ساتھ پھیلتے ہوئے روس سے لاطینی امریکہ تک جا پہنچا۔ کتنی عظیم توسیع بجلی کی سی سرعت کے ساتھ ہوئی ہے لیکن ان دونوں انقلابات کا جائزہ لیں تو یہ حقائق سامنے آتے ہیں

(۱) دونوں جزوی انقلاب ہیں انقلاب فرانس میں صرف سیاسی ڈھانچہ بدلا۔ باقی عقائد،

رسومات، سماجی اقدار، معاشی نظام اور تمام معاشی ادارے اسی طرح قائم رہے۔سیاسی نظام کے سوا باقی جوں کی توں رہی۔ دوسری طرف بالشویک انقلاب کے ذریعے معاشی ڈھانچہ بدل گیا۔اس میں انفرادی ملکیت ختم ہوگئی۔تمام وسائل پیداوار قومی ملکیت میں آ گئے۔لیکن مکمل تبدیلی نہیں آئی۔آپ کو معلوم ہے کہ وہاں جیسے پہلے کرسچین موجود تھے اسی طرح بعد میں بھی رہے، جو عقائد پہلے تھے وہی بعد میں رہے۔سماجی اقدار بھی وہی رہیں۔سارا نقشہ جوں کا توں رہا۔بس معاشی انقلاب آ گیا۔اس کو پس منظر میں رکھ کر دیکھئے محمد ﷺ کا لایا ہوا انقلاب کس قدر جامع اور گھمبیر ترین تھا۔یہاں آپ خوردبین لگا کر دیکھ لیجئے، کیا کوئی ایسی چیز ہے جو سابقہ حالت میں باقی رہ گئی ہو؟ جواب نفی میں ملے گا عقائد و نظریات بدل گئے، شخصیتیں بدل گئیں، اخلاق بدل گئے، ان کے شب و روز کے انداز بدل گئے۔صبح وشام بدل گئے۔ نشست و برخاست کے انداز بدل گئے پھر یہ کہ سماجی نظام، سیاسی نظام اور معاشی نظام بدل گیا۔وہ قوم جس میں پڑھے لکھے لوگ بمشکل انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے وہ علوم کے موجد ہو گئے۔دنیا کے استاد بن گئے انہوں نے مشرق و مغرب کے علوم ہند و یونان سے لیے اور انہیں ترقی دے کر پورے عالم میں پھیلا دیا آپ کا انقلاب ہمہ گیر ترین، جامع ترین اور عظیم ترین انقلاب تھا۔ انقلاب محمدیؐ کے مقابلے میں انقلاب روس اور انقلاب فرانس کے کیا حیثیت ہے؟ چہ نسبت خاک را با عالم پاک!

(۲) فرانس اور روس کے انقلابات بلکہ دنیا کے دوسرے تمام انقلابات کے اندر چیز قدرے مشترک ہے کہ فکر دینے والے اور دعوت کا آغاز کرنے والے کچھ اور لوگ تھے۔لیکن وہ صرف قلم کار اور مصنفین تھے۔وہ مرد میدان نہیں تھے۔ چنانچہ وہ انقلاب کی عملی جدوجہد میں سامنے نہیں آئے۔ نہ انہوں خود آگے بڑھ کر کوئی انقلابی جماعت بنائی اور نہ آگے بڑھ کر انقلابی جدوجہد کی قیادت کی۔وہ تو صرف people of the desk تھے انقلاب کچھ اور لوگوں کے زیر قیادت و زیر راہنمائی وجود میں آیا۔کیونکہ انقلابی فکر فراہم کرنے والے میدان کے آدمی تھے ہی نہیں۔یہی وجہ ہے کہ انقلاب

فرانس بڑا خونی انقلاب کہلاتا ہے۔ کیونکہ قیادت کوئی نہیں تھی۔ وہ تو ایک فکر تھا جو پھیل گیا اور اس نے لوگوں میں جوش و خروش پیدا کر دیا۔ اور پھر اچانک وہ لاوا پھٹ پڑا۔ چونکہ کوئی تنظیم نہیں تھی اور کوئی قیادت نہیں تھی لہٰذا انتہائی خونی انقلاب آیا۔ روس میں بالشویک کی بنیاد "Das Capital" نامی کتاب بنی۔ جو کارل مارکس اور اینجلز نے مشترکہ طور پر لکھی۔ اندازہ کیجئے کہ یہ کتاب کتنے ٹھوس دلائل پر مبنی ہوگی۔ کہ اس نے کس طرح انسانی ذہن کو اپنی گرفت میں لیا اور کس طرح ساری تعبیرات کو بدل کر رکھ دیا۔ اس کتاب میں پوری حیات انسانی کی خالصتاً مادی تعبیر کی گئی ہے اور مذہب و روحانیت کی بالکل نفی کی گئی ہے۔ لیکن اس کتاب کے دلائل نے لوگوں کو اس طرح اپنی گرفت میں لے کر انہیں متحرک کیا کہ لوگ جانیں تک دینے کو تیار ہو گئے اور انقلاب برپا کر دیا۔ اقبال نے یونہی نہیں کہا کہ:

؛ نیست پیغمبر و لیکن در بغل دارد کتاب !؛

تو واقعتاً اس ایک کتاب نے یہ بالشویک انقلاب برپا کیا ہے۔ جس کے مصنف مارکس اور اینجلز تھے ان دونوں نے جرمنی اور لندن میں بیٹھ کر لکھی۔ لیکن جرمنی اور لندن میں کوئی انقلاب واقع نہیں ہوا۔ پھر یہ دونوں مصنف اپنی زندگی میں اپنی قیادت اور سرکردگی میں کسی ایک گاؤں میں بھی انقلاب برپا نہیں کر سکے۔ انقلاب تو وہاں سے ہزاروں میل دور بالشویک پارٹی کے ذریعے روس میں آیا۔ اور جس طرح ایران سے پہلے خمینی صاحب فرانس میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے اور انہوں نے عین وقت پر آکر ایران میں ہونے والے ہنگاموں کی قیادت سنبھال لی اسی طرح عین وقت پر لینن نے آکر اس تحریک کو ہائی جیک کیا۔ اور انقلاب برپا کر دیا۔

اس تناظر میں دیکھئے کہ محمد عربی ﷺ نے ایک فردِ واحد کی حیثیت سے اپنی دعوت کا آغاز کیا۔ آپؐ ہی فکر دینے والے تھے۔ آپؐ ہی دعوت دینے والے تھے۔ آپ ہی مکے کی گلیوں میں گھوم پھر کر تبلیغ کر رہے تھے۔ (یایھا الناس قولولا اِلٰہ اِلا اللّٰہ تفلحو !) اے لوگو کہہ دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کوئی الٰہ نہیں، کامیاب ہو جاؤ گے: آپؐ ہی ہیں جو کبھی اپنے رشتہ داروں کو جمع کر کے ان کے سامنے دعوت

پیش کررہے ہیں اور کبھی کوہ صفا پر کھڑے ہوکر بلند آواز سے پکارتے ہوئے لوگوں کو جمع کرتے ہیں اور دعوت پیش کرتے ہیں آپؐ ایک فردِ واحد اور داعی کی حیثیت سے سامنے آئے اور کل بائیس برس میں پورے جزیرہ نمائے عرب میں انقلاب کی تکمیل کردی۔اور ہر ہر مرحلے پر اس کی قیادت خود فرمائی۔ وہی گلیوں میں تبلیغ کرنے والے غزوۂ بدر میں کمانڈر ہیں۔غزوۂ احد میں وہی سپہ سالار ہیں جیسے کہ میں نے مائیکل ہارٹ کی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔یہ نقشہ دنیا نے کبھی دیکھا ہی نہیں اس کی کوئی نظیر یا کوئی مثال نہیں کیونکہ گلی کوچوں میں تبلیغ کرنے والے تو یہی کام کرتے رہ جاتے ہیں۔مربی اور مزکی کا اپنا ایک دائرہ ہوتا ہے۔جو ان کے پاس چل کر آئیں۔ان کی خانقاہ میں طالب بن کر آئیں تو ان کا کچھ تزکیہ کردیں گے۔کچھ اصلاح ہوجائے گی۔لیکن یہ منظر چشمِ فلک نے ایک ہی بار دیکھا ہے کہ ایک فردِ واحد فکر دے رہا ہے۔وہی دعوت دے رہا ہے۔

انقلابِ اسلامی کی توسیع وتصدیر کا مرحلہ

۸ھ یا ۹ھ میں اندرونِ ملک عرب انقلاب اسلامی کی تکمیل ہوگئی۔البتہ اس کے بعد کا مرحلہ سمجھ لیجئے کسی بھی سچے انقلاب کے لیے آخری مرحلہ انقلاب کی توسیع اور صدیر ہوتا ہے۔اور یہ اس کا لٹمس ٹیسٹ(litmus test) ہے۔حقیقی انقلاب صرف وہ ہوتا ہے جو کسی جغرافیائی، قومی اور ملکی حدود میں محدود نہ رہے۔ بلکہ پھیلتا جائے۔اس لیے کہ انقلاب نظریئے کی بنیاد پر برپا ہوتا ہے اور نظریہ کو پاسپورٹ درکار ہوتا ہے نہ ویزا۔ جیسے ہوا اور بادل بغیر کسی رکاوٹ کے ادھر سے ادھر جارہے ہیں اسی طرح نظریہ بھی جائے گا۔نظریہ پھیلے گا تو انقلاب کی توسیع ہوگی۔جو انقلاب اپنے آپ کو انقلاب تو کہے لیکن کسی حدود کے اندر محدود رہ جائے وہ حقیقی انقلاب نہیں، بلکہ اسے صرف ظاہری طور پر انقلاب کہیں گے۔اس کی سب سے بڑی مثال ایران کا انقلاب ہے۔اگر چہ یہ ظاہری انقلاب ہے۔کہ بادشاہت ختم ہوئی اور علماء کی حکومت قائم ہوگئی،لیکن یہ حقیقی انقلاب نہیں، کیونکہ اس کی توسیع

نہیں ہوسکی اس کو پاکستان برآمد کرنے کی کوشش کی گئی تھی اور یہاں کے اہل تشیع نے ۱۹۸۹ء کے انقلاب ایران کے بعد جارحانہ انداز اختیار کیا تھا۔لیکن ان کو کامیابی حاصل نہیں ہوئی یا پھر یہ انقلاب سب سے زیادہ آسانی کے ساتھ عراق میں ایکسپورٹ ہوسکتا تھا، کیونکہ وہ ملحق بھی ہے اور وہاں کی پچپن فیصد آبادی شیعوں پر مشتمل ہے۔لیکن وہاں بھی خمینی صاحب سے strategic غلطی ہوئی۔اور دونوں ملکوں میں تصادم ہوگیا اور صدام حسین نے بڑی ہوشیاری کا ثبوت دیتے ہوئے اسے عرب اور عجم کی لڑائی کا رنگ دے دیا اور اس طرح گویا عرب نیشنلزم اور ایرانی نیشنلزم مدمقابل آ گئے۔بہرحال کسی بھی انقلاب کا صحیح لٹمس ٹیسٹ یہ ہے کہ وہ علاقائی حدود سے باہر نکلتا ہے یا نہیں۔ انقلاب فرانس صرف فرانس تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ پوری دنیا میں پھیلا اور پوری دنیا میں جمہوریت کا دور آیا۔ انقلاب روس لاطینی امریکہ اور کیوبا تک پہنچا ہے۔یہی وجہ ہے کہ محمد عربی ﷺ کے انقلاب کا بین الاقوامی اور عالمی مرحلہ بھی فوراً شروع ہوگیا جس کا آغاز حضور ﷺ نے خود فرمایا۔چنانچہ نہ صرف جزیرہ نمائے عرب تک انقلاب کی تکمیل آپؐ نے بنفس نفیس خود فرمائی۔بلکہ اگلے مرحلے کا آغاز بھی آپؐ نے فرمادیا۔

اس ضمن میں تین باتیں نوٹ کیجئے کہ جب تک صلح حدیبیہ نہیں ہوگئی، جسے قرآن نے (انا فتحنا لک فتحاً مبینا) قرار دیا۔حضور ﷺ نے بیرون عرب نہ کوئی داعی اور مبلغ بھیجا اور نہ کوئی نامہ مبارک روانہ فرمایا۔بلکہ پوری توجہ عرب کے اندر ہی مرکوز رکھی۔تاکہ یہاں انقلاب آجائے۔دس برس تک آپؐ نے مکے سے باہر قدم نہیں نکالا،سوائے اس کے عکاظ کا جو میلہ لگتا تھا جس میں آس پاس کے قبائل چلے آتے تھے،کبھی کبھار آپؐ وہاں تشریف لے جاتے۔آپؐ نے پورے دس برس صرف مکے میں اپنی دعوت پیش کی۔اس کے بعد مزید آٹھ برس تک صرف جزیرہ نمائے عرب تک محدود رہے۔صلح حدیبیہ کے بعد آپؐ نے صرف نامہ ہائے مبارک بھیجنے شروع کیے۔آپؐ نے ہرقل شاہ روم، خسرہ پرویز شہنشاہ ایران،مقوقس شاہ مصر اور نجاشی شاہِ حبشہ کو نامہ ہائے مبارک بھیجے۔وہ نجاشی اب فوت ہوچکے تھے جو حضور ﷺ

پر ایمان لے آئے تھے۔ان کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔کیونکہ ان کی ملاقات حضورﷺ سے نہیں ہوسکی۔ جوصحابہ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے ان کی صحبت نجاشی کو حاصل ہوئی تھی۔

رسول اللہﷺ کے نامہ ہائے مبارک لے کر جانے والے ایلچیوں میں سے ایک ایلچی کو سلطنت روما کے باج گزاروں نے قتل کردیا۔ لٰہذا روما سے ٹکراؤ شروع ہوگیا۔ چنانچہ پہلے غزوۂ موتہ پھر غزوۂ تبوک ہوا۔آپؐ تیس ہزار نفری لے کر تبوک میں بیس دن تک مقیم رہے۔شہنشاہ ہرقل چونکہ یہ پہچانتا تھا۔کہ آپؐ اللہ کے نبی ہیں اس لئے وہ مقابلے میں نہیں آیا۔حالانکہ وہ لاکھوں کی فوج کے ساتھ شام میں پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔بہر حال آپ ﷺ نے عرب کے باہر انقلاب کی توسیع کا آغاز اپنی حیات طیبہ میں فرمادیا تھا۔ پھر خلفاء راشدین کے دور میں اسلامی افواج نے تین اطراف میں پیش قدمی کی ہے۔ ایک لشکر سیدھا شمال کی سمت بڑھتا ہوا ایشیائے کوچک کی طرف گیا۔دوسرا لشکر مشرق کی سمت بڑھا اور عراق سے ہوتے ہوئے ایران، ترکستان جو کہ اس زمانے میں بہت بڑا ملک تھا۔اور خراساں کی طرف پیش قدمی کرتا گیا جبکہ تیسرا لشکر زرا سا مغرب کی طرف مڑتے ہوئے شام اور فلسطین سے ہوتا ہوا صحرائے سینا سے گزر کر مصر اور پھر لیبیا وغیرہ کو اسلام کا سایۂ رحمت عطا کرتا ہوا بحراوقیانوس تک پہنچا۔ اس طرح پہلے تین خلفائے راشدین کے دور میں صرف ربع صدی کے دوران دریائے جنیحوں سے بحراوقیانوس تک (From oxve to Atlantic) اور ادھر شمال میں کوہ قاف تک، اس پورے علاقے میں انقلاب محمدیؐ برپا ہوگیا۔اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا نظام نافذ ہوگیا۔یہ ہے عظمت مصطفٰیﷺ کے سفر کی داستان جس کے چند خدوخال میں آپ کے سامنے رکھے ہیں۔

عظمت مصطفٰیﷺ کا ظہور کامل۔ کب اور کیسے؟

اب آخری نکتہ جو مجھے عرض کرنا ہے وہ یہ کہ حضورﷺ کی اس عظمت کا آخری اور کامل ظہور ابھی باقی ہے۔ قرآن مجید میں تین جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(ھوالذی ارسل رسولہ بالھدٰی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ)(التوبہ ۳۳، الفتح ۲۸ الصّف ۹)

وہی اللہ ہے جس نے بھیجا اپنے رسول (محمد ﷺ) کو الہدیٰ (یعنی قرآن حکیم) اور دین دے کرتا کہ غالب کرے اس (دین حق) کے پورے نظام زندگی پر۔

اس موضوع پر میری کتاب ''نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت'' میں اس آیت مبارکہ پر ۲۴ صفحات پر مشتمل مقالہ شامل ہے مذکورہ بالا آیت کی رو سے بعثت محمدیؐ کا مقصد غلبہ دین ہے۔ جبکہ بعثت محمدیؐ تمام نوع انسانی کے لیے ہے۔ یہ مضمون قرآن مجید میں مختلف الفاظ میں پانچ مرتبہ آیا ہے لیکن اس ضمن اہم ترین آیت یہ ہے کہ:

(و ما ارسلنک ا لاّ کافۃً للناس بشیراً وّنذیرا (سبا ۲۸)

''ہم نے نہیں بھیجا ہے آپ کو (اے محمدؐ) مگر پوری نوع انسانی کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر''

اس صغریٰ کبریٰ کو جوڑ لیجیے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بعثت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا مقصد بتام وکمال صرف اسی وقت پورا ہوگا۔ جب کہ کل روئے ارضی پر اور پورے عالم انسانیت پر اللہ کا دین غالب ہوگا ورنہ :

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے

نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہےً!

احادیث نبویؐ میں قیامت سے قبل عالمی غلبہ اسلام کی صریح پیشین گوئی موجود ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر نظام خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگا۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ دور لازماً آئے گا اور اُس وقت اصل میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد بتام وکمال پورا ہوگا آج سے چودہ سو سال پہلے خلافت راشدہ کے دور میں اسلامی افواج نے جس طرح تین اطراف میں پیش قدمی کی تھی۔ اس وقت اسلام کا عالمی غلبہ زیادہ دور نظر نہیں آ رہا تھا۔ شمال کی طرف جانے والی افواج نے ایشیائے کوچک میں جا کر دم لیا تھا اور مشرق اور مغرب میں اس تیزی سے فتوحات ہو رہی تھیں کہ:

''رُکتا نہ تھا سیلِ رواں ہمارا!'' کوئی طاقت ایسی نہیں تھی۔ جو اس سیلِ رواں کو روک سکے۔

اسلام کے عالمی غلبے کا یہ کام ہونا ہے۔جس کی خبر محمد رسول اللہ ﷺ نے دی تھی۔اور قرآن بتا رہے ہیں کہ وہ وقت اب دُور نہیں ہے ۔ ہمارے شاعر مشرق حکیم الامت علامہ اقبال جو بڑے دوراندیش (Visionary) تھے۔جن کا اپنا دعویٰ ہے کہ: ''گاہ مری نگاہ تیز چیر گئی دل وجود''انہوں نے دل وجود کو چیر کر دیکھ لینے والی نگاہ سے مستقبل کے پردوں کو چیر کر دیکھا ہے کہ کیا کچھ ہونے والا ہے کیا کیف ہوگا جبکہ جامع مسجد قرطبہ کے باہر بہنے والے دریا کے کنارے علامہ نے اپنا یہ وجدان پیش کیا۔

آبِ روانِ کبیر تیرے کنارے کوئی
دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب
عالمِ نو ہے ابھی پردۂ تقدیر میں
میری نگاہوں میں ہے اس کی سحر بے حجاب
پردہ اٹھادوں اگر چہرۂ افکار ہے۔
لا نہ سکے گا فرنگ میری نواؤں کی تاب!

علامہ اقبال مزید فرماتے ہیں

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہوجائے گی
پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغامِ سجود
پھر جبین خاک حرم سے آشنا ہوجائے گی۔
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی
شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خرشید سے!

یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے!!

پس یہ دور تو آ کر رہے گا لیکن یاد رکھیے کہ یہ اب بھی اسی طرح آئے گا جیسے (محمد رسول اللہ والذین معہ) کی محنت اور قربانیوں سے آیا تھا وہ لوگ سراسر محروم رہ گئے جو اُس دور میں موجود تھے۔ اور پھر بھی انہوں نے اس جدوجہد میں حصہ نہ لیا۔ وہ کفر کے دامن سے وابستہ رہے۔ یا انہوں نے نفاق کا لبادہ اوڑھ لیا۔ وہ لوگ انتہائی بدبخت اور محروم تھے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کا دور سعادت پایا لیکن آپؐ کے دست و بازو نہ بنے۔ ان کے لئے روحانی ترفع، مقامات بلند اور جنت کے اعلیٰ درجات حاصل کرنے کے کس قدر مواقع تھے۔ لیکن وہ لوگ محروم رہ گئے۔ اور جنہوں نے (**محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم**) والی روش اختیار کی وہ کامیاب ہو گئے۔

(ترجمہ آیت "اللہ کے رسول محمد ﷺ اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کفار پر بہت سخت اور آپس میں رحیم ہیں" اور جنہوں نے کامیاب تجارت کا راستہ اختیار کیا وہ سرخرو ہو گئے جس کے بارے میں قرآن حکیم میں فرمایا گیا۔

(یا یها الذین امنو ا هل ادلکم علی تجارة تنجیکم من عذاب الیم . تؤمنون بالله و رسوله و تجاهدون فی سبیل الله باموالکم و انفسکم)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میں تمہاری راہنمائی کروں ایسی تجارت کی طرف جو تمہیں دردناک عذاب سے بچادے؟ ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے"

یہ سورۂ مبارکہ ان الفاظ پر ختم ہوئی ہے۔

(یایھا الذین امنوا کونوا انصار اللہ) اے ایمان والو اللہ کے مددگار بنو!"

(من انصاری الی اللہ) "کون ہیں میرے مددگار اللہ کے راستے میں؟"

تو جان لیجئے کہ اسلام کا عالمی انقلاب پکار رہا ہے۔ اور (من انصاری الی اللہ) کی آواز ہم اپنے روحانی

کانوں سے سن سکتے ہیں۔ علامہ اقبال نے حق و باطل کی آویزش کے بارے میں کہا تھا۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی !

حق و باطل کی جنگ ختم نہیں ہوئی بلکہ ایک نئی شان اور ایک نئی ہیبت کے ساتھ آنے والی ہے۔ بقول علامہ اقبال:

دنیا کو ہے پھر معرکہ روح و بدن پیش — تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا!

اللہ کو ہے پامردیٔ مومن پہ بھروسہ۔ — ابلیس کے یورپ کی مشینوں کا سہارا!

قرآن کے انفاظ میں ''باس شدید'' اور حدیث نبویؐ کے الفاظ میں ''الملحمۃ العظمیٰ'' عنقریب آنے والی ہے۔ یہ زیادہ دور نہیں ہے اس معرکۂ حق و باطل کے لیے (کونوا انصاراللہ) کی پکار سنائی دے رہی ہے۔ غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ نے پکارا تھا

((الیّ یا عباداللہ الیّ یا اصحاب البدر الیّ یا اصحاب الشجر))

''میری طرف آؤ اور اللہ کے بندو! کہاں جانے والے ہو؟ اے بدر میں ساتھ دینے والو اور حدیبیہ میں بیعت علی الموت کرنے والو! میری طرف آؤ!

آج بھی یہ پکار بالفعل موجود ہے۔ کون ہے کہ جو اس پر لبیک کہے؟ جو اپنا تن من دھن اس کے لیے وقف کرنے کو تیار ہو؟ یہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہمارا عملی تعلق ہے یہ حب رسولؐ کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کے مشن کی تکمیل کے لیے تن من دھن ایک کر دیا جائے حب رسولؐ کے تقاضے کو ابوبکر صدیقؓ نے سمجھا تھا جنھوں نے اپنا سب کچھ نثار کر دیا۔ ایک وقت میں گھر میں جھاڑ و پھیر کر سارا مال حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا اور جب ان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا تھا کہ گھر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا نام چھوڑ آیا ہوں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والے تو وہ تھے۔ محفلیں منعقد کر لینا، کھڑے ہو کر سلام پڑھ لینا یا جلوس نکال لینا حب رسول نہیں ہے! حب

رسول تو یہ ہے کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کی جدوجہد میں جان و مال اور وقت کھپا دیا جائے اس ضمن آپ میرے دو کتابچے "حب رسولؐ اور اس کے تقاضے" اور "نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں" کا مطالعہ کیجئے ان میں ایک پورا پیغام عمل اور دعوت عمل موجود ہے اسلام کا عالمی غلبہ اور نظام خلافت کا قیام ایک شدنی امر اور ایک اٹل حقیقت ہے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ۔ ہاں فرق صرف اس میں واقع ہوگا کہ کون درجات عالیہ کے حصول کے سنہری موقع سے فائدہ اٹھاتا ہے اور کون اپنے آپ کو محرومین کی فہرست میں رکھتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کی توفیق دے کہ ہم اس کشاکش خیر و شر اور روح و بدن کے درمیان جو معرکہ درپیش ہے اس کا پھر ایک climax جو آنے والا ہے اس میں حق کے سپاہی اور اللہ کے دین کے خادم بن کر قرآن حکیم کے ان الفاظ کی عملی تصویر بن جائیں۔

(ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العٰلمین)

(بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اس کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے) اس کے لیے عزم مصمم اور فیصلہ کریں کہ ہمیں اسی جدوجہد میں اپنے آپ کو ہمہ تن جھونک دینا ہے۔

ڈاکٹر محمد اسرارؒ (بانی تنظیم اسلامی)

خاتم النبیین محمد ﷺ اور ان کی امّت کے مخصوص صفات وفضائل

پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا کے جواب میں ارشاد ہوا تھا کہ یوں تو اللہ کی رحمت ہر چیز ہر شخص کے لئے وسیع ہے آپ کی موجودہ امّت بھی اس سے محروم نہیں، لیکن مکمل نعمت و رحمت کے مستحق وہ لوگ ہوں گے جو ایمان و تقویٰ اور زکوٰۃ وغیرہ کی مخصوص شرائط کو پورا کریں۔

اس آیت میں ان لوگوں کا پتہ دیا گیا ہے کہ ان شرائط پر پورے اترنے والے کون لوگ

ہوں گے۔اور بتلایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو رسول امّی ﷺ کا اتباع کریں، اس ضمن میں آنحضرت ﷺ کے چند خصوصی فضائل وکمالات اور علامات کا بھی ذکر فرما کر آپؐ پر صرف ایمان لانے کا نہیں بلکہ آپؐ کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ فلاحِ آخرت کے لئے ایمان کے ساتھ اتباع شریعت وسنت ضروری ہے۔

الرّسول النبی الامی اس جگہ رسول اور نبی کے دولقبوں کے ساتھ آپ کی ایک تیسری صفت امّی بھی بیان کی گئی ہے۔امّی کے لفظی معنٰی اَن پڑھ کے ہیں جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو۔عام قومِ عرب کو قرآن میں اُمّیین اسی لئے کہا گیا ہے کہ ان میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت تھا اور اُمّی ہونا کسی انسان کے لئے کوئی صفتِ مدح نہیں بلکہ ایک عیب سمجھا جاتا ہے مگر رسولِ کریم ﷺ کے علوم ومعارف اور خصوصیات اور حالات وکمالات کے ساتھ امّی ہونا آپؐ کے لئے بڑی صفت کمال بن گئی ہے۔کیونکہ اگر علمی عملی اخلاقی کمالات کسی لکھے پڑھے آدمی سے ظاہر ہوں تو وہ اس کی تعلیم کا نتیجہ ہوتے ہیں لیکن ایک امّی محض سے ایسے بیش بہا علوم اور بےنظیر حقائق ومعارف کا صُدور اس کا ایک ایسا کُھلا ہوا معجزہ ہے جس سے کوئی پرلے درجے کا معاند ومخالف بھی انکار نہیں کرسکتا۔خصوصاً جب کہ آپ کی عمر شریف کے چالیس سال مکّہ مکرمہ میں سب کے سامنے اس طرح گزرے کہ کسی سے نہ ایک حرف پڑھا نہ سیکھا ٹھیک چالیس کی عمر ہونے پر یکا یک آپؐ کی زبان مبارک پر وہ کلام جاری ہوا جس کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے کی مثال لانے سے ساری دنیا عاجز ہوگئی۔تو ان حالات میں آپؐ کا اُمّی ہونا آپؐ کے رسول من جانب اللہ ہونے اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر ایک بہت بڑی شہادت ہے۔اس لئے امّی ہونا اگرچہ دوسروں کے لئے کوئی صفت مدح نہیں مگر رسول اللہ ﷺ کے لئے بہت بڑی صفت مدح وکمال ہے جیسے متکبر کا لفظ عام انسانوں کے لئے صفتِ مدح نہیں بلکہ عیب ہے۔مگر حق تعالیٰ شانہ کے لئے خصوصیتِ مدح ہے۔

آیت میں چوتھی صفت رسولِ کریم ﷺ کی یہ بیان فرمائی کہ وہ لوگ آپؐ کو تورات اوانجیل میں لکھا ہوا

پائیں گے۔ یہاں یہ بات قابلِ نظر ہے کہ قران کریم نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ کی صِفات وحالات کو لکھا ہوا پائیں گے بلکہ یجدونہ کا لفظ اختیار کیا گیا جس کے معنٰی یہ ہیں کہ آپ کو لکھا ہوا پائیں گے۔اس میں اِشارہ اس بات کی طرف ہے کہ تورات وانجیل میں رسولِ کریم ﷺ کی صفات ایسی تفصیل ووضاحت کے ساتھ ہوں گے کہ ان کو دیکھنا ایسا ہوگا جیسے خود آنحضرت ﷺ کو دیکھ لیا۔اور تورات وانجیل کی تخصیص یہاں اس لئے کی گئی ہے کہ بنی اِسرائیل انھیں دو کتابوں کے قائل ہیں ورنہ آنحضرت ﷺ کے حالات وصفات کا ذِکر زبور میں بھی موجود ہے۔

آیت مذکورہ کے اصل مخاطب موسیٰ علیہ السلام ہیں جس میں اُن کو بتلایا گیا ہے کہ دُنیا وآخرت کی مکمل فلاح آپ کی امت کے ان لوگوں کا حصہ ہے جو نبی امّی خاتم الانبیاءً علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع کریں جن کا ذکر وہ تورات وانجیل میں لکھا ہوا پائیں گے۔

تورات وانجیل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور علامات:

موجودہ تورات وانجیل بے شمار تحریفات اور تغیر وتبدّل ہوجانے کے سبب قابلِ اعتماد نہیں رہی۔اس کے باوجود اب بھی ان میں ایسے کلمات موجود ہیں جو رسول کریم ﷺ کا پتہ دیتے ہیں، اور اتنی بات بالکل واضح ہے کہ جب قرآن کریم نے یہ اعلان کیا کہ خاتم الانبیاء کی صفات وعلامات تورات اور انجیل میں لکھی ہوئی ہیں۔اگر یہ بات واقعہ کے خلاف ہوتی تو اس زمانے کے یہود ونصاریٰ کے لئے تو اسلام کے خلاف ایک بہت بڑا ہتھیار ہاتھ آجاتا کہ اس کے ذریعے قرآن کی تکذیب کرسکتے تھے۔کہ تورات و انجیل میں کہیں نبی امّی کے حالات کا ذکر نہیں۔لیکن اس وقت کے یہود ونصاریٰ نے اس کے خلاف کوئی اعلان نہیں کیا۔ یہ خود اس پر شاہد ہے کہ اُس وقت تورات وانجیل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات وعلامات واضح طور پر موجود تھیں جس نے ان لوگوں کی زبانوں پر مہر لگادی۔

خاتم الانبیاء رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات تورات و انجیل میں لکھی تھیں ان کا کچھ بیان تو

قرآن کریم میں بحوالہ تورات وانجیل آیا ہے۔اور کچھ روایات حدیث میں ان حضرات سے منقول ہے جنھوں نے اصلی تورات وانجیل کو دیکھا اور ان میں آنحضرت ﷺ کا ذکر مبارک پڑھ کر ہی وہ مسلمان ہوئے۔

بیہقی نے دلائل النبوّۃ میں نقل کیا ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔وہ اتفاقاً بیمار ہوگیا۔تو آپ ﷺ اس کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ اس کا باپ اس کے سرہانے کھڑا ہوا تورات پڑھ رہا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ اے یہودی میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی ہے۔کہ کیا تو تورات میں میرے حالات اور صفات اور میرے ظہور کا بیان پاتا ہے؟اس نے انکار کیا تو بیٹا بولا یارسولؐ یہ غلط کہتا ہے۔تورات میں ہم آپؐ کا ذکر اور آپؐ کا صفات پاتے ہیں۔اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کائی معبود نہیں اور آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ اب یہ مسلمان ہے انتقال کے بعد اس کی تجہیز وتکفین مسلمان کریں۔باپ کے حوالے نہ کریں۔(مظہری)

اور حضرت علی مرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمّہ ایک یہودی کا قرض تھا،اس نے آکر اپنا قرض مانگا۔آپؐ نے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں کچھ مہلت دو۔یہودی نے شدت کے ساتھ مطالبہ کیا اور کہا کہ میں آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک میرا قرض ادا نہ کردو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ تمہیں اختیار ہے میں تمہارے ساتھ بیٹھ جاؤں گا،چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ بیٹھ گئے اور ظہر، عصر، مغرب عشاء کی اور پھر اگلے روز صبح کی نماز یہیں ادا فرمائی۔ صحابہ کرامؓ یہ ماجرا دیکھ کر رنجیدہ اور غضبناک ہو رہے تھے۔اور آہستہ آہستہ یہودی کو ڈرا دھمکا کر یہ چاہتے تھے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تاڑ لیا اور صحابہؓ سے پوچھا یہ کیا کرتے ہو؟ تب انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ ہم اس کو کیسے

برداشت کریں کہ ایک یہودی آپ کو قید کرے، آپؐ نے فرمایا کہ ''مجھے میرے رب نے منع فرمایا ہے کہ کسی معاہدہ وغیرہ پر ظلم کروں'' یہودی یہ سب ماجرا دیکھ اور سن رہا تھا

صبح ہوتے ہی یہودی نے کہا، اَشھد ان لَا الٰہ الاّ اللہ وَ اَشھد انّک رسول اللہ۔

اس طرح مشرف باسلام ہو کر اس نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنا آدھا مال اللہ کے راستہ میں دے دیا۔ اور قسم ہے خدا تعالیٰ کی کہ میں نے اس وقت جو کچھ کیا اس کا مقصد صرف یہ امتحان کرنا تھا کہ تورات میں جو آپؐ کی صفات بتلائی گئی ہیں وہ آپ میں صحیح طور پر موجود ہیں یا نہیں۔ میں نے تورات میں آپ کے متعلق یہ الفاظ پڑھے ہیں:۔

'' محمد بن عبداللہ، ان کی ولادت مکہ میں ہوگی اور ہجرت طیبہ کی طرف اور ملک ان کا شام ہوگا، نہ وہ سخت مزاج ہوں گے نہ سخت بات کرنے والے نہ بازاروں میں شور کرنے والے، فحش اور بے حیائی سے دور ہوں گے''۔

اب میں نے ان تمام صفات کا امتحان کر کے آپ میں صحیح پایا، اس لئے شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سِوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں، اور یہ میرا آدھا مال ہے آپ کو اختیار ہے جس طرح چاہیں خرچ فرمائیں۔ اور یہ یہودی بہت مالدار تھا۔ آدھا مال ایک بڑی دولت تھی۔ اس روایت کو تفسیر مظہری میں بحوالہ دلائل النبوّۃ بیہقی نقل فرمایا ہے۔

اور امام بغوی نے اپنی سند کے ساتھ کعب احبارؓ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ تورات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ لکھا ہوا ہے کہ:

'' محمّد اللہ کے رسول اور منتخب بندے ہیں، نہ سخت مزاج ہیں نہ بیہودہ گو، نہ بازاروں میں شور کرنے والے، بدی کا بدلہ بدی سے نہیں دیتے بلکہ معاف فرما دیتے ہیں اور درگزر کرتے ہیں ولادت آپؐ کی مکہ میں اور ہجرت طیبہ میں ہوگی، ملک آپ کا شام ہوگا اور امت آپ کی حمّادین ہوگی۔ یعنی راحت و کلفت دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر ادا کرے گی، ہر بلندی پر چڑھنے

کے وقت وہ تکبیر کہا کرے گی۔وہ آفتاب کے سایوں پر نظر رکھے گی تا کہ اس کے ذریعہ اوقات کا پتہ لگا کر نمازیں اپنے اپنے وقت میں پڑھا کرے۔، وہ اپنے نچلے بدن پر تہبند استعمال کریں گے۔اور ہاتھ پاؤں کو وضو کے ذریعہ پاک صاف رکھیں گے۔ اُن کا اذان دینے والا فضا میں آواز بلند کرے گا۔ جہاد میں ان کی صفیں ایسی ہوں گی جیسے نماز جماعت میں، رات کو ان کی تلاوت اور ذکر کی آوازیں اس طرح گونجیں گی، جیسے شہد کی مکّھیوں کا شور ہوتا ہے'' (مظہری)

ابن سعد اور ابن عسا کر نے حضرت سہل مولیٰ خیثمہ سے سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔کہ حضرت سہل نے فرمایا کہ میں نے خود انجیل میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفات پڑھی ہیں کہ: ''وہ نہ پست قد ہوں گے۔نہ بہت دراز قد، سفید رنگ دوزلفوں والے ہوں گے۔ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔،صدقہ قبول نہ کریں گے،حمّار اور اونٹ پر سوار ہوں گے۔،بکریوں کا دودھ خود دوہ لیا کریں گے، پیوندزدہ کرتہ استعمال فرمادیں گے۔اور جو ایسا کرتا ہے وہ تکبّر سے بری ہوتا ہے۔وہ اسماعیل علیہ السلام کی ذریّت میں ہوں گے۔ان کا نام احمد ہوگا''اور ابن سعد طبقات میں دارمی نے اپنے مسند میں بیہقی نے دلائل نبوت میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت نقل کی ہے۔جو یہود کے سب سے بڑے عالم اور تورات کے ماہر مشہور تھے۔انہوں نے فرمایا کہ تورات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ الفاظ مذکور ہیں:

''اے نبی! ہم نے آپ کو بھیجا ہے سب امتوں پر گواہ بنا کر اور نیک عمل کرنے والوں کو بشارت دینے والا، بُرے اعمال والوں کو ڈرانے والا بنا کر اور اُمیّین یعنی عرب کی حفاظت کرنے والا بنا کر، آپ میرے بندے اور رسول ہیں میں نے آپ کا نام مُتوکّل رکھا ہے،نہ آپ سخت مزاج ہیں نہ جھگڑالو اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کردیتے ہیں اور درگزر کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت تک وفات نہ دیں گے جب تک ان کے ذریعہ ٹیڑھی قوم کو سیدھا نہ کردیں۔یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الاّ اللہ کے قائل ہوجائیں۔اور اندھی آنکھوں کو کھول

دیں اور بہرے کانوں کو سننے کے قابل بنادیں اور بند ھے ہوئے دلوں کو کھول دیں''

اس جیسی ایک روایت بخاری میں بروایت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ بھی مذکور ہے۔اور کتب سابقہ کے بڑے ماہر عالم حضرت وہب بن منبہ سے بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے کہ:

'' اللہ تعالیٰ نے زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف یہ وحی فرمائی۔کہ اے داؤد آپ کے بعد ایک نبی آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا۔میں ان پر کبھی ناراض نہ ہوں گا۔اور وہ کبھی میری نافرمانی نہ کریں گے۔ اور میں نے ان کے لئے سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کردی ہیں ان کی امّت امّتِ مرحومہ ہے۔میں نے ان کو وہ نوافل دیئے ہیں جو انبیاء کو عطا کی تھیں اور ان پر وہ فرائض عائد کئے ہیں جو پچھلے انبیاء پر لازم کئے گئے تھے یہاں تک وہ محشر میں میرے سامنے اس حالت میں آئیں گے کہ ان کا نور انبیاء علیہم السلام کے نُور کے مانند ہوگا۔ اے داؤد میں محمدؐ اور ان کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے۔میں نے ان کو چھ چیزیں خصوصی طور پر عطا کی ہیں جو دوسری امتوں کو نہیں دی گئیں اوّل یہ کہ خطا ونسیان پر ان کو عذاب نہ ہوگا، جو گناہ ان سے بغیر قصد کے صادر ہو جائے گا،اور جب ان پر کوئی مصیبت پڑے اور وہ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔ کہیں تو ان پر اس مصیبت کو صلوٰۃ ورحمت اور جنّت کی طرف ہدایت بنادوں گا، وہ جو دعا کریں گے میں قبول کروں گا کبھی اس طرح کہ جو مانگا ہے وہی دے دوں گا وہ جو دعا کریں گے میں قبول کروں گا کبھی اس طرح کہ جو مانگا ہے وہی دے دوں گا اور کبھی اس طرح کہ اس دعا کو ان کا آخرت کا سامان بنادوں (روح المعانی)

سینکڑوں میں سے چند روایات تورات، انجیل، زبور کے حوالہ سے نقل کی گئی ہیں پوری روایات کو محدثین نے مستقل کتابوں میں جمع کیا ہے۔

تورات وانجیل میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امتِ مرحومہ کے خاص فضائل و صفات اور علامات کی تفصیل پر علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں،اس آخری دور میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اظہار الحق میں اس کو بڑے شرح وبسط اور تفصیل و تحقیق کے

ساتھ لکھا ہے، اس میں موجودہ زمانے کی تورات وانجیل جس میں بے انتہا تحریفات ہوچکی ہیں ان میں بھی بہت سی صفات وفضائل کا ذکر موجود ہونا ثابت کیا ہے ،اس کا عربی سے اردو میں ترجمہ حال میں شائع ہو چکا ہے قابلِ دید ہے۔

سابقہ آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ان صفات وعلامات کا تفصیلی بیان تھا جو تورات وانجیل اور زبور میں لکھی ہوئی تھیں، اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی کچھ مزید صفات بھی مذکور ہیں۔

جن میں پہلی صفت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ ''معروف'' کی لفظی معنٰی جانا پہچانا ہوا،اور منکر کے لغوی معنٰی اوپرا، اجنبی جو پہچانا نہ جائے۔ اس جگہ معروف سے وہ نیک کام مراد ہیں جو شریعتِ اسلام میں جانے پہچانے ہوئے ہیں اور منکر سے وہ برے کام جو دین وشریعت سے اجنبی ہیں۔

اس جگہ اچھے کاموں کو معروف کے لفظ سے اور بُرے کاموں کو منکر کے لفظ سے تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ دین میں نیک کام صرف اس کو سمجھا جائے گا جو قرنِ اول کے مسلمانوں میں رائج ہوا اور جانا پہچانا گیا،اور جو ایسا نہ ہو وہ منکر کہلائے گا۔اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ وتابعین نے جس کام کو نیک نہیں سمجھا وہ خواہ کتنا ہی بھلا معلوم ہو ازرُوئے شریعت وہ بھلا نہیں۔

احادیث صحیحہ میں اسی لئے ان کاموں کو جن کی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہؓ وتابعین کی طرف سے نہیں پائی جاتی ان کو محدثات الاموراور بدعت فرما کر گمراہی قرار دیا ہے۔معنٰی آیت کے اس جُملہ کے یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو نیک کاموں کا حکم کریں گے۔اور بُرے کاموں سے منع فرمادیں گے۔

یہ صفت اگرچہ تمام انبیاء علیہم السلام میں عام ہے اور ہونا ہی چاہئے کیونکہ ہر نبی اور رسول اسی کام کے لئے بھیجے جاتے ہیں کہ لوگوں کو نیک کاموں کی طرف ہدایت کریں اور بُرے کاموں سے منع کریں لیکن اس جگہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو اس صفت میں دورے انبیاء علیہم السلام سے خاص

امتیاز اور خصوصیت حاصل ہے اور وہ امتیاز کئی وجہ سے ہے۔اول اس کام کا خاص سلیقہ کہ ہر طبقے کے لوگوں کوان کے مناسب حال طریق سے کرنا جس سے بات ان کے دِل میں اتر جائے اور بھاری نہ معلوم ہو، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیمات میں غور کیا جائے۔تو اس کا مشاہدہ ہوگا کہ آپؐ کوحق تعالیٰ نے اس میں خصوصی اورامتیازی سلیقہ عطا فرمایا تھا۔عرب کے بدوی جو اونٹ اور بکری چرانے کے سِوا کچھ نہیں جانتے تھے ان سے ان کے اندازِ فہم پر گفتگو فرماتے۔اور دقیق علمی مضامین کو ایسے سادہ الفاظ میں سمجھا دیتے تھے۔کہ اَن پڑھ لوگوں کی بھی سمجھ آجائے،اور قیصر وکسرٰی اور دوسرے ملوکِ عجم اوران کے بھیجے ہوئے ذی علم وفہم سُفرا سے ان کے انداز کے مطابق گفتگو ہوتی تھی اور بلا اِستثناء سب ہی اس گفتگو سے متاثر ہوتے تھے۔دوسرے آپ کی اور آپ کے کلام کی خداداد مقبولیت اور دلوں میں تاثیر بھی ایک معجزانہ انداز رکھتی ہے بڑے سے بڑا دشمن بھی جب آپ کا کلام سنتا تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا تھا۔

اُوپر بحوالہ تورات جو صفات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی بیان کی گئی تھیں۔ان میں یہ بھی تھا۔کہ آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اندھی آنکھوں کو بینا اور بہرے کانوں کو سننے والا بنادے گا اور بند دلوں کو کھول دے گا۔یہ اوصاف شاید اسی خصوصیت کا نتیجہ ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کوحق تعالیٰ نے صفت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا امتیازی سلیقہ عطا فرمایا تھا۔

دوسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم لوگوں کے لئے پاکیزہ اور پسندیدہ چیزوں کو حلال فرمادیں گے۔اور گندی چیزوں کو حرام، مراد یہ ہے۔کہ بہت سی پاکیزہ اور پسندیدہ چیزیں جو بنی اسرائیل پر بطور سزا کے حرام کردی گئی تھیں،رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم ان کی حرمت کو ختم کردیں گے۔مثلاً حلال جانوروں کی چربی وغیرہ جو بنی اسرئیل کی بدکاریوں کی سزا میں اُن پر حرام کردی گئی تھی۔آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کو حلال قرار دیا،اور گندی چیزوں میں خون اور مردار جانور، شراب اور تمام حرام جانور داخل ہیں اور تمام حرام ذرائع آمدنی بھی مثلاً سُود، رشوت

،جُوا وغیرہ (السراج المنیر) اور بعض حضرات نے بُرے اخلاق وعادات کو بھی گندی چیزوں میں شمار فرمایا ہے۔

تیسری صفت یہ بیان فرمائی گئی وَیضع عنھم اصرھم والاغلٰل الّتی کانت علیھم۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم ہٹا دیں گے لوگوں سے اس بوجھ اور بند کو جو ان پر مسلط تھی۔

لفظ اِصر کے معنی بارِگراں کے ہیں جو آدمی کو حرکت کرنے سے روک دے اور اَغلٰل غُل کی جمع ہے، اس ہتکڑی کو غُلّ کہتے ہیں جس کے ذریعہ مجرم کے ہاتھوں کو اس کی گردن کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے۔اور وہ بالکل بے اختیار ہو جاتا ہے۔

اِصر اور اِغلال یعنی بارِگراں اور قید سے مراد اس آیت میں وہ احکام شاقہ اور دشوار واجبات ہیں جو اصل دین میں مقصود نہ تھے۔ بلکہ بنی اسرائیل پر بطور سزا کے لازم کر دیئے گئے تھے۔، مثلاً کپڑا ناپاک ہو جائے تو پانی سے دھو دینا بنی اسرائیل کے لئے کافی نہ تھا بلکہ یہ واجب تھا کہ جس جگہ نجاست لگی ہے اس کو کاٹ دیا جائے۔ اور کفار سے جہاد کر کے جو مال غنیمت ان کو ہاتھ آئے ان کے لئے حلال نہیں تھا۔ بلکہ آسمان سے ایک آگ آ کر اس کو جلا دیتی تھی، ہفتہ کے دن شکار کھیلنا ان کے لئے حرام تھا۔جن اعضاء سے کوئی گناہ صادر ہو ان اعضاء کا کاٹ دینا واجب تھا۔کسی کا قتل خواہ عمداً ہو یا خطاءً دونوں صورتوں میں قصاص یعنی قاتل کا قتل کرنا واجب تھا خُون بہا دینے کا قانون نہ تھا۔

ان احکامِ شاقّہ کو جو بنی اسرائیل پر نافذ تھے۔قرآن میں اِصر اور اغلال فرمایا۔اور یہ خبر دی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم ان سخت احکام کو منسوخ کر کے سہل احکام جاری فرمادیں گے۔

اسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ میں نے تم کو ایک سہل اور آسان شریعت پر چھوڑا ہے جس میں نہ کوئی مشقت ہے نہ گمراہی کا اندیشہ۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے الدّین یُسر یعنی دین آسان ہے۔ قرآن نے فرمایا،**و ما جعل علیکم فی الدین من حرج** یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔

نبی امی صلی اللہ علیہ والہ وسلّم کی مخصوص صفاتِ کمال بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا:

فالذین اٰمنو به و عزروه و نصروه واتبعواالنو رالّذی اُنزل معه اُولٰئِک هم المفلحون. یعنی تورات وانجیل میں نبی آخرالزمان کی واضح صفات وعلامات بتلا دینے کا نتیجہ یہ ہے کہ جولوگ آپ پر ایمان لائیں اورآپ کی تعظیم کریں۔اور مدد کریں۔اوراس نور کا اتباع کریں جوآپ کے ساتھ بھیجا گیاہے۔یعنی قرآن عظیم تو یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔

یہاں فلاح پانے کے لئے چار شرطیں ذِکر کی گئی ہیں۔ اول آنخضرت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم پر ایمان، دوسرے آپؐ کی تعظیم وتکریم، تیسرے آپؐ کی امداد، چوتھے قرآن کریم کا اتباع

تعظیم وتکریم کے لئے اس جگہ لفظ عزّروہ لایا گیا۔جوتعزیر سے مشتق ہے تعزیر کے اصلی معنی شفقت کے ساتھ منع کرنے بحفاظت کرنے کے ہیں۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے عزّروہ کے معنی تعظیم وتکریم کرنے کے بتلائے ہیں اورمُبرّد نے کہا کہ اعلیٰ درجہ کی تعظیم کوتعزیر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مراد یہ ہے کہ وہ لوگ جوآنخضرت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم کی عظمت ومحبت کے ساتھ آپ کی تائیدوحمایت اورمخالفین کے مقابلہ میں آپ کی مدد کریں۔وہ مکمل فلاح پانے والے ہیں۔زمانہ نبوت تو یہ تائید ونصرت آپؐ کی ذات کے ساتھ متعلق بھی اورآپؐ کی وفات کے بعد آپؐ کی شریعت اورآپ کی دین کی تائیدو نصرت ہی آنخضرت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم کی تائیدونصرت کا مصداق ہے۔

قرآن کریم کواس آیت میں نور سے تعبیر کیا گیا وجہ یہ ہے کہ جس طرح نور کے نور ہونے پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں نور خود اپنے وجود کی دلیل ہوتا ہے۔اسی طرح قرآن کریم خود اپنے کلام ربانی اور کلامِ حق ہونے کی دلیل ہے۔کہ ایک امّی شخص کی زبان سے ایسا اعلیٰ وابلغ کلام آیا جس کی مثال لانے سے ساری دنیا عاجز ہوگئی۔ یہ خود قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے کی دلیل ہے۔

نیز جس طرح نور خود بھی روشن ہوتا ہے۔اور دوسری اندھیریوں میں بھی اجالا کر دیتا ہے اسی طرح قرآن کریم نے اندھیریوں میں پھنسی ہوئی دنیا کوتاریکیوں سے نکالا۔

قرآن کے ساتھ سنت کا اتباع بھی فرض ہے۔ اس آیت کے شروع میں یتّبعون الرّسول النّبیّ الامّیّ فرمایا تھا اور آخر میں واتّبعوا النّور الّذ اُنزل معہ فرمایا۔
ان میں سے پہلے جملہ میں نبی امّی کے اتباع کا حکم ہے اور آخری جملہ میں قرآن کے اتباع کا۔
اس سے ثابت ہوا کہ نجات آخرت کتاب اور سنت دونوں کے اتباع پر موقوف ہے کیونکہ نبی امّی کا اتباع ان سنت کے اتباع کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔
معارف القرآن (مفتی محمد شفیعؒ صاحب مفتی اعظم پاکستان)

سورۃ صف تفسیر حقانی کی روشنی میں

پہلے بعض لاف زنوں کی برائی بیان ہوئی تھی اور اللہ کی راہ میں ثابت قدم ہو کر مخالفانِ راہِ راست کے مقابلے کا حکم تھا۔ وہ لاف زن جن کو بسبب ظاہری ایمان کے مومن کے لفظ سے تعبیر کیا۔ دراصل منافق تھے وہ علاوہ لاف زنی کے پیغمبر علیہ السلام کی جناب میں اور نیز مخلصین اہلِ ایمان کے حق میں بد گمانی اور تمسخر بھی کیا کرتے تھے۔ اور ایذائیں بھی دیا کرتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں موسیٰ علیہ السلام کو بھی باوجود صدہا معجزات دیکھنے کے اس کی قوم نے ایذائیں دیں اور اس پاکباز بندے نے سہیں۔ اس لیے فرمایا۔ واذ قال موسیٰ لقومہ یا قوم لم تؤذوننی وقد تعلمون انّی رسول اللہ الیکم ۔ کہ یاد کرو جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے پے در پے ایذاؤں کے بعد ان سے یہ کہا کہ اے قوم! مجھے کس لیے ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ یوں بھی کسی ہادی اور خیر خواہ قوم کو ستانا برا ہے۔ مگر جبکہ اس بدنصیب

قوم کو یقین ہو جائے کہ یہ اللہ کے رسول ہمارے پاس آئے ہیں۔ تو اور بھی برا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل تھی۔ آپ کے صد ہا معجزات اس قوم نے مصر میں بھی دیکھے تھے۔ قلزم سے خشکی سے پار لے جانا اور فرعونیوں کا اسی رستے میں غرق ہونا اور نیز فرعون کی قید سے آزاد ہونا اور یدِ بیضا اور عصٰی اور پتھر میں پانی نکلنا، ابر کا سایہ کرنا، من وسلویٰ نازل ہونا وغیرہ سینکڑوں معجزے دیکھے تھے۔ جن سے ان آپ کے رسول ہونے کا یقین کامل تھا مگر جبلی شرارت اور ازلی بدبختی سے مجبور تھے۔ پھر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طرح طرح سے ستاتے تھے کہیں بچھڑا پوجنے لگے۔ کہیں قارح وغیرہ ایک جماعت نے موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام کی امامت کی بابت سخت جھگڑا کیا۔ ایک بار عمالیق کے مقابلے کے وقت پھر گئے کہ ہم سے نہیں لڑا جاتا۔ تم اور تمہارا اللہ ہی لڑے۔ کبھی سفر کی صعوبتوں پر ناخوش ہو کر مصر کی ترکاریاں یاد کر کے موسیٰ علیہ السلام کے حق میں سینکڑوں ناشائستہ باتیں کہنے لگے (از توریت) اس پر موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ مجھے کس لیے ستاتے ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کمال درجے کی مشابہت نبوت میں تھی جیسا کے توریت سفر استثناء کے اٹھارویں باب اور قرآن مجید کی اس آیت سے ظاہر ہے۔ انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا۔ اس لیے اس بارے میں خاص حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ یاد دلایا ورنہ اور بہت نبیوں کو ان کی قوم نے ایذائیں دی ہیں۔ کس نبی کے رستے میں قوم پھول بچھائے ہیں؟ بلکہ کانٹے ڈالے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رسالت کا جس طرح ان کی قوم کو یقین کامل تھا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی رسالت بھی کسی ہوشمند کی نظرِ غائر میں مخفی نہ تھی۔ قطع نظر آیات معجزات کے آپ کی سیرت وصورت پاک بھی ایک اعجاز تھی۔ اس کے سِوا سب سے اخیر بنی اسرائیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے ظاہر ہونے کی خبر دے چکے تھے اس لیے اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور نیز خاص ان کا معاملہ بھی ذکر کرتا ہے۔ کہ بنی اسرائیل نے ان کے ساتھ صد ہا معجزات وآیات دیکھ کر کیا سلوک کیا؟ یہ دو نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ

علیہ السلام موجودہ دنیا کے مسلم الثبوت نبی تھے پھر ان کے ساتھ ایذاء اور نافرمانی کا برتاؤ جوان کی قوم نے کیا۔ان کی رسالت میں کوئی نقص نہیں پیدا کرتا۔تو آپ کی شان میں چند منافقوں کا ایذاوہ معاملہ کیا نقص پیدا کرسکتا ہے؟ پھر جب وہ ٹھیڑے کردیے بدکام کرتے کرتے بدی کا ملکہ اور دل میں کجی پیدا ہوجاتی ہے یہی اللہ کاٹھیڑا کرنا ہے۔اور پھر ہدایت بھی نہیں ہوتی۔اور یہی مراد ہے اس سے کہ اللہ بدقوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ یا یوں کہو ازلی بدکاروں کو جو علم الٰہی میں ہمیشہ کے لیے بدکار قرار پاچکے ہیں ہدایت نہیں ورنہ عارضی سینکڑوں بدکاروں کو ہدایت ہوتی ہے۔اورانہیں کی ہدایت کے لیے قرآن اور نبی علیہم السلام آئے بیمار کو حکیم کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے فقال اذ قال عیسی ابنُ مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم ۔اور یاد کرو جبکہ عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اسرائیل سے کہا کہ میں خدا کی طرف سے تمہارے پاس رسول اور پیغام پہنچانے کو بھیجا گیا ہوں

فائدہ: عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن میں اکثر جگہ ابن مریم کے لفظ سے یاد کیا ہے۔تاکہ زمانہ موجود کے عیسائیوں کو وہ خیال رد ہوجائے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔اس میں اشارہ ہے کہ وہ اللہ کے نہیں بلکہ مریم علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے باوجود یہ کہ شام میں اورقومیں بھی تھیں مگر خاص بنی اسرائیل یعنی یہود سے کہا کہ میں تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام جہان کے لیے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ بلکہ خاص بنی اسرائیل کے لیے گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کے مصلح اور کامل کرنے والے تھے۔ (انجیل متی باب دسواں درس پانچواں)

(۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یا قوم نہ کہا بلکہ یا بنی اسرائیل کہا۔اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو بنی اسرائیل اپنا ہم قوم سمجھتے تھے۔ برخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ ان کا دنیا میں کوئی باپ نہ تھا۔ ہاں ان کی ماں مریم ضرور اسرائیل کے خاندان سے تھیں۔اوراولاد کا نسب باپ کی جانب منسوب ہوتا ہے۔نہ کہ ماں کی طرف۔اس لیے بنی اسرائیل ان کو اپنی قوم سے شمار کرنے میں کلام

کرتے تھے اناجیل میں جو ابن داؤد کے لقب سے حضرت کو یاد کیا گیا ہے۔ یہ انکے معتقدین خاصہ کا کام ہے۔

(۴) عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کے ثبوت یا اظہار میں علاوہ معجزات وآیات بینات کے دو باتیں کہیں۔اول مصدق لم بین یدیّ من التورٰۃ کہ میں اپنے سے پہلے کتابوں کی یعنی تورات کی تصدیق کرتا ہوں۔یہی مضمون انجیل متیٰ کے پانچویں باب سترھویں جملے میں ہے۔ ''یہ خیال مت کرو کہ توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے آیا ہوں۔ میں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے کو آیا ہوں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان وزمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا شوشہ توریت کا ہرگز نہ مٹے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو'' انتہیٰ۔

جن لوگوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہو کر آئے تھے وہ توریت کو مانتے تھے پھر آپ کا اس کی تصدیق کرکے معجزات دکھانا، عمدہ تعلیم دینا ان لوگوں کے لیے صاف نبوت پر یقین دلانے والا امر تھا اور کوئی وجہ سرتابی اور سرکشی کی نہ تھی مگر ازلی بدبختی مانع آئی۔حضرت مسیح علیہ السلام تو توریت کی بابت یہ فرمائیں اور نیک کاموں پر پابند ہونے کی تاکید کریں۔اور پولس اور اس کے بعد لوتھر وغیرہ جو عیسائیوں کے رسول اور مجتہد اور دینی بزرگ ہیں وہ توریت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں یوں کہیں اور حلال اور حرام کی قید سے آزادی دیں جو شریعت ہی کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں سو لعنت کے تحت ہیں۔ ۱۳۔ مسیح نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنتی ہوا کیونکہ لکھا ہے جو کوئی (یعنی مسیح) کاٹھ پر (صلیب پر) لٹکایا گیا سو لعنتی ہے۔

۱۴۔ ہر شریعت کو ایمان سے کچھ نسبت نہیں۔ یہ حضرت پولس کے اس خط کے فقرے ہیں جو آپ نے گلیتوں کو لکھا تھا اس کے تیسرے باب میں مذکور ہیں۔پھر اس خط میں جو عبرانیوں کو لکھا تھا اس کے ساتویں باب میں پولس صاحب توریت کی بابت یہ فرماتے ہیں قولہ '' اگلا حکم اس لیے کہ کمزور اور بے فائدہ تھا اٹھ گیا '' یعنی توریت جو کمزور اور بے فائدہ تھی اٹھ گئی۔ وارڈ صاحت اپنی کتاب

اغلطنامہ مطبوعہ ۱۸۴۱ کے صفحے ۳۷ میں مارٹین لوتھر کا قول اس کی کتابوں سے نقل کرتا ہے۔اور یہ مارٹین لوتھر کا قول اس کی کتابوں سے نقل کرتا ہے۔ اور یہ مارٹین لوتھر فرقہ پراٹسٹنٹ کا جو آج کل ہندوستان میں حکومت کر رہا ہے۔پیشوا اور مصلحِ دین اور مجتہد ہے۔مارٹین فرماتے ہیں اپنی ایک کتاب کی تیسری جلد صفحہ ۴۰ ۔ ۴۱ میں قولہ ''ہم نہ سنیں گے۔اور نہ دیکھیں گے۔موسیٰ کو اس لیے کہ وہ صرف یہودیوں کے لیے تھا۔اور اس کو ہم سے کسی چیز میں علاقہ نہیں'' پھر دوسری کتاب میں لکھتے ہیں کہ ''ہم موسیٰ کو قبول نہ کریں گے۔اور نہ اس کی توریت کو اس لیے کہ وہ دشمنِ عیسیٰ ہے'' پھر لکھتے ہیں ''موسیٰ تو جلادوں کا استاد ہے۔'' پھر لکھتے ہیں ''توریت کے دس حکموں کو عیسائیوں سے کچھ علاقہ نہیں۔ان کو دور کرنا چاہیے تمام بدعات ان سے موقوف ہو جائیں گی'' حالانکہ ان دس حکموں میں یہ باتیں بھی ہیں۔ بت پرستی نہ کرو، ماں باپ کی تعظیم کرو، ہمسایہ کو ایذا نہ دو، ناحق خون نہ کرو، زنا نہ کرو، جھوٹی گواہی نہ دو وغیرہ۔ پھر لوتھر فرماتے ہیں حرام وحلال کی قید سے آزاد ہو جاؤ ۔حرام کاری کرو، خون کرو، جس قسم کی چاہو بدکاری کرو اور خوب دلیری سے کرو اور دن میں سو بار کرو مگر صرف مسیح پر ایمان رکھو۔تمہاری نجات ویسی ہی یقینی ہے جیسا کہ مسیح کی'' ۔ سب عیسائیوں کا صدہا برس سے بلکہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہی عقیدہ ہو گیا تھا اور اس لیے وہ بدکاریوں اور ہر قسم کے گناہوں کے دریا میں ڈوبے ہوئے تھے۔

دوسری بات: اس لیے حکمتِ الٰہیہ کا مقتضٰی ہوا کہ ان سب کو سدھارنے کے لیے ایک زبردست رسول قائم کرے اور الہام سے یہ بات عیسائی ایسے ہو جائیں گے۔اور ان کے پاس اصلی کتابیں بھی نہ رہیں گی۔اور وہ مجھ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگیں گے۔آپ کو معلوم کرائی گئی تھی۔جس لیے آپ نے یہ دوسری بات اپنی نبوت کے ثبوت میں بیان فرمائی۔ ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کہ میں ایک رسول کی خوشخبری بھی دیتا ہوں کہ جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہے البتہ ایک ایسے نبی کی پیشین گوئی نبوت مسیح علیہ السلام کی پوری دلیل تھی۔اور ایسی پیشین گوئی جبکہ اس قوم سرکش نے حضرت مسیح علیہ

السلام کو قبول نہ کیا۔ اور ایذا رسانی پر کمر باندھ کر کھڑے ہو گئے ضرور تھی تا کہ ان سرکشوں کو متنبہ کیا جائے۔ کہ ایک ایسا نبی صاحب شوکت بھی آنے والا ہے جو تمہارے بل سیدھے کر دے گا۔

اب ہم کو اس پیشین گوئی کی بابت بحث کرنی ہے؟ عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام نے جس کی بابت خبر دی ہے اور اس کو فارقلیط سے تعبیر کیا اس سے روح القدس کا نازل ہونا مراد ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد حواریوں پر جبکہ وہ ایک مکان میں مجتمع تھے نازل ہوا تھا۔ جس سے وہ مختلف زبانیں بولنے لگے تھے۔ روح القدس کسی خاص شکل میں دکھلائی نہیں دیا تھا بلکہ ان پر اس کا ایک ایسا اثر ہو گیا تھا جیسا کہ کسی کے سر پر شیخ سدو یا کوئی جن چڑھ کر بولتا ہے۔ اور یہ معاملہ تھوڑی دیر تک رہا تھا۔ اس سے مراد کوئی نبی نہیں جیسا کہ اہل اسلام سمجھتے ہیں۔

فارقلیط میں بحث: قبل اس کے کہ میں فارقلیط کی تحقیق کروں اور اس کے ساتھ جو اور بھی الفاظ ہیں جو کسی طرح روح القدس کے نازل ہونے پر دلالت نہیں کرتے اور روح القدس پر چسپاں نہیں ہو سکتے۔ ان کو بیان کروں عیسائیوں کی دینی کتابوں پر بحث کرتا ہوں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد سے ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک ان کا کیا حال تھا؟ آیا وہ اصلی کتابیں بغیر تحریف و تبدیل کے سب کلیساؤں میں موجود تھیں یا نہیں؟

اہلِ کتاب موسیٰ علیہ السلام کی پانچ کتابوں کو توریت کہتے ہیں اور پھر حضرت یوشع بن نون خلیفہ حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے تصنیف کردہ کتابوں کو ملا کر عہدِ عتیق اور انجیل اربعہ اور حواریوں کی تاریخ اور ان کے ملفوظات و مکاشفات کو عہدِ جدید کہتے ہیں اور کبھی عہدِ عتیق کو کہ جس کو پرانا عہد نامہ یا اولڈ ٹسٹمنٹ بھی کہا کرتے ہیں۔ سب کو توریت کہہ دیتے ہیں اور عہدِ جدید کو جس کو نیا عہد نامہ یا نیو ٹسٹمنٹ بھی کہتے ہیں سب کو انجیل کہہ دیتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو کلامِ الٰہی الہام ہوا تھا اب خواہ ان کو کوہ طور پر ہوا ہو یا دیگر مقامات پر اصل توریت جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے وہی ہے اور ہونا بھی چاہیے اور اس کے برحق ہونے میں کچھ بھی

کلام کسی ایماندار کونہیں ۔موسیٰ علیہ السلام نے اس توریت کو کاغذوں پرلکھوایا تھایا لکڑی کے تختوں پر یااور کسی چیز پراس کا پورا پتا دریافت کرنا مشکل بات ہے خواہ کسی چیز پرلکھوایا ہو۔مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صدیوں بعد تک وہ کتاب (جس کا غالباً ایک ہی نسخہ ہوگا کاغذ و کتابت کی قلت کی وجہ سے ۔) بنی اسرائیل میں رہی کسی خاص دن میں لوگ اس کو پڑھا بھی کرتے تھے۔اوراس کا وعظ بھی سنتے تھے۔ اور وہ کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صندوق شہادت میں رکھوادی تھی۔جیسا کہ توریت سفر استثناء کے اکتیسویں باب کے چوبیسویں جملے میں ہے۔ قولہ ''اورایسا ہوا کہ جب موسیٰ علیہ السلام اس شریعت کی باتوں کو کتاب میں لکھ چکا اور وہ تمام ہوئیں تو موسیٰ علیہ السلام نے لاویوں کو جو خداوند کے عہد کے صندوق کو اٹھاتے تھے۔فرمایا کہ اس شریعت کی باتوں کو لے کر خداوند اپنے خدا کے عہد کے صندوق کے ایک بغل میں رکھو تا کہ وہ تمہارے برخلاف گواہ رہے۔'' انتٰہی ۔ شریعت کی کتاب توریت ہی تھی ورنہ اس کے سوا اورکوئی کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ثابت نہیں ہوتی۔

پھر رحعام بادشاہِ یہود کے عہد میں ایک بار مصر کا بادشاہ سیسق بنی اسرائیل پر چڑھ آیا۔ وہ بیت المقدس کا تمام لوٹ کرلے گیا (اس میں حضرت داؤدعلیہ السلام کی زبورات اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے امثال اورغزلیں بھی شامل ہیں جواستعارات وتشبیہات سے پُر ہیں۔)

جواس کے باپ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تیار کیا تھا اوراسی حادثے میں وہ کتاب اورصندوق بھی غارت ہوا۔مگر اول کتاب السلاطین کے آٹھویں باب نویں درس سے یوں ثابت ہوتا ہے کہ وہ کتاب حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد سے پہلے ہی حادثوں میں جاتی رہی تھی۔ کیونکہ اس میں لکھا ہے۔کہ سلیمان علیہ السلام نے جب صندوق کھولا تو بجز تو لوحوں کے اس میں سے اورکوئی چیز نہیں نکلی''

اس عہد سے لے کر یوسیاہ بادشاہ کے عہد تک جو حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمیناً چھ سو چوبیس برس پہلے تھا۔توریت کا کہیں پتا نہیں تھا۔مگر اس کے عہد میں اٹھارویں سال خلقیاہ سردار کاہن نے دعویٰ کیا کہ میں نے خداوند کے گھر میں توریت کی کتاب پائی ہے(۲۔ کتاب السلاطین باب ۲۲)اس کے بعد

یوسیاہ نے تمام قوم کو جمع کر کے یہ کتاب جس میں احکام شرعی تھے سنوائے اور اسی کا نام توریت تھا۔ فرض کر کہ اس عرصہ دراز تک کوئی توریت سے واقف بھی نہ تھا۔ صرف خلقیاہ کو کسی جگہ سے مل گئی اور اس میں کوئی کمی بھی ہوئی نہ کوئی ورق کم ہوا نہ عبادتیں مٹیں مگر یہ بھی اس کے بعد بخت نصر کے حادثے میں دنیا سے معدوم ہوگئی جیسا کہ کتب تواریخ شاہد ہیں۔ پھر ستر برس کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام اور دیگر انبیاء نے احکامِ شریعت و دستوراتِ عبادت وبعض روایات کو اپنی یادداشت سے لکھا۔ عام اہلِ کتاب اسی کو توریت کہتے ہیں کہ از سرِ نو اس کو لکھوایا مگر یہ نہیں ثابت ہوتا۔ بلکہ یہی کہ دینی دستورات و روایات کو یادداشت کے موافق جمع کیا تھا۔ مگر اس کے بعد انٹیوکس ابی فلنس سریا کے بادشاہ نے سن عیسوی سے ایک سوستر برس آگے یروشلم پر کئی بار چڑھائی کی۔ ایک بار اس نے چالیس ہزار یہودیوں کو قتل کیا اور تمام کتابوں کو تلاش کر کے جلادیا اور بیت المقدس کو مسمار کر کے اس کی جگہ بت خانہ بنادیا اور کئی کروڑ کا قیمتی اسباب لے گیا مقابیس کی پہلی کتاب کے اول باب میں ہے۔ کہ ''انٹیوکس نے یروشلم کو فتح کر کے عہدعتیق کی کتابوں کے جتنے نسخے اسے ملے۔ پھاڑ کر جلادیے اور حکم دیا کہ جس کے پاس کوئی کتاب عہد عتیق کی نکلے گی یا وہ شریعت کی رسم بھالائے گا مارا جائے گا۔ اور ہر مہینے میں یہ تحقیقات ہوئی تھی''۔ انتہٰی۔

اس حادثے میں حضرت عزیر علیہ السلام وغیرہ انبیاء کی تصانیف یا ان کے بعد جو شمعون صادق نے تخمیناً دوسو بانوے برس مسیح علیہ السلام کے پہلے یادداشت کے طور پر یا توریت کی سنی سنائی باتیں لکھیں اور اسی کو یہود توریت سمجھتے تھے وہ بھی سب کچھ اس حادثے میں تلف ہوگیا اور یہود بالکل دینی کتابوں اور احکام شریعت سے بے بہرہ ہوگئے۔ یہ عہدِ عتیق پر تیسرا حادثہ تھا جو بہت بڑا حادثہ تھا اس کے یہوداہ مقابیس نے سن عیسوی سے تخمیناً ایک سو پینسٹھ برس پہلے پھر بیت المقدس کی تعمیر شروع کی اور حضرت عزیر علیہ السلام کی طرح یادداشت پر عہدِ عتیق کی نقل جمع کی۔ پھر یہی نسخہ بنی اسرائیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد تک بلکہ ان کے بعد تک توریت اور کتب انبیاء سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ صرف ایک ہی نسخہ تھا۔ جو بیت المقدس میں دھرا رہا کرتا تھا۔ مگر ۷۰ عیسویں میں روم کا شہزادہ یہودیوں کی سرکشی اور بدعہدی کی وجہ سے بڑے طیش میں آکر شہر

یروشلم پر چڑھ آیا۔ اور محاصرے کے بعد شہر کو غارت کیا اور بیت المقدس کو بالکل مسمار کردیا اور گیارہ لاکھ یہودیوں کو قتل کردیا اور بہت کو غلام بنایا اور کتابوں اور بے شمار اسباب اور بیت المقدس میں آگ لگادی جس کا شعلہ آسمان تک بھڑک اٹھا اوراس نسخے کو اپنے ساتھ روم میں لے گیا۔ جیسا کہ بعض اہلِ کتاب کا خیال ہے (مفتاح الکتاب رومن صفحہ ۲۱۔ مطبوعہ مرزاپور ۱۸۵۶ء) پھر جب توریت کا یہ حال ہوا تو اور کتب انبیاء علیہم السلام زبور وغیرہ کیونکران حوادث میں بچ رہے ہوں گے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مسیح السلام کا توریت کی تصدیق کرنا اور وعظ فرمانا اور اسی طرح حواریوں کا اس سے سند لینا اکثر تواریخ سے ثابت ہے پھر جب اصل توریت دنیا میں موجود نہ تھی تو یہ کیونکر ہوا ہے؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی تاریخ اور قومی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اوران کے حواری کرام نے یہ شہادت دی ہو کہ یہ وہی توریت اور صحفِ انبیاء علیہم السلام ہیں اوران میں کسی جگہ تحریف وتبدیلی نہیں ہوئی۔ نہ کمی زیادتی اور ہرگز وہ حضرات نہیں کہہ سکتے تھے۔ کس لیے کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کا جنگ نامہ اور یاہوغیب بین کی کتاب اوراسی طرح اور کتابیں جن کی تعداد پندرہ بیس کے درمیان ہے مقصود ہوگئیں اور کیا آپ کو اتنی بھی خبر نہ تھی۔ کہ کتاب استثناء کا اخیر باب اور کتاب یشوع کا اخیر باب اور دیگر مقامات کو جن ان چیزوں کا ذکر ہے کہ جو حضرت موسیٰ ویوشع علیہما السلام کے سینکڑوں برس بعد پیدا ہوئیں ہرگز ہرگز موسیٰ ویوشع علیہم السلام کا کلام نہیں بلکہ بعد میں کسی اور نے ملادیا۔ اوراس کے ملانے والے نے حاشیہ وتفسیر کا بھی کوئی امتیاز نہیں رکھا۔ اور نہ اپنا نام ظاہر کیا۔ یوں خوش اعتقادی سے چاہو حضرت عزیر علیہ السلام کا نام لے لو یہ اور بات ہے اس طرح زبورات ودیگر صحفِ انبیاء کے مصنفین میں آج تک علمائے اہلِ کتاب کو اختلاف ہے پھر کیوں ان کی بابت حضرت مسیح علیہ السلام نے فیصلہ نہیں کردیا؟ اور سامریوں نے اپنی توریت میں عیسائی پہاڑ کی جگہ جرزین بنالیا اور ہر ایک دعویٰ کرتا تھا۔ کہ توریت میں ہمارے موافق ہے۔ سامری کہتے تھے کہ جرزین پہاڑ پر حکم ہوا تھا اصلی ہیکل ہماری ہے اور یہود کہتے تھے

نہیں بلکہ عیسیال پہاڑ پر بنانے کا حکم ہوا تھا اور اصلی ہیکل ہماری ہے۔ پھر حضرت مسیح علیہ السلام نے (جبکہ ایک سامری عورت نے آپ سے اس کا فیصلہ پوچھا۔ یوحنا۴۔ باب ۱۹، ۲۵) تو اس کا بھی کوئی فیصلہ نہ کیا اور دونوں میں سے کسی ایک کو بھی جھوٹا یا سچا نہ بتایا۔اور ممکن ہے کہ توریت کی تحریف اور اصلی حال بھی کھول دیا ہو مگر لکھنے والوں نے نہ لکھا ہو کیونکہ آپ کی بہت سی باتیں نہیں لکھی گئیں جیسا کہ انجیل یوحنا کے ۲۰ باب۔ ۳۰ درس اور ۲۱ باب ۲۵ درس میں تصریح ہے۔اور جبکہ حال کے روشن دماغ توریت کے طرزِ کلام کو دیکھ کر فوراً یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بہت دنوں بعد تاریخ کے طور پر کسی نے جمع کی ہے۔ چنانچہ لنڈن میں ایک بشپ کلنزو (پادری) نے توریت کی بابت اپنی یہی رائے ظاہر کی جس پر وہ اس عہدہ سے معزول کیا گیا۔ پھر اس کی اپیل اس نے کی۔ پھر کیا حضرت مسیح علیہ السلام کو معلوم نہ ہوا ہوگا۔ خصوصاً جبکہ یہود کی دیانت داری اور سخن پروری اور حق پوشی کا ان کو صدہا باتوں سے یقین کامل ہوگیا تھا۔اور عیسیال اور جرزین کے مقدمے میں ایک گروہ دوسرے پر تحریف کا الزام لگا رہا تھا۔

طیطس کے بعد روم کے بت پرستوں کی طرف سے جو سخت سخت حادثے اہلِ کتاب پر پڑے وہ ایسے تھے کہ ان میں جان بچانا بھی مشکل تھا پھر ایسی کتاب کہ جس کے متعدد نسخے نہ ہوں اور سامانِ کتابت میسر نہ آنے کے سبب تختیوں یا موٹے بدنما کاغذوں پر لکھی ہوئی ہو کہ جو کئی اونٹوں پر لادی جائے۔ کیونکر بچ سکتی تھی؟ اور جو بچی بھی تو یہ کیونکر یقین ہوسکتا ہے۔ کہ اس میں سے کوئی جزو یا ورق یا حصہ گم نہیں ہوا۔

اب ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب یہ تھا تو یہ کتابیں جو اہلِ کتاب کے پاس بالفعل موجود ہیں اور موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی بھی استثناء کی طرف منسوب ہیں۔ وہ کہاں سے آ گئیں؟ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک بھی اہلِ کتاب کے پاس تھیں جن کا قرآن میں متعدد جگہ ذکر ہے۔اور آنحضرت علیہ السلام نے بھی استثناء کے طور پر ذکر کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح علماء اہلِ کتاب پچھلے حادثوں میں

(جہاۃ توریت کا دنیا سے مفقود ہوجانا یقیناً ثابت ہوتا ہے) یادداشت کے طور پر نام نہاد ان اصلی کتابوں کو جمع کرتے رہے۔اسی طرح ان حادثات کے بعد کسی نے سن سنا کر یا کوئی شکستہ و برباد شدہ پہلے نسخوں کا حصہ بہم پہنچا کر جمع کیا اور اس کا نام توریت وزبور وغیرہ رکھا۔ یہ دستور اہلِ کتاب میں نیا نہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد خلقیاہ سردار کاہن نے کیا جبکہ دنیا میں کوئی بھی توریت کا واقف کار نہ رہا تھا۔اس کے بعد بابل کی اسیری کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام وغیرہ انبیاء نے مل کر کیا۔ اس کے تلف ہوجانے کے بعد شمعون صادق نے کیا جب اینٹوکس گروی میں یہ بھی جاتا رہا تو مقابیں کا جمع کردہ ذخیرہ طیطس گروی میں جاتا رہا تو پھر اور کسی نے جمع کرلیا ہوگا۔

توریت موجودہ میں اور اسی طرح زبور وغیرہ دیگر صحفِ انبیاء علیہم السلام میں اصل توریت وغیرہ کے الہامی مطالب بھی ہیں اور دیگر رطب ویابس روایات وحکایات بھی ہیں۔اس لیے جہاں تک یہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے موافق ہیں ٹھیک ہیں ورنہ غلط یا منسوخ۔

چنانچہ نور الانوار وغیرہ کتب اصول فقہ میں علمائے اسلام نے اس کی تصریح کردی ہے۔اور صحیح بخاری کی ایک حدیث بھی یہی کہہ رہی ہے۔ لا تصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم۔ (الحدیث) کہ ان کی تصدیق کرو نہ تکذیب، یہ وہاں ہے جہاں کتاب وسنت ساکت ہو اور چونکہ اس مجموعے میں اصل توریت کا خصوصاً احکام شریعت میں ایک بڑا حصہ تھا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام علیہ السلام یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود کو احکام شرعیہ کی مخالفت پر الزام دینے کے لیے ان کے زعم کے موافق اس کو استشناء میں لانا، اس کا حوالہ دینا یا اس کی تعظیم کرنا اس بات کی شہادت نہیں ہوسکتی کہ ان بزرگواروں نے بلاکم وکاست اس کتاب کو اصلی اور غیر محرف مان لیا ہے۔یا کسی مؤرخ کا ان کے حوالے دینے سے بھی اس بات کی شہادتیں نہیں ہوسکتی۔ لا تصدقوا۔کا فقرہ جو خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک کا نکلا ہوا ہے اور اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کا یہود کے حق میں یہ فرمانا قولہ ''پس تم نے اپنی روایت سے خدا کے حکم کو باطل کیا'' انتہی۔ انجیل متی ۱۵ باب ٦ درس۔ اس بات کی

طرف صاف صاف اشارہ کررہا ہے۔اور حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ قول کہ "میں توریت کو مٹانے نہیں آیا بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔" اس بات کی شہادت نہیں کہ وہ موجودہ کتاب کو اصلی اور غیر محرف کہہ رہے یہ اس کے احکام کی بابت ہے کہ جن کو یہود نے ترک کردیا تھا خواہ وہ احکام کسی کتاب میں کسی نے درج کیئے ہوں یا سینہ بسینہ چلے آتے ہوں۔

اس کے سوا عیسائیوں کے قدما محققین بوقتِ مباحثہ یہود پر یہ بھی الزام قائم کرتے تھے کہ تم بہت سی پیشین گوئیاں کتابِ مقدس سے نکال ڈالیں۔چنانچہ جسٹن نے جو عیسائیوں کا بڑا عالم تھا طریفون سے جو ایک یہودی عالم تھا مباحثے کے وقت یہ کہا۔اس بات کو یوسی بلیس مؤرخ اپنی کتاب چہارم کے ۱۸ باب میں لکھتا ہے۔اور علاوہ اس کے صدہا مقامات میں اختلاف اور غلط ہونا جس کی تفصیل علماء اسلام نے کتب مناظرات میں کی ہے اس بات کی صاف دلیل ہے کہ یہ وہ توریت نہیں اگر اس میں اصلی حصہ بھی ہے۔تو اس کے ساتھ لوگوں کا کلام بھی اس طرح مخلوط ہوا ہے۔کہ امتیاز کرنا مشکل ہے۔

پھر اس کے بعد بھی جو کچھ تبدیل وتغیر اہلِ کتاب کی غفلت یا بددیانتی سے اس میں واقع ہوئی وہ بھی کتابِ مذکورہ کو قابلِ اعتبار نہیں ہونے دیتی اور اس بات کا ذکر ابھی کسی قدر آتا ہے اس لیے سینکڑوں محققین یورپ نے اور دیگر مؤرخین نے اقرار کرلیا ہے کہ اصلی توریت جاتی رہی۔

انجیل شریف اس کا حال تو توریت مقدس سے بھی زیادہ افسوسناک ہے۔اس میں کوئی شبہ بھی اہلِ اسلام کو نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کی تھی۔ کما قال واتینہ الانجیل کہ ہم نے عیسیٰ کو (نہ کسی اور کو) انجیل عطا کی۔انجیل کے حضرت مسیح علیہ السلام کو دیے جانے سے ان کو صرف قوتِ الہام وبشارات دیا جانا مراد لینا ایک بیکار توجیہ اور سست تاویل ہے اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کتاب کتنی بڑی تھی اور کس طرح اور کس قوت لکھی گئی

تھی؟ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی موجودگی میں کس کے ہاں رہا کرتی تھی؟ مگر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلامنے اپنے الہامات کو جمع کرایا تھا اور یہی وہ کتاب مقدس انجیل تھی۔

جس پر اہلِ اسلام کو ایمان لانا ضرور ہے۔

نصاریٰ اس بات کو نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں مسیح علیہ السلام پر کوئی خاص کتاب نازل نہیں ہوئی تھی، نہ آپ نے اپنے اہتمام سے ان الہامات کو جمع کرایا تھا جس کے گم کردینے کا الزام ہم پر لگایا جاتا ہے بلکہ الہامات کو حواریوں نے ان کے بعد جمع کیا۔ حواریوں کی جمع کردہ کتابیں ہی انجیل ہیں۔

مگر پولس کے خطوط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضرور حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد میں حضرت کی کوئی کتاب تھی پولس اس خط میں جو گلیتوں کو لکھا ہے اس کے اول باب کے ۶ جملے سے ۱۰ تک کہتا ہے ۔قولہ '' میں تعجب کرتا ہوں کہ تم اتنی جلدی اس سے جس نے تمہیں مسیح کے فضل میں ملادیا۔ پھر کے دوسری انجیل کی طرف مائل ہوئے۔ سو وہ دوسری انجیل تو نہیں مگر بعض ہیں جو تم کو گھبراتے ہیں۔ اور مسیح کی انجیل الٹ دینا چاہتے ہیں لیکن اگر ہم یا کوئی آسمان کا فرشتہ سوائے اس انجیل کے جو ہم نے سنائی دوسری انجیل تمہیں سنائے سو ملعون ہو'' انتہٰی۔

یہ لوگ کہ جن سے پولس خطاب کررہا ہے دوسرے عیسائی واعظوں کے تابع ہوکر بدعات کی طرف متوجہ ہوئے تھے جن کو پولس انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی پر آمادہ کرتا ہے۔ اس عہد میں ان چاروں اناجیل کو جواب انجیل متی وانجیل مرقس وانجیل لوقا وانجیل یوحنا کے نام سے نامزد ہیں۔ وجود بھی نہیں تھا۔ کس لیے کہ یہ انجیلیں اس خط لکھنے کے لکھی گئیں جیسا کہ تواریخ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ پھر بتلاؤ کہ وہ کون سی انجیل اس وقت پولس کے پاس تھی۔ جو کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی انجیل کہتا اور اس کی پابندی پر مامور کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہی انجیل کہ جس کا ہم نے ذکر کیا اور اسی طرح انجیل مرقس کے ۱۶ باب ۱۵ ادرس میں بھی اس انجیل کا ذکر ہے قولہ'' اور اس نے کہا کہ تم تمام دنیا میں جاکے ہر ایک مخلوق کے سامنے انجیل کی منادی کرو'' ۔

اور یہ بھی تعجب کی بات ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس مصیبت کے سفر میں توریت لکھیں۔ حضرت یوشع علیہ السلام کو اس لڑائی کے وقت کتاب لکھنے کی فرصت ملے۔ اسی طرح اور اور انبیاء علیہم

السلام کے صحیفے ان کے روبرو لکھے جائیں مگر حضرت مسیح علیہ السلام کو نہ فرصت ملے نہ وہ حکمِ الٰہی سے اس ضروری کام پر مامور ہوں؟ پھر اگر انجیل چند بشارات وتعلیم ہی کا نام تھا اوراس نام کو کوئی کتاب نہ تھی تو حواریوں کو اپنی کتاب کا نام انجیل پر رکھنا کس نے بتادیا اوراس کی ان کو کیوں ضرورت ہوئی اور کس لیے اس بات کی طرف ان دل للچایا اوران کے بعد پھر سینکڑوں انجیلیں پیدا ہوگئیں ۔ضرور ایک کتاب اس نام کی تھی جوخاص حواریوں [1]

[1] (ہارون مفسر اپنی کتاب کی چوتھی جلد میں کہتا ہے کہ ''قدیم علماء کا قول ہے کہ متی اور مرقس اورلوقا کے پاس عبرانی میں ایک صحیفہ تھا جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کے حالات تھے اورانہوں نے اس سے نقل کیا۔متی نے بہت لوقا اور مرقس نے تھوڑا'' انتہی ۔ فالصل نورتن نے اپنی کتاب علم الاسناد مطبوعہ شہر بوسٹن ۱۸۳۷ کے دیباچہ جلد اول میں اکھارن کا قول نقل کیا ہے کہ '' ابتدائے ملت مسیحی میں ایک کتاب تھی جائز ہے کہ یہ وہی اصل انجیل ہو'' فرقہ ابیونی کے پاس عبرانی کی ایک انجیل تھی جس کو وہ بارہ حواریوں کی انجیل کہتے تھے ۔یہ ساری باتیں ہمارے خیال کی مؤید ہیں۔)

کے پاس رہتی تھی ۔جس پر انہوں نے بھی اپنی اپنی کتابوں کے نام تبرکاً اوراعتبار جمانے کے لیے انجیل رکھے اور بعد تک یہ دستور جاری رہا۔مگر پولس کے عہد کے بعد خصوصاً جبکہ یہ چاروں انجیلیں مشہور ہوئیں اس اصلی انجیل کا نام ونشان بھی سننے میں نہ آیا اس کے مفقود ہونے کا زمانہ ان بے انتہا مصائب کا زمانہ ہے ۔جو اول ہی صدی میں عیسائیوں پر پڑیں اور جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دشمنانِ دینِ مسیح نے حواریوں سے وہ نسخہ چھین کر تلف کردیا اس کے بعد حواریوں نے یادداشت کے طور پر اس کے مضامین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تاریخی واقعات کو لے کر جمع کرکے اس کا نام انجیل رکھا۔اور کچھ عجب نہیں کہ ہر ایک نے اپنی انجیل مروج کرنے کے لیے اس تسلی سے کہ

اس کے مضامین بھی تو اس میں ہیں اصل نسخے کو طاقِ نسیان میں ڈال دیا شدہ شدہ مفقود ہوگیا ہر چہ باشد مگر ضرور حضرت مسیح علیہ السلام کی عبرانی زبان میں ایک کتاب انجیل تھی جو سینکڑوں برسوں سے مفقود ہے بلکہ دوسری صدی عیسویں سے اس کا پتا نہیں حفظ کا رواج نہ تھا۔قلبی نسخوں کی قلت تھی۔ اس پر ہر ایک کو اپنے اپنے پیرومرشد، انجیلی کے انجیل پر تکیہ تھا کہ پس یہی تو وہ ہے بلکہ مع شے زائد اس

لیے اس کے مفقود ہو جانے کی پرواہ نہ کی۔ اہل اسلام سے انکے نہ طبائع تھے نہ حافظے کہ خدا کے کلام کو جدا محفوظ رکھتے اور پیغمبر کی احادیث و تاریخ کو جدا۔ نہ خدا کو یہ منظور تھا نہ اس کی حفاظت کے اسباب پیدا کیئے جس مصلحت سے اس نے اگلے انبیاء علیہم السلام کے صحیفوں کو مفقود ہونے دیا آنے والے خاتم المرسلین علیہ السلام کی کارگزاری کی وجہ اس کے بھی مفقود ہونے کو روا رکھا۔ تلک حکمۃ بالغۃ۔

اب جن کو عیسائی انجیل کہتے ہیں کسی قدر انہیں کا حال بیان کرتا ہوں وھو ھذا۔ انجیل متی، انجیل لوقا، انجیل مرقس، انجیل یوحنا۔

حواریوں کے اعمال یعنی تاریخ پولس کے خطوط یعقوب کا خط وغیرہ۔ ان اناجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات اقوال، افعال مندرج ہیں۔ طرز تحریر کہہ رہا ہے۔ آنکھوں دیکھے یا سنے سنائے حالات لکھتے ہیں نہ الہام کا دعویٰ ہے نہ الہامی طور ہے نہ الہام کی حاجت ان کتابوں میں واقعات کی نسبت کمی زیادتی بھی ہے اور مخالف بھی پائی جاتی ہے۔

ان کتابوں کو عیسائی منزل من اللہ جانتے ہیں مگر لطف یہ ہے کہ نہ ان کے مصنفوں کی نبوت ثابت ہے نہ کوئی معجزہ ان سے سرزد ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ تعجب ہے کہ لوقا اور مرقس حواری نہیں اور متی اور یوحنا جو حواری ہیں تو حواریوں میں بڑے رتبے کے نہیں ان سے بڑے بڑے مقرب حواری شمعون پطرس وغیرہ تھے ان کی کوئی انجیل نہیں۔

ان کتابوں کے سوا تخمیناً ایک سو تیس اور کتابیں ہیں کہ جن میں عیسائیوں کے ہاں اختلاف ہے یا یوں کہو اختلاف تھا۔ قدماء نے ان میں بعض کو الہامی بعض کو غیر الہامی مانا اور متاخرین نے اس میں خلاف کیا۔ اور کتابوں کو الہامی تو نہیں مگر جس طرح اہلِ اسلام حدیث کی کتابوں کو مانتے ہیں وہ بھی ان کو اسی مرتبے میں سمجھتے ہیں۔ انہیں میں سے برنباس حواری کی انجیل ہے۔

متی نے انجیل عبرانی زبان میں لکھی تھی۔ لارڈنر نے اپنی کتاب مطبوعہ ۱۸۲۷ء بمقام لنڈن کے صفحہ ۵۷۴ جلد دوم میں ارجن کے تین قول نقل کیئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس کی انجیل عبرانی تھی۔

اوراسی طرح یوسی بیس اور جزوم وغیرہ عیسائیوں کے بڑے بڑے عالم اس کے قائل ہیں۔اور ہارن مفسر نے اپنی تفسیر جلد چہارم میں ان کے اقوال نقل کئے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس کی تصنیف ۳۷، یا ۳۸ میں ملک یہودیہ میں ہوئی۔اور ۶۱ء میں پھر اس کا عبرانی سے یونانی زبان میں ترجمہ ہوا۔ (پادری اسکاٹ اپنی تفسیر رومن میں انجیل متی جو عبرانی میں تھی۔اس کا زمانہ تصنیف ۶۳ء بتاتا ہے۔) مگر تحقیق یہی ہے کہ متی نے نہیں بلکہ کسی اور شخص نے ترجمہ کیا۔ پادری فانڈر اختتامِ دینی مباحثہ مطبوعہ سکندرہ اکبر آباد ۱۸۵۵ء کے صفحہ ۳۷ میں کہتا ہے۔کہ یا حواریوں کے کسی مرید نے اس کا ترجمہ یونانی میں کیا ہے۔ انتہٰی۔

اصل عبرانی انجیل متی کا اب کیا صدیوں سے دنیا میں نشان نہیں۔کسی کلیسا میں نہیں اور اس کے مفقود ہونے پر تمام عیسائی متفق ہیں۔ اب اس کے مفقود ہونے کی جو وجہ خیال میں آئے وہی اصل انجیل کی سمجھ لینی چاہیے۔اب رہا ترجمہ یونانی اول تو مترجم کا حال یقینی طور پر معلوم نہیں کہ وہ کس لیاقت اور کس دیانت کا آدمی تھا؟ پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ دراصل یہ اس کتاب عبرانی کا ترجمہ ہے یا اور نئی کتاب ہے؟ اور پھر یہ بھی نہیں معلوم کہ ترجمہ صحیح ہے یا غلط ہے تو کس قدر؟ کیونکر یہ باتیں اصل سے مطابق کئے بغیر معلوم نہیں ہوسکتیں۔اور اصل کا دنیا میں نشان بھی باقی نہیں اور اس انجیل یونانی کے اول اور دوسرے باب کو عیسائیوں کے محقق ڈاکٹر ولیمس وغیرہ اور نیز عیسائیوں کا ایک فریق جس کو یونی ٹیرن کہتے ہیں الحاقی اور جعلی کہتے ہیں۔اور خصوصاً باب اول میں جو نسب نامہ ہے۔مسیح علیہ السلام کا اس میں تو ایسی فاحش غلطیاں ہیں جن کی بابت مفسرین انجیل کو کوئی جواب بھی بن نہیں پڑتا مگر اور عیسائی اس کو بھی الہامی مانتے ہیں۔پھر فارقلیط کی بشارت میں الحاق ہونا کون سی بڑی بات ہے۔

انجیل مرقس: مرقس کا اب تک صحیح حال بھی عیسائیوں کو معلوم نہیں کہ وہ کس ملک میں پیدا ہوا اور کس برس میں عیسائی ہوا صرف اتنی بات کہتے ہیں کہ وہ پطرس حواری کا شاگرد ہے اور اس نے پطرس وغیرہ لوگوں سے سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات لکھے اور اس کتاب کے سن تالیف بھی بخوبی معلوم نہیں۔

پادری اسکاٹ دیباچہ رومن ۲۳۹۔ ۲۴۰ میں کہتا ہے ٹھیک معلوم نہیں کہ کس وقت یہ صحیفہ لکھا گیا مگر گمان غالب ہے کہ اس کی تصنیف ۵۶، ۶۳ کے درمیان ہوئی۔اور بالاتفاق شہر روم میں اس نے یہ کتاب تصنیف کی اور رومیوں کے لیے لکھی تو لاطینی یعنی رومی زبان میں لکھی گئی کس لیے کہ رومی لوگوں کی زبان لاطینی ہے مگر اس اصل نسخے کا اب تک پتا نہیں۔ہاں اس کا ترجمہ یونانی موجود ہے۔

اب اول تو مرقس کی نبوت ثابت نہیں پھر الہام تو درکنار۔ دوم پطرس اور پولس اس کے راوی ہیں لیکن وہ اپنے شیوخ کا ذکر تک بھی نہیں کرتا اور یہ بات پوری شبہ پیدا کرنے والی ہے۔ سوم اصل کتاب مفقود ہے ترجمے میں کلام ہے۔

انجیل لوقا۔ یہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے نہیں بلکہ پولس کا شاگرد ہے۔نہ اس شخص کا پورا حال دریافت ہوا کہ کہاں کا باشندہ تھا۔ اور کس کے ہاتھ پر دین میں داخل ہوا۔اور اس کی اصل زبان کیا تھی۔اور یہ انجیل اس نے کب لکھی۔اور کس زبان میں لکھی۔اور جبکہ متی اور مرقس کی انجیل تصنیف ہو چکی تھی تو پھر اس کو انہیں باتوں کے قلمبند کرنے کی کیا ضرورت پڑی تھی۔کیا وہ اس کے نزدیک پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی تھی۔اس سنِ تالیف بھی قیاسی طور پر ۶۴ء میں بیان ہوا ہے۔

یہ کہیں نہیں کہتا کہ میں رسول ہوں اور جو کچھ لکھتا ہے الہام سے لکھتا ہے۔اس کی روایت بھی مقطوع ہے۔کیونکہ یہ اپنے شیوخ کا ذکر تک بھی نہیں کرتا۔

انجیل یوحنا: یہ یوحنا حواری کی طرف منسوب ہے اس کی تالیف کا زمانہ بھی تخمینی ہے۔یعنی تخمیناً سویں عیسویں میں یعنی عروجِ مسیح سے ستر برس بعد۔مگر یہ بھی الہام اور رسول ہونے کا مدعی نہیں۔اس کے طرز بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ مبالغہ بھی اس کے کلام میں ہے۔چنانچہ اسی انجیل کے ۱۲ باب ۲۵ درس میں یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کے حالات میں کتابیں جو لکھی جاتیں تو دنیا میں نہ سماتیں۔ ہرگز یہ صحیح نہیں کس لیے اگر کوئی حضرت مسیح علیہ السلام کا روزِ تولد سے آخر تک روزنامچہ لکھتا اور فرض کرلو کہ ایک روز کے حالات ایک کتاب میں درج ہوتے تو بھی وہ سب کتابیں یروشلم میں سما سکتی تھی۔دنیا تو بڑی وسیع

ہے اور ایک عجیب بات یہ ہے۔ کہ دوسری صدی میں لوگوں نے انجیل یوحنا کی بابت کلام کیا۔ کہ یہ ایک تصنیف نہیں ۔ اس وقت آرنیوس موجود تھا۔ اور یہ پولی کارپ کا شاگرد تھا اور پولی کارپ یوحنا حواری کا۔ مگر آرنیوس نے اپنے دادا استاد کی کتاب پر شہادت نہ دی۔ معلوم ہوا کہ اس کو بھی شک تھا یا اس کے استاد نے ذکر بھی نہیں کیا تھا۔ وگرنہ ایسے موقع پر سکوت کرنا کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ اس کے سوا کاتلک ہرلڈ کی چوتھی جلد مطبوعہ ۱۸۴۴ء صفحہ ۲۰۵ میں یہ ہے استاڈلن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ انجیل یوحنا مدرسہ اسکندریہ کے کسی طالب علم کی تصنیف ہے اس میں کوئی بھی شبہ نہیں اور اسی طرح محقق برتیشینڈر کہتا ہے کہ یوحنا کہتا ہے کہ یوحنا کی تصنیف ہے نہ یہ انجیل ہے۔ نہ اور رسائل بلکہ دوسری صدی عیسویں میں کسی اور شخص نے تصنیف کر کے ان کے نام سے مشہور کر دیے۔ کہ لوگوں میں اعتبار ہو۔ جب ان چاروں انجیلوں کی یہ کیفیت ہے تو اور کتابوں کا کیا ذکر ہے۔ پولس کے خطوط اور بعض دیگر رسائل جواب عہدِ عتیق میں شامل ہیں مدتوں عیسائیوں میں غیر معتبر مانے گئے۔

تحریف: تحریف جو بعد میں ان کتابوں میں ہوئی اور بھی اعتبار کھو دیا اور عیسائیوں کے مقدس لوگوں میں خاص پہلی صدی سے اس بات نے کہ جھوٹ بول کر بھی دین میں کوشش کرنا امرِ محمود ہے۔ جیسا کہ پولوس کہتا ہے۔ اور بھی کتب مقدسہ کی بے اعتباری کر دی۔ اور جبکہ یہ طوفان بے تمیزی موجزن تھا۔ کہ آپ تصنیف کرنا اور رواج دینے کے لیے کسی مشہور اور معتبر آدمی کے نام سے منسوب کر دینا جیسا کہ یونانیوں کا قدیم شیوہ تھا۔ ان عیسائیوں کا بھی انہیں یونانی نسلوں کی جماعت میں داخل ہو جانے سے بائیں ہاتھ کا کرتب ہو گیا تھا۔ اور جس وقت عیسائیوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ رہا تھا۔ اور زمین میں ان کے لیے کوئی جگہ امن کی نہ تھی اور یہ بات روم کے بت پرست ظالم بادشاہوں اور ان کے عمال اور رعایا سب کی طرف سے صدیوں تک رہی ہے اور اس وقت جان بچانا ہی غنیمت تھا تلاش کر کر کے کتابیں جلائی جاتی تھیں اور جس کے پاس کوئی ورق بھی نکلتا تھا۔ تو شکنجے میں کھینچ دیا جاتا تھا۔ اس وقت اس کام کا ایسے چالاکوں کے لیے بڑا موقع تھا۔ کہ آپ تصنیف کر کے جس حواری کے نام چاہا لگا دیا۔

پوچھنے والا اور تحقیق کرنے والا ہی کون تھا اور جس کتاب میں جو چاہا کم زیادہ کر دیا۔ درحقیقت اس طوفان کے زمانے میں کتب سابقہ کو جیسا کچھ صدمہ پہنچا بیان سے باہر ہے۔ پرانے یونانی اور سریانی زبان کے ترجمے سپٹو اجنت وغیرہ سب ہی پر تو آفت آئی۔ اور جب امن کا زمانہ چوتھی صدی عیسویں میں آیا اور عیسائیوں کے ہوش وحواس بجا ہوئے۔تو کتب مقدسہ کی تلاش کرنے لگے۔ اور جو کوئی کتاب بہم پہنچاتا تھا۔تو بڑی قدردانی سے لے جاتی تھی۔اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ ان کتابوں کے بھی (جو اس طوفان کے پہلے تھیں خواہ وہ کیسی ہی ہوں جیسا کہ پہلے معلوم ہوا) کچھ نسخے ہاتھ لگے ہوں گے۔
کیونکہ استیصال کلی خلافِ تجربہ ہے اور ان میں سے بہت مفقود بھی ہوگئی ہوں گی۔اسلامی مصنفوں کی بہت سی کتابیں مفقود ہیں اور جو کتاب حفظ کے ذریعے سے صدہا آدمیوں کے سینے کے صندوقوں میں محفوظ نہ رکھی جائے۔جیسا کہ قرآن مجید اور صرف دو ایک قلمی نسخوں ہی پر اس کے وجود کی بنیاد ہو جیسا کہ کتب مقدسہ ان کا ایسے حوادث میں پورا رہ جانا سمجھ میں نہیں آسکتا۔ پھر کسی کتاب کا جو بہم پہنچی ہوگی اول وآخر ندارد۔کسی کا اول نہیں اخیر ہے۔کسی کا اخیر نہیں اول ہے۔کوئی درمیان سے کم ہیں۔کسی کے چند اوراق کو کیڑا اچاٹ گیا۔کسی کے کچھ اوراق پانی سے بھیگ کر باہم مل گئے۔اور اب جو چھڑائے گئے تو کچھ پڑھا نہیں جاتا۔اور کبھی کچھ پڑھا جاتا ہے تو صاف نہیں۔ پھر اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے کسی کا اول بنایا گیا۔کسی کا اخیر کسی کی بیچ میں سے جملے بنا کر ملائے گئے۔اور کہیں جو یہ معلوم نہیں ہوا کہ کس کی تصنیف ہے اس کے مطالب کی شان پر نظر کر کے ایسے ہی شخص کی طرف منسوب کر دی گئی۔اور یہی سبب ہے کہ کتب عہد کے مؤلفوں میں علماءِ اہلِ کتاب کا اختلاف ہے۔ایک کتاب ہے کوئی کہتا ہے یہ فلاں شخص کی تصنیف ہے کوئی کہتا ہے دوسرے شخص کی ہے۔اور یہی اسباب ہیں جن سے ان انجیلوں اور پرانی کتابوں کے باہم نسخوں میں اس قدر اختلاف ہے۔کہ جس کا ٹھکانا نہیں۔اور ان کتابوں کی تو یوں ترمیم کی اور جو نہ ملیں اور نام یاد تھے ان کی جگہ نئی تصنیف انہیں کے ناموں سے کی گئیں کسی نے تصنیف کر کے کسی کے، کسی نے اور دوسرے کے نام لگائیں اور پھر تو وہ بازار گرم ہوا کہ صدمصنف

اٹھ کھڑے ہوئے۔ایک سوکئی ایک انجیلیں نکل پڑیں۔اورحواریوں کے خطوط ملفوظات کا تو کچھ شمار ہی نہ رہا۔کسی جوانمرد نے ایک خط گھڑ کے یہ بھی اڑادی کہ یہ آسمان سے گرا ہے۔حضرت مسیح علیہ السلام نے لکھ کر بھیجا ہے۔علماء کی مجالس اس تحقیق کے لیے آمادہ ہوئی ہوں گی۔اور جہاں تک ہوسکا تحقیق کی مگر پھر بھی بہت جگہ پتا نہ چلا۔اس بیان کی تصدیق کے لیے شہر نائس اور دیگر شہروں میں مجلسیں ہوئیں ان میں فہرستِ کتب مقدسہ جو پیش ہوتی رہی وہ غور کے قابل ہے کہ کسی مجلس میں کوئی کتاب، کسی مجلس میں اور دوسری معتبر ٹھہری۔ پھر دوسری مجلس نے پہلی مجلسوں کے حکم کو رد کر کے اور چند کتابیں داخل کر دیں اور بعض کتاب اور بعض کے چند ابواب وفقرات پر خط کھینچ دیا۔

اور اسی لیے عیسائی مذہب کے بہت سے فرقے ہوگئے۔اور ان کا اصل کتب مقدسہ میں بھی اختلاف ہے۔مانی کا فرقہ اور یونی ٹیرن وغیرہ چنداں کتابوں کو نہیں مانتے۔جن کو اور عیسائی مانتے ہیں۔اسی طرح رومن کا تلک اور پراٹسٹنٹ فرقے میں اختلاف ہے اور بہت سے محققین تو بول اٹھے کہ صرف ظنی اور قیاس طور پر یہ کتابیں حواریوں اور ان کے شاگردوں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ورنہ ثبوتِ یقینی کچھ بھی نہیں۔

اس بیان کی شہادت نسخوں کے اختلاف سے بھی ہوسکتی ہے وارڈ اپنی کتاب غلط نامہ میں لکھتا ہے۔کہ ڈاکٹر مل نے جو عہدِ جدید کے نسخے ملائے تو تیس ہزار اختلاف پائے اور ڈاکٹر گریسباخ نے جو اور زیادہ نسخوں کا مقابلہ کیا۔یعنی سوپچپن کو تو ڈیڑھ لاکھ اختلاف ملے۔اگر اور زیادہ نسخوں کا مقابلہ کیا جاتا۔تو اور بھی اختلاف نکلتے۔یہ صرف انجیل کے اختلافات ہیں۔اس بات کو پادری فنڈز نے بھی تسلیم کرلیا ہے۔ (اختتامِ مباحثہ دینی مطبوعہ اکبرآباد) ہم پادری مذکور کی عبارت نقل کر کے اپنے تمام بیان کی تصدیق یہ دیتے ہیں۔ قولہ: ''اگرچہ ہم لوگ قائل ہیں کہ بعض حروف والفاظ میں تحریف وقوع میں آئی اور بعض آیات کے مقدم ومؤخر اور الحاق کا شبہ ہے تو بھی انجیل کو بے تحریف کہتے ہیں اس لحاظ سے کہ اس کا مضمون اور مطلب نہیں بدل گیا''۔ میکیلس صاحب ڈاکٹر نبٹلی صاحب کا قول اپنے

عہدِ جدید کے دیباچہ جلد اول صفحہ ۲۶۳ میں نقل کرتے ہیں۔ کہ ''جن لوگوں کے پاس صرف ایک ہی نسخہ بچا ہوا تھا۔ جیسے رومی اور یونانی ان میں یہودی معلموں کے ایسے قصور پائے گئے ہیں اور ان کی اصلاح میں ایسے عیب ملے ہیں کہ باوجود وہ پوری صدیوں کے نہایت عالم اور تیز فہم نکتہ چینیوں کی محنتوں کے وہ کتابیں اب تک غلطیوں کا انبار ہیں اور اسی طرح رہیں گی'' انتہٰی۔

پادری صاحب کو اختیار ہے یا یوں اور کتابوں اور آیتوں کے تبدل و تغیر و الحاق پر بھی اور مصنفوں کے نام معلوم نہ ہونے پر وہ اپنی کتاب کو بلا تحریف کہیں مگر لطف یہ ہے کہ پادری فنڈز صاحب یہ بھی صفحہ ۱۳۰ میں کہتے ہیں قولہ کہ ''یہ بات سچ ہے ویریوس ریڈنگ (غلطیِ کتابت) بہت ہیں اور ہر حال میں تمام یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ صحیح کون ہے صفحہ ۱۳۱۔ پہلے یوحنا کے ۵ باب کے ۷۔ ۸ آیتیں اور یوحنا کے ۵ باب کی پہلی سے ۱۱ آیت تک اکثر تحسین مشتبہ جانتے ہیں ان کے سوا صرف دو آیات اور ہیں جن کی صحت پر شبہ ہے یعنی یوحنا کے ۵ باب کی ۴ آیت اور اعمال کے ۸ باب کی ۲۷ آیت '' انتہٰی۔

کیا اب بھی پادری صاحب کو انجیل کی تبدیل و تحریف میں کوئی شبہ ہے اور عجیب تر یہ ہے کہ ان کی مشکوک اور الحاقی آیات کو اب تک انجیل میں لکھ رکھا ہے۔

خیر یہ تو جو کچھ تھا سو تھا اس کے بعد جب پوپوں کا دور دورہ ہوا اور بت پرستی اور جہالت کی گھٹا عیسائیوں پر چھائی۔ اور ۴۰۰ عیسویں کے قریب شمال کی جانب سے بہت سے بت پرست اور وحشی اور ظالم و جاہل قوموں نے قیصروں پر حملہ کیا اور جہاں ان کا غلبہ ہوا انہوں نے مدرسوں اور کتب خانوں اور علم اور دین کی کتابوں کو جلا کر نیست و نابود کر دیا۔ اس پُر آشوب حادثے سے شبِ تاریک سے زیادہ تاریکی عیسائیوں پر زمانۂ دراز تک چھائی رہی اور اسی زمانہ میں آفتاب ہدایت مکے سے جلوہ گر ہوا۔

اس حادثے کے بعد جب بدحواسی دور ہوئی تو پھر کتابوں اور علم درستی کے طرف التفات ہوا۔ اب خود غرضوں کو اور بھی تحریف و تبدیل کا موقع ہاتھ آیا۔ دیدہ دانستہ کتاب میں کم زیادہ کرنا اہلِ کتاب کا قدیم دستور ہے۔ بلکہ اپنے اغراض کے مخالف کتابوں کا جلا دینا بھی ان کا پیشۂ قدیم ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر کنی کاٹ

کہتا ہے۔ کہ عہدِ عتیق کے عبری تمام قلمی نسخے جن کا موجود ہونا اب ہم کو معلوم ہے ایک ہزار اور ایک ہزار چار سوستاون عیسوی کے درمیان کے لکھے ہوئے ہیں۔ اس سے وہ یہ بات ثابت کرتے کہ اس سے پیشتر کے نسخے یہودیوں نے معدوم کردیے۔

عیسائیوں میں جعلسازی کا بازار تو پہلی ہی صدی عیسوی سے گرم ہو گیا تھا۔ چنانچہ پولس کے عہد میں جھوٹی انجیل اور جھوٹے واعظ پیدا ہوئے تھے۔ اور خود پولس بھی دین کے رواج دینے کے لیے جھوٹ بولنا پسند کرتا ہے۔ (دیکھو وہ خط جو رومیوں کو لکھا تھا۔ اس کا ۳ باب) اور جب دوسری صدی میں مباحثہ کے بعد از جن کی رائے کو مان لیا گیا۔ کہ غیر قوموں سے مباحثے کے وقت حکماء کا طور اختیار کر لینا چاہیے اس سے عیسائیوں کی راستبازی میں فرق آنے لگا۔ اور اسی سبب سے جعلی تصانیف پیدا ہونے لگیں کیونکہ فیلسوف جب کسی کے طریقے کی پیروی کرتے تھے تو اس کے نام سے ایک کتاب تصنیف کر کے مشہور کر دیتے تھے۔ یہ دستور کئی سو برس تک رہا اور رومی کلیسا میں جاری رہا۔ جو بہت ہی خلافِ حق اور قابل الزام شدید تھا۔ (تاریخ کلیسا)

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد مطبوعہ لنڈن ۱۸۲۲ء صفحہ ۳۳۱ میں لکھتے ہیں کہ بلاشک بعض خرابیاں (تحریفات) جان بوجھ کر ان لوگوں نے کیں ہیں جو کہ دیندار مشہور تھے اور اس کے بعد انہیں تحریفات کو ترجیح دی جاتی تھی تا کہ اپنے مطلب کو قوت دیں یا اعتراض اپنے اوپر آنے نہ دیں۔ انتہٰی۔

اب میں ان پرانے نسخوں کا کہ جن پر اہلِ کتاب کو ناز ہے۔ اختلاف باہمی اور ایک کی دوسری سے کمی و زیادتی چھوڑ کر جو تفصیل طلب بیان ہے اہلِ کتاب کی ایک تھوڑی سی خیانت بتاتا ہوں۔ وہ یہ کہ اگر آپ جب سے مطبوع ہونا شروع ہوا ہے مطبوعہ نسخے صرف انجیل کو ملا کر دیکھیں۔ پھر جرمن اور انگریزی اور فرنچ زبان کے مطبوعہ اور ان کے ساتھ اُردو، فارسی، عربی کے بھی رکھ لیں پھر دیکھئے کیا کچھ تفاوت نہ صرف الفاظ میں بلکہ مطالب و معانی میں آپ کو معلوم ہووے اور قلمی نسخوں کو بھی سامنے رکھ لو تو پریشان ہو جاؤ۔ صرف اُردو کے نئے اور پرانے چھپے ہوئے نسخوں کو ملاحظہ فرمایئے کہ پہلے لفظ فارقلیط لکھا جاتا

تھا۔ جب دیکھا کہ اہلِ اسلام اس سے سند پکڑتے ہیں تو یہ لفظ ہی نکال ڈالا اور اس کی جگہ روح کا لفظ لکھ دیا کسی نے وہیں یعنی کر کے تفسیر بھی کر دی اور اس کو متن میں شامل کر دیا تا کہ کسی کو کچھ پتا نہ چل لگے۔اور یہ جو آج کل پادری انجیل چھپی ہوئی اور صاف اور عمدہ کاغذ پر لکھی ہوئی جاہلوں کو دکھا کر کہا کرتے ہیں۔کہ ''تمام انجیل اس موافق ہیں۔اس میں تحریف دکھاؤ کہاں ہے۔اور اگر یہ محترف ہے تو تم اصلی انجیل اور غیر محترف دکھاؤ۔ یہ خداوند عیسیٰ مسیح کا انجیل ہے ''۔محض دھوکا اور جاہلانہ گفتگو ہے۔جب وہ اصلی انجیل اول اور دوسری صدی عیسویں میں مفقود بھی ہوگئ جس طرح کہ متی حواری کی عبرانی انجیل مفقود ہوگئ اور اب جو عبرانی انجیل متی ہے۔تو یہ یونانی ترجمہ کا ترجمہ ہے تو ہم کہاں سے دکھائیں۔جو لوگ دنیا میں نہیں رہے۔اور عالمِ ہستی سے ان کا نام ونشان ہی مٹ گیا تو اب ان کو کوئی کہاں سے لا کر دکھائے۔پھر کیا کوئی فرضی شخص ان کے نام سے وہی ہوسکتا ہے؟ اور خداوند کی یہ انجیل نہیں۔یہ متی، مرقس، لوقا، یوحنا کی ہے۔خداوند کی تو وہ انجیل تھی جس کو پولس کہتا ہے کہ میرے پاس ہے اور قطعاً وہ ان چاروں انجیلوں کے سواتھی کس لیے کہ ان کا تو دیکھنا بھی پولس کو ثابت نہیں اور قرآن مجید میں اس انجیل کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔قرآن مجید میں متی، مرقس، لوقا، یوحنا کا ذکر تک نہیں۔پھر یہ مسلمانوں پر کس طرح حجت ہوسکتی ہے؟ ان سے جو مضامین نقل کرتے ہیں۔تو محض تمہارے قائل کرنے کو کیونکہ تم ان کو مانتے ہو ورنہ ہمیں کچھ ضرورت نہیں اور جو کوئی کوڑھ مغز مسلمان ان کو انجیل سمجھے یہ اس کی جہالت ہے جس کا وہی ذمہ دار ہے نہ اور مسلمان۔اور ان متعدد انجیلوں کے منکر کو انجیل شریف کا منکر قرار دینا جہالت پر جہالت ہے۔

اب ہم مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی تفسیر کرتے ہیں ان اناجیل میں بھی کہیں اس کا نام و نشان ان دیندار عیسائیوں کے ہاتھ سے جو قصداً تحریف کیا کرتے تھے باقی رہ گیا ہے۔کہ نہیں؟ انجیل یوحنا میں جانے کیونکر اس بشارت کو ان دینداروں نے باقی رہنے دیا۔اس انجیل میں متعدد جگہ اس بشارت کا پتا ملتا ہے۔میں انجیل یوحنا جو عربی زبان میں ترجمہ ہو کر شہر لنڈن میں ۱۸۳۳ء و ۱۸۳۱ء

میں چھپی ہے اس سے نقل کرتا ہوں ۔ چودھویں باب کا سولہواں جملہ یہ ہے۔ قولہ ''اور میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں اور فارقلیط دے گا۔ کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔ (یعنی روح حق جسے دنیا حاصل نہیں کرسکتی کیونکہ نہ اسے دیکھتی ہے نہ جانتی ہے لیکن تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتی ہے اور تم میں ہو وے گی۔ (۲۶۔ ''لیکن وہ فارقلیط (جو روحِ حق ہے) جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہ تمہیں سب چیزیں سکھا دے گا اور سب باتیں جو میں نے تم سے کہیں ہیں یاد دلائے گا''، ۲۹، ''اور اب میں نے تمہیں اس کے واقع ہونے سے پیشتر کہا کہ جب وہ واقع ہو تو تم ایمان لاؤ ۔۳۰۔ ''بعد اس کے میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا۔ اس لیے کہ اس جہاں کا سردار آتا ہے۔ اور مجبور ہیں اس کی کوئی بات نہیں ۔ ۱۵ باب ۲۶ درس۔ پھر جب وہ فارقلیط جسے میں تمہارے لیے باپ کی طرف سے بھیجوں گا (یعنی روح حق جو باپ سے نکلتی ہے) آئے تو وہ میرے لیے گواہی دے گا۔ اور تم بھی گواہی دو گے۔ کیونکہ تم شروع سے میرے ساتھ ہو'' ۱۶۔ باب ۷ درس ''لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لیے میرا جانا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے۔ پس اگر میں جاؤں تو اس کو تمہارے پاس بھیج دوں گا''۔ ۸۔ '' اور وہ اگر دنیا گناہ پر اور راستی پر اور عدالت پر سزا دے گا گناہ پر اس لیے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے راستی پر اس لیے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے عدالت پر اس لیے کہ اس جہاں کے سردار پر حکم کیا گیا۔ میری اور بہت باتیں ہیں کہ جن کو تم سے کہوں لیکن تم ان کی اب برداشت نہ کرسکو گے۔ پھر جب روحِ حق آئے گا تو ساری سچائی کی راہ تم کو بتا دے گا کس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں غیب کی خبریں دے گا۔ اور میری بزرگی بیان کرے گا''۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام یوحنا حواری نقل کرتا ہے جو حضرت علیہ السلام نے اپنے یہود کی بدسلوکی اور تدبیر قتل سے خبر پا کر حواریوں سے کیا تھا اس کلام میں آپ اپنا دنیا سے تشریف لے جانا ظاہر فرماتے ہیں ۔ اور حواریوں کے غمگین دلوں کو ایک آنے والے فارقلیط تسلی دیتے ہیں اور یہ بھی ظاہر

کرتے ہیں۔ کہ وہ فارقلیط آ کر میری بزرگی بیان کرے گا۔ اور جن لوگوں نے مجھے مانا اور مجھ پر موت کا حکم لگایا یعنی ان کو ملزم اور سزاوار ٹھہرائے گا اور وہ فارقلیط جہاں کا سردار اور مجھ سے زیادہ بلند مرتبہ ہے اس کی کوئی بات مجھ میں نہیں۔

ہم کہتے ہیں یہ بشارت ہمارے نبی پاک ﷺ کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کی آپ بشارت دے رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد بھی ظاہر کر رہے ہیں کس لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام عبرانی زبان میں کلام کرتے تھے اور عبرانی میں صاف احمد ﷺ کا لفظ ذکر کیا تھا اہلِ کتاب کی عادت ہے کہ وہ جب کسی کلام کا ترجمہ کرنے بیٹھتے ہیں تو ناموں کا بھی ترجمہ کر دیا کرتے ہیں۔ اس کے بہت سے نظائر موجود ہیں پھر جب یوحنا کے کلام کا یونانی میں ترجمہ کیا تو احمد ﷺ کا ترجمہ بھی کر دیا اور یونانی زبان میں پیرکلوطوس لکھ دیا جس کے معنی ہیں احمد ﷺ یعنی بہت سراہا گیا یا بہت حمد کرنے والا۔ پھر جب یونانی سے عبرانی میں ترجمہ کیا تو اس کا مغرب فارقلیط کر دیا۔

عیسائی کہتے ہیں یونانی نسخوں میں پاراکلی طوس ہے۔ جس معنی معین، وکیل کے ہیں اگر پیرکلوطوس ہو تو بے شک احمد یا محمد ﷺ کے قریب قریب اس کے معنی ہوتے ہیں۔ اول تو یہ کچھ بڑا تفاوت نہیں کس لیے کہ بعض زبانوں میں رسم الخط دیکھا جاتا ہے۔ کہ وہ اعراب کی جگہ حروفِ مفردہ ہی لاتے ہیں اور بعض خطوط میں سرے سے اعراب ہی نہیں جیسا کہ ہندی خط اس میں ایسے اختلاف کی بڑی گنجائش ہے قدیم یونانی خط کا بھی یہی حال ہے۔ اس میں گل کو گال، گیل ہر طرح سے پڑھ سکتے ہیں۔ پھر پیر کا تلفظ پارا اور کلو کا کلا یا کلے کوئی بڑی بات اور زیادہ تفاوت نہیں۔ دوم یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ تفاوت تلفظ اور خط میں اعراب نہ ہونے کے سبب سے نہیں بلکہ دراصل یوں ہی ہے جیسا کہ کہتے ہیں تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہے۔ کس لیے کہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام معین اور وکیل بھی ہے۔ تو بھی ایک نام سے نہیں دوسرے نام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بشارت دینا ثابت ہوتا ہے۔ سوم جن دینداروں نے بقول ہارن صاحب اعتراض سے بچنے کے لیے یا مخالف کا مدعا ثابت نہ ہونے

دینے کی وجہ سے یا اپنا مدعا ثابت کرنے کے لیے انجیل وتوریت میں بہت جگہ تحریف وتبدیل کی ہے۔ اور عبارت کو گھٹایا یا بڑھایا ہے تو یہ ذراسی تحریف وتبدیل ان سے کیا بعید ہے؟ ایسی کمی وبیشی کرنے سے عیسائیوں نے فارقلیط کے آنے سے روح کا نازل ہونا مرادلیا ہے اور پھر اس مطلب کو قوی کرنے کے لیے یہاں خیانت کی کہ متن میں یعنی کر کے روح کی تفسیر کو بھی ملا دیا۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ یعنی تو حضرت مسیح علیہ السلام کا کلام نہیں نہ یوحنا نے بڑھایا۔ یہ تو بعد میں کسی دیندار پادری صاحب نے کاریگری کی ہے۔مگر بڑے شرم کی بات ہے کہ عبارت میں تحریف آپ پکار رہی کہ مجھ میں تحریف ہوئی اور پادری صاحب ہیں کہ انکار کررہے ہیں۔ یہ وہی مثل ہے کہ غلامی کا داغ ماتھے پر موجود مگر غلامی کا انکار۔اگر پادری صاحبوں کے اگلے بزرگواروں کو اتنی گنجائش اس بشارت میں نہ ملی کہ وہ اس کو نزول روح پر چسپاں کرتے تھے تو بخدائے لایزال اس کو کتاب ہی میں سے نکال ڈالتے مگر ان کو یہ کیا خبر تھی کہ اس بشارت میں جو اور بھی الفاظ ہیں وہ اس کو نزولِ روح پر چسپاں نہیں ہونے دیں گی اور مسلمانوں کے ہاتھ میں ایک حجت الزامی آجائے گی۔

اور ایک تعجب کی بات ہے کہ ستر برس بعد یوحنا حواری کو تو یہ بشارت یاد رہی کہ اس نے اپنی کتاب میں لکھ دی مگر متی اور مرقس اور لوقا کو ان سے پہلے یاد نہ آئی ان میں سے کسی نے بھی اس کا ذکر تک نہیں کیا اور یہ کوئی ایسی چھوٹی بات نہیں تھی۔ بلکہ اپنے سے زیادہ مرتبے والے کے آنے کی خبر تھی جس پر ایمان لانے کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام نے کیسا اہتمام کیا۔ ہمارا یقین ہے کہ ضرور ذکر کیا ہوگا۔مگر اس وقت یا اس کے بعد یاروں نے اس کا باقی رکھنا مصلحت نہ سمجھا کس لیے کہ ان کی بشارتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا پورا پورا پتا ہوگا۔تاویل کی گنجائش نہ ہوگی۔اس کتاب میں تاویل کی گنجائش دیکھی اس کو رہنے دیا۔مگر کسی قدر ادھر اُدھر سے تراش کر اپنے موافق کرلیا۔مگر تو بھی موافق نہ ہوئی۔اور ان الحاقات اور کتابوں میں گھٹاؤ بڑھاؤ کرنے کا حال ہمارے بیانِ سابق سے جو کتب مقدسہ کی بابت تھا آپ کو بخوبی معلوم ہو گیا ہوگا۔

دوامر اور بھی غور طلب ہیں اول یہ کہ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے پہلے تک اس فارقلیط کو عیسائی کوئی آدمی اور بڑا اولوالعزم شخص خیال کرتے تھے۔ کہ ضرور ایک ایسا شخص جو دینِ عیسوی کا معین اور مدد گار اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا طرفدار ظاہر ہوگا اور اس لیے دوسری صدی عیسوی میں متس عیسائی نے جو بڑا پرہیزگار اور عالم تھا یہ دعویٰ کیا تھا۔ کہ جس کے آنے کی حضرت مسیح علیہ السلام نے خبر دی ہے۔ اور ایشیائے کوچک میں ہزاروں عیسائی اس پر ایمان لے آئے۔ (دیکھو تاریخ کلیسا ولیم میور مطبوعہ ۱۸۴۸ء) اس کے سوا دوستھیوس، شمعون مجوسی وغیرہ چوبیس اشخاص نے آدرین قیصر کے عہد سے لے کر سن ایک ہزار چھ سو بیاسی ۱۶۸۲ء کے قریب تک فارقلیط ہونے کا دعویٰ کیا۔ (تفسیر رومن اسکاٹ مطبوعہ الٰہ آباد صفحہ ۱۸۶)۔ پھر کیا ان کو انجیل یوحنا بھی معلوم نہ تھی اور پادریوں کی بھی تاویل سے واقف نہ تھے۔ کہ فارقلیط سے روح مراد ہے۔ نہ کہ انسان۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ جو ایک شے بقول پادریاں سرے سے ہی نہیں تو اس کا ان لوگوں نے کیونکر دعویٰ کر لیا؟ یہ بات اور ہے۔ کہ وہ دراصل اس فارقلیط کے مصداق نہ تھے۔ مگر اس زمانے میں یہ بات ہر ایک عیسائی جانتا تھا۔ کہ فارقلیط کوئی انسان آنے والا ہے۔ جیسا کہ اسلامیوں میں مہدی آخرالزمان کے آنے کی ایک ایسی مشہور خبر ہے کہ جس کو سب جانتے ہیں اس بناء پر آج تک بہت سے بوالہوسوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اگر مسلمان اس کو جانتے ہی نہ ہوتے یہ وہ مہدی سے مراد کسی فرشتہ کا نازل ہونا لیتے کہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں نازل ہو چکا تو پھر کسی کو بھی اس عہدے کی تمنا نہ ہوتی۔

لب التواریخ کا مصنف لکھتا ہے کہ ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر یہودی اور عیسائی ایک نبی کے منتظر تھے۔ اس بات نے محمد ﷺ کو فائدہ بخشا اور آپ نے کہہ دیا وہ میں ہوں۔ انتہیٰ۔ وہ نبی حضرت عیسیٰ ویحییٰ علیہما السلام کے ظاہر ہونے کے بعد تک بھی انتظار کیا جاتا تھا۔ دوم بہت سے عیسائیوں نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھے اس بات کا اقرار کیا کہ آپ کا ذکر انجیل میں ہے۔ منجملہ ان کے حبشہ کا بادشاہ نجاشی جو انجیل وتوریت کا بڑا عالم تھا منجملہ ان کے جارود بن علاء ہے جو عیسائی اور

بڑا عالم تھا اپنی قوم کے ساتھ حاضرِ خدمت ہوکر اسلام لایا اور اقرار کیا کہ آپ کا ذکر انجیل میں ہے۔ معلوم ہوا کہ اس وقت یہ بشارت ان حبشی اور عربی عیسائیوں میں بدلی نہیں گئی تھی۔ اب ہم لفظ فارقلیط پر اور دیگر الفاظ پر بحث کرتے ہیں اور عیسائیوں کے شبہات کا جواب دیتے ہیں۔

بحث اول ۔ فارقلیط یہ کس زبان کا لفظ ہے۔ اس میں کئی اقوال ہیں بعض کہتے ہیں زبان خالدیہ کا لفظ ہے جو بابل اور اس کے اطراف کی زبان تھی اور اسی کو کلدیہ اور کلدانی بھی کہتے ہیں مگر مجھے اس میں کلام ہے کس لیے کہ یہ بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک سے فرمائی تھی اور یہ مسلّم ہے کہ حضرت کی زبان عبرانی تھی۔ جو ملک یہودیہ کی زبان تھی۔ آپ کو کلدانی زبان بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ مگر یہ ممکن ہے کہ کلدانیوں کے غلبہ اور بنی اسرائیل کے مدتِ دراز ان میں رہنے سے اس زبان کے الفاظ بھی عبرانی میں شامل ہوگئے ہوں۔ جیسا کہ اور زبانوں میں اختلاط ہوا اور ہوتا رہتا ہے۔ اس تقدیر پر یہ لفظ خاص حضرت علیہ السلام کے منہ مبارک کا نکلا ہوا ہے۔ پھر یونانی میں یا تو اس کا ترجمہ پیرکلوطس کے گیا یا تغیر کر کے لایا گیا جس کے معنی احمدﷺ کے ہیں۔ بشب مارش اسی کے قائل تھے۔ جو عیسائیوں میں مسلم شخص تھے۔ دوسرا قول یہ ہے۔ کہ یہ سریانی لفظ ہے یعنی ملک سریانا شام کی زبان کا۔ تیسرا یہ کہ عربی لفظ ہے بشب مذکور ان دونوں قولوں کو بھی مانتے ہیں مگر زبان عرب میں اس کا پتا نہیں معلوم ہوتا۔ چوتھا قول وہ ہے کہ جس کو ہم نے پہلے فاضل محقق مولانا مولوی محمد رحمت اللہ صاحب کا خاص نام احمدﷺ لیا مگر جب اس کا یونانی زبان میں ترجمہ ہوا تو اس کے ہم معنی لفظ پیرکلوطوس ذکر کیا۔ جس کا معرب فارقلیط ہوا اور یونانی زبان میں پیرکلوس ہونے کی ایک بڑی دلیل ہے کہ سینٹ جروم نے جب انجیل کا ترجمہ لاطینی زبان میں لکھنا شروع کیا تو پیرکلوس کی جگہ پاراکلوس لکھ دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جس کتاب سے نقل کیا تھا پیرکلوس تھا۔ دستی تحریروں کا غارت ہونا اس گمان کی اور بھی مدد کرتا ہے۔ اور لفظ پیرکلوس ہومر وغیرہ شعراء وفضلاء کے استعمال میں آیا ہے جس کے معنی مستودہ ہیں جو محمدﷺ یا احمد ﷺ کا ٹھیک ہم معنی ہے۔

اس کے علاوہ ایک بڑی تائید اور بھی ہے وہ یہ کہ بعض عبرانی نسخوں میں اب تک آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام موجود ہے۔ دیکھو پادری پارکھرست صاحب کی یہ عبارت و باوحمدہ حل بگوئیم (ازحمایت الاسلام مطبوعہ بریلی ۱۸۷۳ء صفحہ ۸۱۔ ۴۸ ترجمہ اپالوجی گاڈفری ہیگنس صاحب مطبوعہ لنڈن ۱۸۲۹ء۔)

واضح ہو کہ عرب میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے عہد میں عیسائیوں کا ایک فرقہ تھا۔ جو آج کل کے پراٹسٹنٹ فرقے اور رومن کا تلک سے بھی علحیدہ تھا۔ وہ نسطورا کا فرقہ کہلاتا تھا۔ ان کے پاس ان چاروں انجیلوں کا علاوہ ایک اور بھی انجیل تھی۔ جس کو اب کے عیسائی انجیل طفولیت کہتے ہیں جو ان کی کتبِ الہامیہ کی فہرست سے خارج شمار ہے۔ خیر یہ جو چاہیں کہیں اس کی تحقیق یورپین عیسائیوں کو ہوئی ہوگی۔ مگر وہ اسی کو اصلی اور الہامی انجیل کہا کرتے تھے۔ اس کے سواوہ کسی انجیل کے معتقد نہ تھے۔ یہ چاروں انجیلیں تو انہوں نے آنکھ سے بھی نہیں دیکھی تھیں پھر جب انہوں نے نہیں دیکھیں تو مسلمانوں کو خصوصاً ایسی حالت میں جو ان پر طاری تھی کہاں سے مل گئی ہوں گی؟ جو گمان کیا جائے کہ ان سے دیکھ کر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اپنے لیے پیشین گوئی بنالی ہے یہ گمان محض فاسد ہے اور بالکل بے اصل بدگمانی ہے۔

عرب کے عیسائیوں میں سے اس پیشین گوئی کے اظہار سے پہلے ایسے لوگ اسلام میں داخل ہو چکے تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس پیشین گوئی آپ کے حق میں پورا پورا مطابق پالیا تھا اور اس پیشین گوئی کے اظہار کے بعد ان عیسائیوں کو بھی یہ حوصلہ نہ ہوا جو کہ ابھی اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ اور اسلام کی تکذیب میں نہایت سرگرم تھے کہ وہ کہتے یہ غلط بات۔ ہرگز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کی پیشین گوئی نہیں کی۔ اگر ان کی انجیل میں آپ کے نام سے یہ پیشین گوئی نہ ہوتی یا ان کو ذرا بھی تامل کرنے کی گنجائش ملتی تو وہ بغیر غل شور مچائے کبھی چپ نہ رہتے۔ نہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دعوے سے پیشین گوئی کا اظہار فرماتے۔ یہ بات حیطۂ ادراک سے باہر ہے۔ کوئی دانشمند بھی ایسا نہیں کرسکتا۔

عیسائیوں میں: برنباس خواری کی بھی ایک انجیل ہے۔ گو یہ عیسائی اس کو الہامی نہیں مانتے۔ یہ ان کو اختیار ہے۔ کہ لوقا اور مرقس کی کتاب کو الہامی مانیں اور اس کو نہیں۔ اس کی کوئی کھلی ہوئی دلیل بجز گمان اور قیاس یا حسنِ ظن کے اور کوئی بات ہم کو تو اب تک معلوم نہیں ہوئی لیکن بایں ہمہ وہ اس کو معتبر جانتے ہیں اس انجیل میں صاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کی تصریح ہے۔

اس کے جواب میں عیسائی یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ کسی مسلمان کی تحریف ہے یا کسی ملحد نے بات بنائی۔ مگر تعجب ہے کہ مسلمان کو دنیا بھر کے نسخے کہاں سے مل گئے کہ اس نے سب میں تحریف کر دی۔ جس انجیل برنباس کو دیکھئے اس میں بھی بشارت ہے اور ملحد کو پہلے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا نام مبارک کہاں سے معلوم ہو گیا تھا۔ جو اس نے انجیل میں داخل کر دیا؟ یہ سب جھوٹے حیلے ہیں جن کو عقل سلیم ہرگز قبول نہیں کرتی اس کے سوا اور بہت جگہ بائبل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں ہیں جو بجز ذاتِ بابرکات کے اور پر صادق نہیں آتیں پھر کیا وہ بھی کسی مسلمان نے لکھ دیں یا کسی ملحد نے داخل کر دیں؟ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پادریوں کی کتابوں میں ملحد آمیزش کر دیا کرتے ہیں۔

اب ہم انجیل برنباس یوحنا کی پیشین گوئی کے اور الفاظ پر بحث کرتے ہیں جو نزول روح القدس پر کسی طرح صادق نہیں آتے۔

(۱) ''میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں اور فارقلیط دے گا۔ کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے'' اس سے مراد روح القدس نہیں ہو سکتا کس لیے کہ وہ ہمیشہ ان کے ساتھ نہیں رہا بلکہ ایک دن تھوڑی سی دیر تک۔ پھر عمر بھر وہ بات نصیب نہیں ہوئی''۔

(۲) روح حق تمہیں سب وہ باتیں جو میں نے کہیں بتا دے گا'' روح القدس جب حواریوں پر اترا اس نے ان کو وہ سب باتیں جو مسیح علیہ السلام نے کہیں تھیں یاد نہیں دلائیں اور نہ وہ بھولے ہوئے تھے کہ یاد دلانا پڑتا ہے بلکہ مختلف زبانیں بولنے لگے تھے البتہ بھولی ہوئی باتیں توحید و عبادات الٰہی، ترک شہوات، دارِ آخرت کی رغبت وغیرہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلّم نے یاد دلائیں۔

(۳)''میں نے واقع ہونے سے پہلے تم کوخبر کر دی تا کہ جب واقع ہوتو ایمان لاؤ''۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ ایک ایسی چیز کے واقع ہونے کی خبر دیتے ہیں کہ جس کا انکار ان سے قریب الواقع تھا۔اس لیے تاکید اور بندوبست کر دیا۔ کہ ایمان لائیں انکار نہ کریں۔ یہ روح القدس کے نازل ہونے پر صادق نہیں آتا کس لیے کہ اول تو روح القدس کا نازل ہونا حواری پہلے بھی دیکھ چکے تھے۔ دوم وہ ایک حالت سی تھی جس پر طاری ہو اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ ہاں خاتم المرسلین کا انکار بہت قریب القیاس تھا اور اب تک ہو رہا ہے، حیلے بہانے بنارہے ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہنے کو بھی ٹال دیا۔''

(۴)''اس جہاں کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی بات نہیں'' ۔ روح القدس اور باپ یعنی خدا اور بیٹا یعنی عیسیٰ علیہ السلام یہ تینوں تو عیسائیوں کے نزدیک ایسے ایک ہیں کہ مجموعہ مرکب بنا کر خدا کہا جاتا ہے۔ پھر روح القدس عیسیٰ اور عیسیٰ روح القدس ہیں اگر وہ جہان کے سردار ہیں تو اب بھی جو کچھ ایک میں ہے وہ دوسرے میں ہے۔ پھر یہ جملہ اس پر کس طرح صادق آسکتا ہے؟ ہاں محمد صلی اللہ علیہ و سلّم پر صادق آتا ہے کس لیے کہ وہ جہاں کے نبی تھے اور نبی سردار ہوتا ہے۔ یہ اوصاف حضرت مسیح علیہ السلام پر کہاں تھے؟

(۵) ''فارقلیط آکر میرے لیے گواہی دے گا''۔ روح القدس نے اول تو گواہی نہیں دی اور جو دی بھی تو صرف حواریوں کے سامنے جس کی کوئی بھی ضرورت نہ تھی۔ برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ نے تمام دنیا کے سامنے عیسیٰ علیہ السلام کی گواہی دی یہود کو ملزم کیا۔

(٦)''میں نہ جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے'' یہ بھی روح القدس پر صادق نہیں آتا کس لیے روح القدس اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو اتحا مانا جاتا ہے۔ پھر اگر نہ جاؤں تو نہ آئے گا کیا معنی رکھتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری صادق ہے۔ کس لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں تقدم اور تاخرِ زمانی ہے آپ کا دور تمام نہ ہولے تو دوسرا شروع نہ ہو۔

(۷) ''روح الحق آ کر دنیا کو گناہ اور راستی اور عدالت پر سزا دے گا''۔ یہ بھی حرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے کس لیے کہ روح نے کسی کچھ سزا تو کیا ملزم بھی نہیں کیا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منکرینِ مسیح علیہ السلام کو خطا کار ہی ثابت نہیں کیا بلکہ انتقام بھی لیا اور اس فقرے کے لفظ یہی اشارہ کرر ہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے کسی ذی شوکت منتقم کے آنے کی خبر دیکر حواریوں کو یہود کی جفا کاری اور ستم پروری پر تسلی دے رہے ہیں

(۸) ''روح حق تم کو ساری سچائی کے باتیں بتا دے گا'' روح القدس نے کوئی بات حواریوں کو نہیں بتائی۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھولے انصاریٰ کو ضرور رستہ بتایا۔

(۹)''جو سنے گا وہی کہے گا اور غیب کی خبریں بتائے گا''۔ روح القدس تو عیسائیوں کے نزدیک عین خدا یا جزوِ خدا ہے پھر سننا چہ معنی؟ ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ خدا ہیں نہ اس کے جز۔ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے تھے۔ وما ینطق عن الھویٰ آپ نے دارِ آخرت اور صفات کے متعلق جو غیب ہے سینکڑوں خبریں بتائیں جن کی ضرورت تھی مگر عیسائیوں کے روح القدس نے اس روز کچھ نہ بتائیں۔

با ایں ہمہ جب وہ فارقلیط صلی اللہ علیہ وسلّم اور اپنے ساتھ معجزات و آیات بینات بھی لایا **کما قال اللہ تعالیٰ فلمّا جاءَ ھم بالبینٰت قالوا.** تو ازلی گمراہوں نے بجائے اس کے کہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وصیت کے مطابق قبول کرتے یہی کہہ دیا۔ ھٰذا سحر مبین کہ یہ تو کھلا ہوا سحر ہے اور صاف جادو ہے۔

یہ بات عرب مشرکین نے بھی کہی اور عیسائی فرقے بھی ان کے ہم زبان ہو گئے۔ جہالت و وحشت میں یہ عیسائی ان مشرکینِ عرب سے کم نہ تھے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں فلما جاء کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے پھرتی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان یہود کے پاس معجزات لے آئے تو کہنے لگے کہ یہ جادو ہے کھلا ہوا، مگر سباقِ کلام پہلے معنی کی تائید کرتا ہے۔

آیات کی تفسیر کے بعد یہ بھی کہتا ہوں کہ انجیل یوحنا سے جو ہم نے فارقلیط کی بشارت نقل کی وہ اس مقام کے مطابق تھی ورنہ اس کے سوا اب بھی جس قدر پیشین گوئیاں بائبل یعنی توریت وانا جیل وصحفِ انبیاء علیہم السلام ہے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پائی جاتی ہیں اور کسی کے حق میں نہیں اس کے سوا صدہا دلائل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر آفتاب سے زیادہ روشن موجود ہیں لیکن کور باطنی اور شقاوت ازلی کا کوئی علاج نہیں وہ سب کی طرف سے آنکھوں پر پردہ ڈالتی ہے۔ کانوں ٹینٹیاں ٹھونس دیتی ہے دلوں پر مہر کر دیتی ہے۔ پھر ان کو ان گہری اندھیریوں کی تہوں میں سے کون نور کی طرف لاسکتا ہے۔ مرنے کے بعد ظلمات جہنم بن کر ہمیشہ جلادیں گی۔

اگر ذرا بھی انصاف ہو اور کچھ بھی فہم سلیم ہو تو کسی عیسائی کو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار اور عداوت کی گنجائش نہیں کس لیے کہ آپ اصل عیسویں مذہب کے سرِ مومخالف نہیں نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منکر، نہ حواریوں کے خلاف۔ ہاں اگر خلاف ہیں تو ان ہی زیادتیوں میں جو مسیح علیہ السلام کے بعد لوگوں نے دینِ عیسوی کا جزو قرار دے لیں اور پھر اندھے مقلد بن کر ان کی تحقیقات اور سمجھنے میں کوشش کرنا ممنوع قرار دے لیا۔ روشن دماغ عیسائی آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دینِ عیسوی کا مصلح سمجھتا ہے۔

حکایت:۔ ایک بار ایک بوڑھے پادری سے سفر میں ملاقات کا اتفاق پڑا۔ مذہبی گفتگو بھی چھڑ گئی۔ کفارہ اور الوہیتِ مسیح اور تثلیث پر بڑی دیر تک بحث ہوتی رہی۔ پادری صاحب نرم دل اور خدا ترس تھے۔ آخر کار ہر بحث میں قرار کر دیا کہ یہ تینوں مسئلے حواریوں کے عہد تک نہ تھے اور نہ ان پر نجات موقوف ہے۔

اگر ہوتی تو خدا تعالیٰ ان احکام کو اگلے نبیوں اور ان کی نجات یافتہ جماعت پر ضرور ظاہر کرتا اور اسی طرح ان کا شہرہ ہوتا جیسا کہ عیسائیوں میں ہے۔

پھر میں نے کہا اب تمہارے نزدیک نجات کس اعتقاد پر موقوف ہے؟ کہا خدا تعالیٰ اور روح القدس

اورعیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے پر۔ میں نے کہا ہر مسلمان ان چیزوں پر ایمان رکھتا ہے۔ پھر فرمایئے ہماری نجات میں کیا کلام ہے؟ اس نے کہا کچھ نہیں۔ پھر پوچھا آپ کے نزدیک ہماری نجات میں کلام ہے؟ میں نے کہا کہ اگر بغیر مسیح علیہ السلام پر ایمان لائے کسی یہود کی نجات ممکن ہے تو بغیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے آپ کی نجات ممکن ہے۔ اس نے سر نیچا کرلیا۔اور کہنے لگا ہم ضرور محمد صاحب (ﷺ) پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ بھی خدا کا نبی ہے ہمارا کوئی حق نہیں کہ اس کو برا کہیں، نہ ہم کو اس کی کوئی انجیل ہدایت کرتی ہے۔ بلکہ بغور دیکھو تو یہ دونوں مذہب ایک ہی ہیں۔حضرت محمد ﷺ مسیح علیہ السلام کے مذہب کے لیے ریفارمر ہیں اور ایک زمانہ آتا ہے کہ سب عیسائی اس ریفارمر کی طرف متوجہ ہونگے۔

انبیاء علیہم السلام جو خیر خواہ خلق ہیں ان کے لیے لوگوں نے جو کچھ سلوک کئے وہ ظاہر ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا مگر جو لوگ دنیا میں ان کے نام لیوا ہیں کسی قدر حصہ ان کو بھی مل رہتا ہے۔ چنانچہ یہ راقم الحروف مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی تفسیر لکھ رہا تھا کسی نے زہر دیا اور اس کے کئی روز تک جو کچھ تکلیف اور سختی طاری رہی وہ اس وقت کے دیکھنے والوں سے دریافت کرنی چاہیئے کس لیے کہ میں تو بیہوش تھا اور آج پانچواں روز ہے اب تک حالت اصلی نہیں عوذ کر آئی۔ للہ احمد کہ یہ ہیچکارہ بھی اس زمرے میں داخل کیا گیا۔ ۲۵ ربیع الاو ۱۳۱۲ہجری۔

ابھی چند روز کا عرصہ گزرا کہ مولانا مولوی محمد لطیف صاحب مدظلہ کو بھی زہر دیا گیا

تفسیر حقانی (محترم جناب عبدالحق حقانی دہلویؒ

قرآن کی صداقت گذشتہ الہامی کتابوں میں

علمائے اہل کتاب اس حقیقت سے واقف تھے کہ محمد ﷺ ہی خدا کے وہ سچّے پیغمبر ہیں جن کی بشارت آسمانی کتب سابق میں دی گئی ہے۔اس بارے میں قرآن کا یہ ارشاد موجود ہے جس کی صداقت پر تاریخ کے ہر دور نے گواہی دی ہے

۔" الّذین اتینھم الکتاب یعرفونه کما یعرفون ابناء ھم.

ترجمہ: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی سچائی کو ویسے ہی پہچان گئے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو جانتے پہچانتے ہیں"

عبداللہ بن سلام مدینہ میں یہودیوں کے سب سے بڑے مستند عالم مانے جاتے تھے۔ جب پہلے پہل ان کی نظر آنحضورﷺ کے چہرہ انور پر پڑی تو پکار اٹھے '' خدا کی قسم یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا ''۔

زبور میں نغمہ داوًد

تورات اور انجیل کی طرح زبور میں بھی حضرت داوًدؑ نے اپنے سرمدی نغموں میں آپ ﷺ کے آنے کی بشارت دی ہے:۔

''تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے تیرے ہونٹوں میں لطف موجزن ہے اس لئے تجھے ابدتک مبارک کیا گیا''۔

'' تیرے تیر تیز ہیں لوگ ترے نیچے گرے پڑتے ہیں وے بادشاہ کے دشمنوں کے دلوں میں لگ جاتے ہیں''

'' تو صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہے۔ ''

'' تیرے بیٹے تیرے باپ دادا کے قائم مقام ہوں گے اور تو انہیں تمام زمین کا سردار مقرر کرے گا۔''

میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا پس لوگ ابدالآباد تک تیرے ستائش کریں گے۔''

(زبور باب پنجم)

اس تمام حسن و جمال اور جلال و کمال کا مظہر سوائے سرکار رسالت ماب ﷺ کے اور کون ہے جس کی تعریف صحف سماوی نے اس طرح واضح نشاندہی سے کی ہے۔ حضرت داوًد کے فرزند سیدنا سلیمانؑ اپنے تخت جلال سے اپنے محبوب (فداہ ابی و امی) کو اسی طرح پکارتے ہیں۔

'' میرا محبوب گندم گوں دس ہزار آدمیوں میں جھنڈے کی طرح سر بلند ہے۔ وہ خوبی میں رشک سرد اور شیریں دہن ہے وہ ستودہ (محمد) یعنی تعریف کیا گیا ہے۔ اے یروشلم کی بیٹیو، یہ ہے میرا دوست اور میرا محبوب۔'' (غزل الغزالات۔ باب ۱۵)

فرمودہ سلیمانؑ

فرمودہ سلیمانؑ جو عبرانی زبان میں ہیں لکھتے ہیں۔

" خلو محمد یم زہ دودی زہ دی. "

" محمد ﷺ میرا مرکز محبت و ایمان ہے اور میں اس کے یروشلم آنے کی بشارت دیتا ہوں۔ "

غیر الہامی کتابوں اور مذاہب عالم میں

آسمانی کتابوں کے علاوہ ہندوؤں اور دیگر مذاہب کی کتابوں میں بھی آپ ﷺ کی آمد اور آپؐ کے مقام و مرتبہ کا ذکر ہمیں ملتا ہے۔

سام وید: ''احمد نے اپنے رب کی طرف سے حکمت سے معمور شریعت کو حاصل کیا اس بشارت کو دیکھتے ہوئے اس آفتاب کے نور سے سورج کی طرح روشن ہو رہا ہوں۔''(رشی دتہ کنو، سام وید، پھاٹک۳ رشی ۶ منتر۸)

اتھروید ''اے لوگو! احترام سے سنو! نزاشستہ (یعنی لوگوں میں تعریف کیا گیا ساٹھ ہزار اور نوے دشمنوں میں امن پھیلانے والے کو ہم (حفاظت میں) لیتے ہیں۔''

''اس مہاحرشی کو سو دینار، دس مالائیں، تین سو گھوڑے اور دس ہزار گائیں دیں۔''

(ترجمہ پنڈت کھیم کرن)

تشریح: ''مہامح ''یعنی تعریف کیا گیا۔ ''عرومام '' یعنی عربی گھوڑے ہندوؤں کی ایک مقدس کتاب ''دھرم اورترکھنڈ'' جو ۱۵۲۰)قبل مسیح کی بتلائی جاتی ہے اس کاایک منتر ذیل ہے:۔

''وہ مخلوقات سے نہیں ڈرتا ہوگا بہت ہی دلاوراور صاحب فہم ہوگا۔اوراس کا نام ''مہامت 'ہوگا۔''

اسی طرح ہندوؤں کی ایک کتاب ''کلنکی پران''میں یہ پیش گوئی موجود ہے:۔

'' آخری زمانہ میں ایک اوتار پیدا ہوگا۔اس کی پیدائش شمبل دیپ میں ہوگی اوراس کے والد وشنومیس اوراس کی والدہ کا نام سومتی ہوگا ''

سنسکرت میں اوتار پیغمبر کو شمبل دیپ عرب دیس کو وشنومیس خالق کے بندے یعنی عبداللہ اورسومتی امن دینے والی کو کہتے ہیں۔

زمانہ جیسے ترقی کے منزل طے کرے گا۔اسی طرح محمد عربی ﷺ کے بارے میں غیر مذاہب کے اہل علم کی زبان سے بھی آپ ﷺ کی رسالت کا نا قابل تردید ثبوت دنیا کے سامنے خود پیش ہوتا جائے گا۔ چنانچہ بیسویں صدی نے اپنے گزر جانے سے قبل ۱۹۹۷ میں آنے والی اکیسویں پیشن گوئیوں کا ہم نے پہلے اپنی کتاب میں اجمالاً ذکر کیا تھا اب روز روشن کی طرح عیاں کر دیا ہے۔ یہ بھی ایک زندہ معجزہ ہے آپ ﷺ کی ابدی نبوت کا بھارت کے ایک نامور برہمن پنڈت وید پرکاش الہ آباد یونیورسٹی کے شعبہ تحقیق کی سربرآوردہ شخصیت ہیں جو تمام ویدوں اور ہندوؤں کی دیگر مقدس کتابوں کے محقق ہونے کے علاوہ سنسکرت زبان کے ایک ممتاز عالم بھی ہیں۔انھوں نے حال ہی میں ایک تحقیقی کتاب '' کالکی اوتار '' کے نام سے شائع کی ہے۔لائق مصنف نے قدیم ویدوں کی پیشن گوئیوں سے ثابت کیا ہے کہ ان کا اطلاق صرف اورصرف رسول عربی ﷺ ہی کی ذات گرامی پر ہوتا ہے۔آپ ﷺ کی جزیرۃ العرب میں ولادت باسعادت، آپ ﷺ کے اعلیٰ حسب ونسب حتیٰ کہ آپ ﷺ کے نام نامی اورآپ ﷺ کے والد کے اسمائے گرامی، غارِحرا میں نزول وحی کا ذکر وید مقدس میں موجود ہے۔جس میں یہ واقعہ بھی مذکور ہے کہ ''کالکی اوتار ''(تمام عالم کے رہنما پیغمبر)ایک تیز رفتار گھوڑے (براق)

پر سوار ہوکر دنیا اور آسمانوں کا سیر کرے گا۔ آپ ﷺ کی صفات عالیہ کے بارے میں ویدوں کے حوالوں سے پنڈت موصوف یہ بھی بتلاتے ہیں کہ ''کالکی اوتار'' انتہائی بہادر، بہترین شہسوار، تلوار کا دھنی اور ماہر تیرانداز ہوگا۔ پنڈت وید پرکاش نے اپنی گراں قدر تصنیف کو بھارت کے آٹھ نامور پنڈتوں اور معروف مذہبی محقق کے سامنے پیش کیا۔

سب نے ان کی تحقیقات کو درست تسلیم کیا ہے۔ اپنی ان مقدس ویدوں کے حوالہ سے پنڈت وید پرکاش صاف صاف طور پر بتلاتے ہیں کہ ''کالکی اوتار'' جزیرۃ العرب میں چودہ سو سال پہلے شمشیر و سناں کے ساتھ شہسوار اسپ دوراں بن کر نمودار ہوئے اور اس دور میں استعمال ہونے والے ہتھیاروں سے باطل کو مغلوب کیا، موجودہ صدی چونکہ تباہ کن کیمیکل اور ایٹمی ہتھیاروں اور میزائلوں سے مسلح ہے اور ان سے زیادہ مہلک ہتھیاروں اور میزائلوں سے مسلح ہے اور ان سے زیادہ مہلک ہتھیاروں کے ساتھ آگے بڑھتی چلی جارہی ہے۔ اس لئے اب اور آنے والی کسی بھی صدی میں ویدوں کی پیشن گوئی والے ''کالکی اوتار'' کی آمد ممکن نہیں۔ لہٰذا وہ ہندو دھرم کے ماننے والے اپنے ہم مذہبوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اسی ''کالکی اوتار'' پر ایمان لاکر دین اسلام قبول کرلیں جن کی بشارت وید مقدس نے جنات مسیحؑ کی آمد سے بہت پہلے دنیا کو دے دی تھی۔ وہی خاتم النبیین ہیں۔

بدھ مت: بدھ مت کی کتابوں کے حوالے سے ایک بدھ راہب نے لکھا ہے کہ گوتم بدھ نے بھی حضور ختمی مرتبت ﷺ کی آمد کی خوشخبری دنیا کو دی تھی۔ گوتم بدھ ۴۸۸ قبل مسیح فوت ہوئے۔ جب ان کے دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آیا تو اس وقت ان کے پاس ان کا عزیز شاگرد نندا بیٹھا تھا۔ اس نے گوتم بدھ سے پوچھا:۔ آقا آپ کے جانے کے بعد دنیا کو تعلیم کون دے گا؟ گوتم بدھ نے جواب دیا ''نندا میں پہلا بدھ نہیں جو دنیا میں آیا اور نہ میں آخری بدھ ہوں۔ اپنے وقت پر ایک اور بدھ آئے گا''۔ نندا نے پھر پوچھا مالک ہم اسے کس طرح پہچانیں؟'' بدھ نے کہا ''وہ متریا کے نام موسوم ہوگا'' اور متریا کی معنی رحمت کے ہیں اس طرح گوتم بدھ کی پیشن گوئی کے مطابق آپ ﷺ دنیا

میں ''رحمت للعالمین ''بن تشریف لائے (۱۱)

جناب محمد اسماعیل قریشی صاحب

تورات میں نوید کلیمؑ

حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو خوشخبری دیتے ہوئے خدا کا کلام انہیں سنا رہے ہیں جو استثنا باب ۱۸ میں یوں درج ہے۔

اور خداوند نے مجھ سے کہا ''وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں۔ میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا (۲)

حضرت موسیٰؑ کی اس پیشن گوئی کا مصداق سوائے رسالت مآب ﷺ کے اور کوئی رسول نہیں۔ یہاں ان کے بھائیوں سے مراد اسرائیل کے بھائی بنی اسماعیل ہیں ان دونوں کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ ہیں جنہوں نے اپنی پیرانہ سالی میں اپنے جواں سال فرزند جناب اسماعیلؑ کی گردن پر حکم خداوندی کی تعمیل میں چھری رکھ دی تھی۔ لیکن قدرت حق نے جگر گوشہ خلیلؑ کو ذبح ہونے سے بچا لیا۔ اگر اس وقت گلوئے اسماعیلؑ پر چھری چل جاتی تو رب کعبہ کی قسم یہ ساری کائنات ہی ذبح ہو جاتی۔ کیونکہ بنی اسماعیل کی نسل سے خدا کے آخری پیغمبر جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا ظہور ہونا ابھی باقی تھا جن کے لئے یہ دعائے خلیلؑ بلند ہوئی۔

'' اے بارِ الٰہ! میری نس سے ایسا نبی برپا کر جو ایک قوم کا نہیں بلکہ تمام گروہ و نسل انسانی کا سردار اور پیشوا ہو۔ جو انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیوں کو سنوار دے۔''(۳)

بشارت مسیحؑ

کائنات ہستی میں جنات مسیحؑ کا نزول احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والسلام کی دنیا میں آمد کی بشارت تھی، جس کا

اعلان خود زبان مسیحؑ نے کیا۔

واذ قال عیسی ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقاً لما بین یدی من التورات ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔

اور یاد کرو (اس وقت کو) جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا ''اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں اور تصدیق کرتا ہوں، اس تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے اور بشارت دیتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہے۔''

انجیل یوحنا میں اپنے شاگردوں سے خطاب کرتے ہوئے یسوع مسیحؑ نے اہل دنیا سے فرمایا:۔''میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں لیکن ''مددگار'' یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے اور وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔ ''

''اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہیں کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں (باب۱۴:۳۰)

'' مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر تم اب ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ سچائی کی روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ (صراط مستقیم) دکھائے گا۔اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔وہ میرا اجلال ظاہر کرے گا۔'' (٦)

فارقلیط بائبل کے انگریزی ترجمہ میں جو عام طور سے (King James Version کہلاتا ہے مددگار، کے لیے (Comforter) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔جس کے معنی ہیں '' تسکین بخشنے والا '' انگریزی لفظ (Comforter) ترجمہ ہے یونانی لفظ ''فرقلیطس '' کا جس کا ایک تلفظ'' فارقلیط'' بھی ہے یونانی میں یہ لفظ ہمیں دو طرح سے لکھا ہوا ملتا ہے (Paraclatus) اور (Periclytos) موخرالذکر لفظ کی معنی ہیں ''وہ ہستی جس کی تعریف اور توصیف کی گئی ہو ''

جس کا ہم لفظ لغت عرب میں ''محمد'' ہے اور یہ ''احمد'' کے معنی میں بھی آتا ہے اصل بائبل کا یونانی میں ترجمہ عبرانی یا آرامی (Aramie) سے کیا گیا تھا جو جناب مسیحؑ کے زمانہ میں فلسطین کی مروجہ زبان تھی۔ انجیل یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں خوشخبری اور بشارت۔

منحمنا

آرامی زبان میں اصل لفظ جو حضرت عیسیٰؑ نے اپنے بعد میں آنے والے جہانوں کے سردار کے لیے استعمال کیا تھا، جسے سن کر یوحنا نبی نے اسے اپنی انجیل، انجیل یوحنا میں نقل کیا،'' منحمنا '' ہے جس کا لغوی ترجمہ عربی میں ''محمد ﷺ اور '' احمد ﷺ ہے اور یونانی میں ''فرقلیطس'' (Periclytos) ہے جس کے تلفظ کا فائدہ اٹھا کر مذہبی تعصب نے اس میں معمولی سے تحریف کے ساتھ اس کو (Paracletus) بنادیا جو ایک کثیر المعنی لفظ ہے۔ جو رب کے حضور دعا کرنے والے، کے علاوہ ''نذیر'' ''مددگار'' اور تسکین بخشنے والا کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ بعض نے اس کا ترجمہ (Teacher) بھی کیا ہے۔

آرامی زبان میں مرقوم انجیل میں آپ ﷺ کا جو نام مبارک ''منحمنا '' یعنی ''محمد'' آیا ہے۔ اس کا سراغ ہمیں قرون اولیٰ کے اولیں مستند سیرت نگار ابن اسحٰق کی ''سیرۃ رسول اللہ'' سے بھی ملتا ہے (۷) ابن اسحٰق کا تعلق پہلی صدی ہجری سے ہے۔ جب کہ فلسطین میں آرامی زبان رائج تھی اور فلسطین مملکت اسلامی میں شامل تھا۔ اس لیے ظاہر ہے کہ نبی الخاتم کی بشارت جو حضرت عیسیٰ نے '' منحمنا '' کے نام سے دی تھی اس انجیل جو آرامی زبان مسیحؑ میں ہے کے حوالہ سے قلمبند کی۔ جس کا ذکر ابن ہشام نے بھی ابن اسحٰق کی سیرت رسول اللہ کی تہذیب میں کیا ہے جو سیرت ابن ہشام کے نام سے مشہور ہے انہوں نے یہ بھی بتلایا ہے کہ '' منحمنا'' کا عربی مترادف ''محمد'' ﷺ ہے۔

انجیل برنباس

اس کے علاوہ سولہویں صدی عیسوی میں ایک بہت بڑاانکشاف ہوا کہ اناجیل اربعہ کے علاوہ ایک اور انجیل بھی خود مسیحی دنیا کے عظیم روحانی پیشوا پوپ سقطس پنجم کی لائبریری میں محفوظ تھی جس کا نام ''انجیل برنباس'' ہے۔ اسی انجیل کا نسخہ ۱۷۰۹ ایمسٹرڈم کی مستند مسیحی لائبریری میں موجود ہے جس کے باب ۳۹، ۴۴، ۵۵، ۷۲، ۱۱۲، ۱۳۶، ۱۳۷، ۲۲۰ میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا اسم گرامی ''محمد رسول اللہ ''لفظاً اور صراحتاً موجود ہے۔

باب ۵۵ میں اور باب ۱۳۷ میں تو مکمل طور پر صرف آپ ﷺ ہی کا ذکر ہے انجیل برنباس نے عیسائی دنیا میں تہلکہ برپا کر دیا کیونکہ اس میں عیسائیوں کے ان مزعومہ عقائد کی جو تعلیمات مسیحؑ کے یکسر خلاف تھے تردید کی گئی ہے عیسائی علماء نے انجیل برنباس کی تردید میں پورا زور لگا یا لیکن وہ عقلی دلائل سے یہ ثابت نہ کر سکے کہ یہ جعلی انجیل ہے۔ ان کے اس الزام کے بارے میں کہ انجیل برنباس جعلی اور وضعی ہے انہوں نے جو موقف اختیار کیا ہے اس میں واضح اختلاف ہے کچھ کہتے ہیں کہ یہ یہودیوں کی سازش ہے اور کسی ایسے یہودی عالم کی تصنیف ہے جو عہد نامہ عتیق (Old Testament) کا متبحر عالم ہے کیونکہ اس میں تالمود کے وہ اقتباسات پیش کیے گئے جن سے صرف ایک یہودی عالم ہی واقف ہوسکتا ہے۔ بعض کا خیال ہے۔ کہ یہ انجیل عیسائی راہب فرامارینو نے لکھی ہے جسے عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید دونوں پر یکساں عبور ہے۔ لیکن اسلامی علوم کے بارے میں اس علم نسبتاً بہت کم ہے۔ بعض کا خیال میں یہ انجیل ہسپانوی مسلمان عالم نے قرون وسطیٰ کے آخری دور میں سپرد قلم کی ہے جو اسلامی دینیات کا بہت بڑا عالم تھا لیکن عیسائی علماء کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں کہ اگر یہ کسی مسلمان عالم دینیات کی تصنیف ہے تو پوپ گلاسیس اول کی عہد میں انجیل برنباس کا پڑھنا کس طرح ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ جب کہ اس وقت تو پیغمبر اسلام کی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی۔ پھر پیغمبر علیہ السلام کے عہد

رسالت سے قبل یہ مسلمان ہسپانوی عالم کہاں سے آ گیا؟ عیسائی راہبوں کی یا یہودی عالموں کی اسلام دشمنی سے کون واقف نہیں۔ اس لیے انجیل برنباس کو جو توحید کا علم دیتی ہے اور حضور ختم المرسلین ﷺ کی آمد کی خوشخبری سناتی ہے کسی عیسائی راہب یا یہودی عالم سے منسوب کرنا نہ قرین عقل ہے نہ قرین قیاس۔

بالفرض انجیل برنباس یا آرامی انجیل کی مندرج بشارت محمدی کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو یونانی، انگریزی اور اردو میں ترجمہ شدہ اناجیل کی پیشن گوئیوں کو یہ حضرات کیسے چھپائیں گے۔ جو صبح روشن کی طرح آپ ﷺ کی آمد کی بشارت دنیا کو دے رہی ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے بعد میں آنے والے پیغمبر آخرالزمان ﷺ کے لیے جو لفظ استعمال کیا تھا اس کے یونانی ترجمہ (فرقلیطس) کے جو معنی بھی لئے جائیں یعنی ''تسکین بخشنے والا'' ''حامی'' ''مددگار'' ''نذیر'' ''معلم'' ان سے مراد سوائے رسالت مآب ﷺ کے اور کون ہو سکتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس لفظ کے جتنے بھی معنی ہو سکتے ہیں ان سب کا مصداق صرف آپ ﷺ کی ذات گرامی ہے تو اس میں مبالغہ کا کوئی شائبہ نہیں بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لفظ آپ ﷺ کے اور صرف آپ ﷺ ہی کے لئے زبان روح القدس سے نکلا ہے اس لیے صحف سماوی میں ایسی ہی ہستی کو ''لائق تعریف'' یا ''محمدؐ'' کہا گیا ہے۔ جس کی ذات میں یہ ساری صفات موجود ہیں علمائے اہل کتاب اس حقیقت سے واقف تھے کہ محمدؐ وروحی لہ الفدا اہی خدا کے وہ سچے پیغمبر ہیں جن کی بشارت آسمانی کتب سابق میں دی گئی ہے۔ اس بارے میں قرآن کا یہ ارشاد موجود ہے جس کی صداقت پر تاریخ کے ہر دور نے گواہی دی ہے۔

'' **الذین اتینھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم.**

'' جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے۔ وہ اس کی سچائی کو ویسے ہی پہچان گئے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو جانتے پہچانتے ہیں ''۔

محمد اسماعیل قریشی صاحب (ایڈوکیٹ سپریم کورٹ)

و اِذ قال عیسی ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقالما بین یدیّ

من التورٰة و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه اَحمد .

ترجمہ: ۔ اور یاد کرہ عیسیٰ ابن مریمؑ کی وہ بات جواس نے کہی تھی۔ کہ ’’اے بنی اسرائیل! میں تمھاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، تصدیق کرنے والا ہوں اُس تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔

اس فقرے کے تین معنٰی ہیں اور تینوں صحیح ہیں:۔

ایک یہ کہ میں کوئی الگ اور نرالا دین نہیں لایا ہوں، بلکہ وہی دین لایا ہوں جو موسیٰ علیہ السلام لائے تھے میں تورات کی تردید کرتا ہوا نہیں آیا ہوں، بلکہ اس کی تصدیق کر رہا ہوں، جس طرح ہمیشہ سے خدا کے رسول اپنے سے پہلے آئے ہوئے رسولوں کی تصدیق کرتے رہے ہیں لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ تم میری رسالت کو تسلیم کرنے میں تأمّل کرو۔

دوسرے معنٰی یہ ہیں کہ میں اُن بشارتوں کا مِصداق ہوں جو میری آمد کے متعلق تورات میں موجود ہیں لہٰذا بجائے اِس کے کہ تم میری مخالفت کرو، تمھیں تو اِس بات کا خیر مقدم کرنا چاہیے کہ جس کے آنے کی خبر پچھلے انبیاء نے دی تھی وہ آ گیا۔

اور اِس فقرے کو بعد والے فقرے کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے تیسرا معنٰی یہ نکلتا ہے کہ میں اللہ کے رسول احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آمد کے متعلق تورات کی دی ہوئی بشارت کی تصدیق کرتا ہوں اور خود بھی اُن کے آنے کی بشارت دیتا ہوں۔ اس تیسرے معنٰی کے لحاظ سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اس قول کا اشارہ اُس بشارت کی طرف ہے جو رسول اللہ ﷺ کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے دی تھی۔ اُس میں وہ فرماتے ہیں:۔

خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے، یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی سننا۔ یہ تیری اُس درخواست کے مطابق ہوگا جو تُو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورِب میں کی تھی۔ کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی

بڑی آگ کا نظارہ ہو، تا کہ میں مر نہ جاؤں اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں۔ میں اُن کے لیے اُن ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُسے حکم دُوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔ اور جو میری اُن باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا، نہ سُنے تو میں اُن کا حساب اُس سے لوں گا (اِستثنا، باب ۱۸ آیات ۱۵ ۔ ۱۹)

یہ تورات کی صریح پیشین گوئی ہے جو محمد ﷺ کے سوا کسی اور پر چسپاں نہیں ہوسکتی۔ اس میں حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا رہے ہیں کہ میں تیرے لیے تیرے بھائیوں میں سے ایک نبی برپا کروں گا۔ ظاہر ہے کہ ایک قوم کے ''بھائیوں'' سے مراد خود اُسی قوم کا کوئی قبیلہ یا خاندان نہیں ہوسکتا۔ بلکہ کوئی دوسری ایسی قوم ہی ہوسکتی ہے جس کے ساتھ اُس کا قریبی نسلی رشتہ ہو۔ اگر مراد خود بنی اسرائیل میں سے کسی نبی کی آمد ہوتی تو الفاظ یہ ہوتے کہ ''میں تمھارے لیے خود تم ہی میں سے ایک نبی برپا کروں گا'' لہٰذا ''بنی اسرائیل کے بھائیوں'' سے مراد لامحالہ بنی اسماعیل ہی ہوسکتے ہیں جو حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہونے کے بنا پر اُن کے نسبی رشتہ دار ہیں مزید برآن اس پیشینگوئی کا مصداق بنی اسرائیل کا کوئی نبی اس وجہ سے بھی نہیں ہوسکتا کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل میں کوئی ایک نبی نہیں۔ بہت سارے نبی آئے ہیں، جن کے ذکر سے بائبل بھری پڑی ہے۔

دوسری اِس بشارت میں یہ فرمائی گئی ہے کہ جو نبی برپا کیا جائے گا۔ وہ حضرت موسیٰؑ کے مانند ہوگا۔ اس سے مراد ظاہر ہے کہ شکل صورت یا حالاتِ زندگی میں مشابہ ہونا تو نہیں ہے۔ کیونکہ اس لحاظ سے کوئی فرد بھی کسی دوسرے فرد کے مانند نہیں ہوا کرتا۔ اور اس سے مراد محض وصفِ نبوت میں مماثلت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ وصفِ اُن تمام انبیاؑ میں مشترک ہے جو حضرت موسیٰؑ کے بعد آئے ہیں۔ اس لیے کسی ایک نبی کی یہ خصوصیت نہیں ہوسکتی کہ وہ اِس وصف میں اُن کے مانند ہو۔ پس ان دونوں پہلوؤں سے مشابہت کے خارج از بحث ہوجانے کے بعد کوئی اور وجہ مماثلت، جس کی بنا پر آنے والے ایک نبی کی تخصیص قابل فہم ہو، اِس کے سِوا نہیں ہوسکتی کہ وہ نبی ایک مستقل شریعت لانے کے اعتبار

سے حضرت موسیٰؑ کے مانند ہو، اور یہ خصوصیت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ آپؐ سے پہلے بنی اسرائیل میں جو نبی بھی آئے تھے۔ وہ شریعت موسوی کے پَیرو تھے۔ ان میں سے کوئی بھی ایک مستقل شریعت لے کر نہ آیا تھا۔

اس تعبیر کو مزید تقویت پیشین گوئی کے ان الفاظ سے ملتی ہے کہ ''یہ تیری (یعنی بنی اسرائیل کی) اُس درخواست کے مطابق ہوگا۔ جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی۔ کہ مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں۔ میں اُن کے لیے اُن ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا''۔ اس عبارت میں حورِب سے مُراد وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلی مرتبہ احکامِ شریعت دیے گئے تھے۔ اور بنی اسرائیل کی جس درخواست کا اس میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ اگر کوئی شریعت ہم کو دی جائے تو اُن خوفناک حالات میں نہ دی جائے جو حورب پہاڑ کے دامن میں شریعت دیتے وقت پیدا کیے گئے تھے۔ اُن حالات کا ذکر قرآن میں بھی موجود ہے۔ اور بائبل میں بھی (مُلاحظہ ہو: البقرہ آیات ۵۵۔ ۵۶۔ ۶۳۔ الاعراف آیات ۱۵۵ ۱۷۱، بائبل، کتاب خُروج ۱۹: ۱۷۔ ۱۸) اس کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری یہ درخواست قبول کر لی ہے۔ اُس کا ارشاد ہے کہ میں اُن کے لیے ایک ایسا نبی برپا کروں گا جس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا۔ یعنی آئندہ شریعت دینے کے وقت وہ خوفناک حالات پیدا نہ کیے جائیں گے جو حورب پہاڑ کے دامن میں پیدا کیے گئے تھے۔ بلکہ اب جو نبی اس منصب پر مامور کیا جائے گا اُس کے منہ میں بس اللہ کا کلام ڈال دیا جائے گا۔ اور وہ اسے خلقِ خدا کو سنا دے گا۔ اس تصریح پر غور کرنے کے بعد کیا اس امر میں کسی شبہے کی گنجائش رہ جاتی ہے۔ کہ محمد ﷺ کے سوا اِس کا مِصداق کوئی اور نہیں ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مستقل شریعت صرف آپ ہی کو دی گئی۔ اُس کے عطا کرنے کے وقت کوئی ایسا مجمع نہیں ہوا جیسا حورِب پہاڑ کے دامن میں بنی اسرائیل کا ہوا تھا۔ اور کسی

وقت بھی احکام شریعت دینے کے موقع پر وہ حالات پیدا نہیں کیے گئے جو وہاں پیدا کیے گئے تھے۔

ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ اَحمد۔ یہ قرآن کی ایک بڑی اہم آیت ہے جس پر مخالفینِ اسلام کی طرف سے لے دے بھی کی گئی ہے اور بدترین خیانتِ مُجرمانہ سے بھی کام لیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا صاف صاف نام لے کر آپؐ کی آمد کی بشارت دی تھی۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس پر تفصیل کے ساتھ بحث کی جائے۔

ا۔ اس میں نبی کریم ﷺ کا اسمِ گرامی ''احمد'' بتایا گیا ہے ۔احمد کے دو معنٰی ہیں: ایک، وہ شخص جو اللہ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا ہو۔ دوسرے، وہ شخص جس کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی ہو۔ یا جو بندوں میں سب سے زیادہ قابلِ تعریف ہو۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ یہ بھی حضورؐ کا ایک نام تھا۔ مسلم اور ابوداؤد طیالسی میں حضرت ابوموسیٰ اَشعریؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: انا محمد وانا احمد والحاشر ''میں محمد ہوں میں احمد ہوں میں حاشر ہوں۔۔۔'' اِسی مضمون کی روایات حضرت جُبیر بن مطعم سے امام مالک، بخاری، مُسلم، دارمی، ترِمذی اورنسائی نے نقل کی ہیں۔حضورؐ کا اسمِ گرامی صحابہؓ میں معروف تھا۔ چنانچہ حضرت حسانؓ بن ثابت کا شعر ہے:

صلی الا لہ و من یحف بعرشہ والطیبون علی المبارک احمد

'' اللہ نے اور اس کے عرش کے گرد جمگھٹا لگائے ہوئے فرشتوں نے اور سب پاکیزہ ہستیوں نے بابرکت احمد پر دُرود بھیجا ہے''۔

تاریخ سے بھی یہ ثابت ہے کہ حضور ﷺ کا نامِ مبارک صرف محمدؐ ہی نہ تھا۔ بلکہ احمد بھی تھا۔

عرب کا پُورا لٹریچر اِس بات سے خالی ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے کسی کا نام احمد رکھا گیا ہو۔ اور حضورؐ کے بعد احمد اور غلام احمد اتنے لوگوں کے نام رکھے گئے ہیں جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اس سے بڑھ کر اس بات کا کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ زمانۂ نبوت سے لے کر آج تک تمام اُمّت میں آپؐ کا یہ اسمِ گرامی معلوم ومعروف رہا ہے۔ اگر حضورؐ کا یہ اسمِ گرامی نہ ہوتا۔ تو اپنے بچّوں کے نام غلام احمد رکھنے والوں

نے آخر کس احمد کا غلام اُن کو قرار دیا تھا؟

۲۔ انجیل یُوحنّا اس بات پر گواہ ہے کہ مسیحؑ کی آمد کے زمانے میں بنی اسرائیل تین شخصیتوں کے منتظر تھے:

ایک مسیح ، دوسرے ایلیّاہ (یعنی الیاسؑ کی آمدِ ثانی) اور تیسرے ''وہ نبی''

انجیل کے الفاظ یہ ہیں:

'' اور یُوحنّا (حضرت یحییٰ علیہ السلام) کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوِی یہ پوچھنے کو اُس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے، تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا، بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ اُنھوں نے اس سے پوچھا: پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیّاہ ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں پس اُنہوں نے اُس سے کہا: پھر تو کون ہے؟۔۔۔اس نے کہا میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا۔ بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو۔۔۔اُنھوں نے اس سے یہ سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے۔ نہ ایلیّاہ، نہ وہ نبی، تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟''

(باب، آیات ۱۹۔ ۲۵)

یہ الفاظ اس بات پر صریح دلالت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل حضرت مسیحؑ اور حضرت الیاسؑ کے علاوہ ایک اور نبی کے بھی منتظر تھے۔ اور وہ حضرت یحییٰؑ نہ تھے۔ اُس نبی کی آمد کا عقیدہ بنی اسرائیل کے ہاں اِس قدر مشہور و معروف تھا کہ ''وہ نبی'' کہہ دینا گویا اس کی طرف اشارہ کرنے کے لیے بالکل کافی تھا، یہ کہنے کی ضرورت بھی نہ تھی کہ ''جس کی خبر تورات میں دی گئی ہے۔'' مزید برآں اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس نبی کی طرف وہ اشارہ کر رہے تھے اس کا آنا قطعی طور پر ثابت تھا، کیونکہ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام سے یہ سوالات کیے گئے تو اُنھوں نے یہ نہیں کہا کہ کوئی اور نبی آنے والا نہیں ہے، تم کس نبی کے متعلق پوچھ رہے ہو؟

۳۔ اب وہ پیشین گوئیاں دیکھیے جو انجیل یوحنّا میں مسلسل باب ۱۴ سے ۱۶ تک منقول ہوئی ہیں:

''اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمھیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ اَبد تک تمھارے ساتھ رہے یعنی روحِ حق جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی، کیونکہ نہ اُسے دیکھتی ہے اور نہ جانتی ہے تم اسے جانتے ہو، کیونکہ وہ تمھارے ساتھ رہتا ہے اور تمھارے اندر رہو گا۔'' (۱۴: ۱۶۔ ۱۷)

'' میں نے یہ باتیں تمھارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں۔ لیکن مددگار یعنی روح القُدس، جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا، وہی تمھیں باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے، وہ سب تمھیں یاد دلائے گا۔'' (۱۴۔ ۲۵۔ ۲۶)

''اِس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔'' (۱۴۔ ۳۰)

''لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمھارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا۔ یعنی روحِ حق جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا۔''(۱۵ ۔ ۲۶)

لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمھارے لیے فائدہ مند ہے، کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمھارے پاس نہ آئے گا، لیکن اگر جاؤں اُسے تمھارے پاس بھیج دوں گا۔ '' (۱۶ ۔ ۷)

مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے، مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روحِ حق آئے گا تو تم کو تمام سچّائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سُنے گا وہی کہے گا اور تمھیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ وہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔ اس لیے کہ مجھ ہی سے حاصل کر کے تمھیں خبریں دے گا۔ جو کچھ باپ کا ہے وہ سب میرا ہے۔ اس لیے میں نے کہا کہ وہ مجھ ہی سے حاصل کرتا ہے اور تمھیں خبریں دے گا۔'' (۱۶ : ۱۲۔ ۱۵)

۴۔ ان عبارتوں کے معنٰی متعیّن کرنے کے لیے سب سے پہلے تو یہ جاننا ضروری ہے کہ مسیحؑ علیہ السلام اور اُن کے ہم عصر اہلِ فلسطین کی عام زبان آرامی زبان کی وہ بولی تھی جسے سُریانی (Syriac) کہا جاتا ہے مسیحؑ کی پیدائش سے دوڈھائی سو برس پہلے سَلُوقی (Seleucide)

اقتدار کے زمانے میں اِس علاقے سے عبرانی رخصت ہوچکی تھی اور سُریانی نے اس کی جگہ لے لی تھی ۔اگرچہ سلوقی اور پھر رومی سلطنتوں کے اثر سے سے یونانی زبان بھی اس علاقے میں پہنچ گئی تھی فلسطین کے عام لوگ سُریانی کی ایک خاص بولی (dialect) استعمال کرتے تھے جس کے لہجے اور تلفّظات اورمحاورات دمشق کے علاقے میں بولی جانے والی سُریانی سے مختلف تھے۔اوراس ملک کے عوام یونانی سے اس قدرناواقف تھے کہ جب ۷۰ء میں یروشلم پر قبضہ کرنے کرنے کے بعد رومی جنرل ٹیٹُس (Titus) نے اہلِ یروشلم کو یونانی میں خطاب کیا تو کچھ کہا تھا، وہ لامحالہ سُریانی زبان ہی میں ہوگا۔

دوسری بات یہ جاننی ضروری ہے کہ بائبل کی چاروں انجیلیں اُن یونانی بولنے والے عیسائیوں کی لکھی ہوئی ہیں۔ جوحضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اِس مذہب میں داخل ہوئے تھے۔اُن تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال و اعمال کی تفصیلات سُریانی بولنے والے عیسائیوں کے ذریعے سے کسی تحریری صورت میں نہیں بلکہ زبانی رِوایات کی شکل میں پہنچی تھیں اور اِن سُریانی روایات کوانھوں نے اپنی زبان میں ترجمہ کرکے درج کیا تھا۔ان میں سے کوئی انجیل بھی ۷۰ء سے پہلے کی لکھی ہوئی نہیں ہے اور انجیل یُوحنّا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک صدی بعد غالبًا ایشیائے کوچک کے شہر اِفُسس میں لکھی گئی ہے۔مزید یہ کہ انجیلوں کا بھی کوئی اصل نسخہ اُس یونانی زبان میں محفوظ نہیں ہے جس میں ابتداءً یہ لکھی گئی تھیں۔مطبع کی ایجاد سے پہلے کے جتنے یونانی مُسودات جگہ جگہ سے تلاش کرکے جمع کیے گئے ہیں۔ان میں سے کوئی بھی چوتھی صدی سے پہلے کا نہیں ہے۔اس لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ تین صدیوں کے دوران میں ان کے اندر کیا کچھ ردّوبدل ہوئے ہوں گے اس معاملے کو جو چیز خاص طور پر مشتبہ بنادیتی ہے۔وہ یہ ہے کہ عیسائی اپنی انجیلوں میں اپنی پسند کے مطابق دانستہ تغیّر و تبدُّل کرنے کو بالکل جائز سمجھتے رہے ہیں انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (ایڈیشن ۱۹۴۶ء) کے مضمون ''بائبل'' کا مصنف لکھتا ہے۔

'' اناجیل میں ایسے نمایاں تغیّرات دانستہ کیے گئے ہیں، جیسے مثلاً بعض پوری پوری عبارتوں کو کسی دوسرے ماخذ سے لے کر کتاب میں شامل کردینا۔۔ ۔یہ تغیّرات صریحاً کچھ ایسے لوگوں نے بالقصد

کیے ہیں۔ جنھیں اصل کتاب کے اندر شامل کرنے کے لیے کہیں سے کوئی مواد مل گیا، اور وہ اپنے آپ کو اِس کا مجاز سمجھتے رہے کہ کتاب کو بہتر یا زیادہ مفید بنانے کے لیے اُس کے اندر اپنی طرف سے اس مواد کا اضافہ کر دیں۔ بہت سے اضافے دوسری صدی ہی میں ہو گئے تھے۔ اور کچھ نہیں معلوم کہ ان کا ماخذ کیا تھا۔''

اس صورت حال میں قطعی طور پر یہ کہنا مشکل ہے کہ انجیلوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو اقوال ہمیں ملتے ہیں وہ بالکل ٹھیک ٹھیک نقل ہوئے ہیں اور ان کے اندر کوئی ردّ و بدل نہیں ہوا ہے۔

تیسری اور نہایت اہم بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی فتح کے بعد بھی تقریباً تین صدیوں تک فلسطین کے عیسائی باشندوں کی زبان سُریانی رہی۔ اور کہیں نویں صدی عیسوی میں جا کر عربی زبان نے اس کی جگہ لی۔ ان سُریانی بولنے والے اہلِ فلسطین کے ذریعے سے عیسائی روایات کے متعلق جو معلومات ابتدائی تین صدیوں کے مسلمان علماء کو حاصل ہوئیں وہ اُن لوگوں کی معلومات کی بہ نسبت زیادہ معتبر ہونی چاہییں جنھیں سُریانی سے یونانی اور پھر یونانی سے لاطینی زبانوں میں ترجمہ در ترجمہ ہو کر یہ معلومات پہنچیں۔

کیونکہ مسیحؑ کی زبان سے نکلے ہوئے اصل سُریانی الفاظ اُن کے ہاں محفوظ رہنے کے زیادہ امکانات تھے۔

۵۔ ان نا قابلِ انکار حقائق کو نگاہ میں رکھ کر دیکھیے کہ انجیلِ یُوحنّا کی مذکورۂ بالا عبارات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے بعد ایک آنے والے کی خبر دے رہے ہیں۔ جس کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ وہ ''دنیا کا سردار'' (سرورِ عالم) ہوگا ''اَبد تک'' رہے گا، ''سچّائی کے تمام راہیں دکھائے گا'' اور خود اُن کی (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی) گواہی دے گا'' یُوحنّا کی ان عبارتوں میں ''رُوح القُدس اور سچّائی کی روح'' وغیرہ۔ الفاظ شامل کر کے

مدعا کو خبط کرنے کی پُوری کوشش کی گئی ہے مگر اس کے باوجود ان سب عبارتوں کو اگر غور سے پڑھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس آنے والے کی خبر دی گئی ہے وہ کوئی رُوح نہیں بلکہ کوئی انسان اور خاص شخص ہے جس کی تعلیم عالمگیر، ہمہ گیر، اور قیامت تک باقی رہنے والی ہوگی۔ اُس شخصِ خاص کے لیے اُردو ترجمے میں ''مددگار کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اور یوحنّا کی اصل انجیل میں یونانی زبان کا

جولفظ استعمال کیا گیا تھا اس کے بارے میں عیسائیوں کو اصرار ہے کہ وہ Paraceletus تھا مگر اُس کے معنٰی متعیّن کرنے میں خود عیسائی علما کو سخت زحمت پیش آئی ہے۔ اصل یونانی زبان میں Paraclete کے کئی معنٰی ہیں: کسی جگہ کی طرف بُلانا، مدد کے لیے پکارنا، اِنذار و تنبیہ، ترغیب، اکسانا، التجا کرنا، دعا مانگنا۔ پھر یہ لفظ ہی مفہوم میں یہ معنی دیتا ہے: تسلّی دینا، تسکین بخشنا، ہمت افزائی کرنا۔ بائبل میں اس لفظ کو جہاں جہاں استعمال کیا گیا ہے۔ ان سب مقامات پر اس کے کوئی معنٰی بھی ٹھیک نہیں بنتا۔ اور اُرِجن (Origen) نے کہیں اس کا ترجمہ consolator کیا ہے اور کہیں deprecator ۔ مگر دوسرے مفسرین نے ان دونوں ترجموں کو ردّ کر دیے ہیں۔ کیونکہ اوّل تو یہ یونانی گرامر کے لحاظ سے صحیح نہیں ہیں۔ دوسرے تمام عبارتوں میں جہاں یہ لفظ آیا ہے، یہ معنٰی نہیں چلتی ۔ بعض اور مترجمین نے اس کا ترجمہ teacher

کیا ہے۔ مگر یونانی زبان کے استعمالات سے یہ معنٰی بھی اخذ نہیں کیے جا سکتے۔ ترتولیان اور آگسٹائن نے لفظ advocate کو ترجیح دی ہے اور بعض اور لوگوں نے assistant اور comforter اور consoler وغیرہ الفاظ اختیار کیے ہیں

(مُلاحظہ ہو: سائیکلوپیڈیا آف ببلیکل لٹریچر، لفظ ''پیریکلیٹس''

اب دلچسپ بات یہ ہے کہ یونانی زبان ہی میں ایک دوسرا لفظ Periclytos موجود ہے جس کے معنی ہیں: '' تعریف کیا ہوا''۔ یہ لفظ بالکل ''محمدؐ'' کا ہم معنٰی ہے اور تلفظ میں اس کے اور Paracletus کے درمیان بڑی مشابہت پائی جاتی ہے۔ کیا بعید ہے کہ جو مسیحی حضرات اپنی مذہبی کتابوں میں اپنی مرضی اور پسند کے مطابق بے تکلّف ردّ و بدل کر لینے کے خوگر رہے ہیں، انھوں نے یوحنّا کی نقل کردہ پیشین گوئی کے اس لفظ کو اپنے عقیدے کے خلاف پڑتا دیکھ کر اس کے اِملا میں یہ ذرا سا تغیّر کر دیا ہو۔ اس کی پڑتال کرنے کے لیے یوحنّا کی لکھی ہوئی ابتدائی یونانی انجیل بھی کہیں موجود نہیں ہے۔ جس سے یہ تحقیق کیا جا سکے کہ وہاں ان دونوں الفاظ میں سے دراصل کون سا لفظ استعمال کیا گیا تھا۔

۷۔لیکن فیصلہ اس پر بھی موقوف نہیں ہے کہ یوحنّا نے یونانی زبان میں دراصل کون سا لفظ لکھا تھا کیونکہ بہرحال وہ بھی ترجمہ ہی تھا۔اور حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان ، جیسا کہ اُوپر ہم بیان کر چکے ہیں۔ فلسطین سُریانی تھی۔اس لیے انھوں نے اپنی بشارت میں جو الفاظ استعمال کیا ہوگا۔وہ لامحالہ کوئی سُریانی لفظ ہی ہونا چاہیے۔خوش قسمتی سے وہ اصل سُریانی لفظ ہمیں ابن ہشام کی سیرت میں مل جاتا ہے۔اور ساتھ ساتھ یہ بھی اس کتاب میں معلوم ہوجاتا ہے کہ اس کا ہم معنٰی یونانی لفظ کیا ہے۔محمد بن اسحاقؒ کے حوالے سے ابن ہشامؒ نے یُحَنَّسَ (یوحنّا) کی انجیل کے باب ۱۵، آیات ۲۳ تا ۲۷ اور باب ۱۶ آیت کا پورا ترجمہ نقل کیا ہے۔اور اس میں یونانی ''فارقلیط'' کے بجائے سُریانی زبان لفظ مُنحمنّا استعمال کیا گیا ہے پھر ابن اسحاقؒ یا ابن ہشامؒ نے اس کی تشریح یہ کی ہے کہ ''مُنحمنّا کے معنی سُریانی میں محمد اور یونانی میں برقلیطس ہیں (ابنِ ہشام جلد اوّل ص ۲۴۸)

اب دیکھئے کہ تاریخی طور پر فلسطین کے عام عیسائی باشندوں کی زبان نویں صدی عیسوی تک سُریانی تھی۔یہ علاقہ ساتویں صدی کے نصفِ اوّل سے اسلامی مقبوضات میں شامل تھا ابنِ اسحاقؒ نے ۷۶۸ء میں اور ابن ہشام نے ۸۲۸ میں وفات پائی ہے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ ان دونوں کے زمانے میں فلسطینی عیسائی سُریانی بولتے تھے۔ اور ان دونوں کے لیے اپنے مل کی عیسائی سے ربط پیدا کرنا کچھ بھی مشکل نہ تھا۔کہ سُریانی کے کس لفظ کا ہم معنی یونانی زبان کا کون سا لفظ ہے اب اگر ابن اسحاق کے نقل کردہ ترجمے میں سُریانی لفظ مُنحمنّا استعمال ہوا ہے،اور ابنِ اسحاق یا ابنِ ہشام نے اس کی تشریح یہ کی ہے کہ عربی میں ہم معنی لفظ ''محمدؐ'' اور یونانی میں ''برقلیطُس'' ہے،تو اس امر میں کسی شک کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ حضرت عیسٰیؑ نے حضورؐ کا نامِ مبارک لے کر آپؐ ہی کے اندر آنے کی بشارت دی تھی۔اور ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے۔کہ یوحنّا کی یونانی انجیل میں دراصل لفظ Periclytos استعمال ہوا تھا۔جسے عیسائی حضرات نے بعد میں کسی وقت Paracletus سے بدل دیا۔

۸۔ اس سے بھی قدیم تر تاریخی شہادت حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی یہ روایت ہے کہ مہاجرین

حبشہ کو جب نجاشی نے اپنے دربار میں بُلایا ،اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیمات سُنیں تو اُس نے کہا: مرحباً بکم وبمن جئتم من عندہ اشھدُ انّہ رسول اللہ و انہ الّذی نَجِدُ فی الانجیل وانہ الّذی بشّر بہ عیسی بنُ مریَم (مسند احمد) مرحبا تم کو اور اُس ہستی کو جس کے ہاں سے تم آئے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہی ہیں جن کا ذکر ہم انجیل میں پاتے ہیں اور وہی ہیں جن کی بشارت عیسٰی ابنِ مریم نے دی تھی۔'' یہ قصہ احادیث میں خود حضرت جعفرؓ اور حضرت اُمِّ سلمہؓ سے بھی منقول ہوا ہے۔اس سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ ساتویں صدی کے آغاز میں نجاشی کو یہ معلوم تھا۔ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام ایک نبی کی پیشین گوئی کر گئے ہیں بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اُس نبی کی ایسی صاف نشان دہی انجیل میں موجود تھی۔جس کی وجہ سے نجاشی کو یہ رائے قائم کرنے میں کوئی تامّل نہ ہوا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم ہی وہ نبی ہیں البتہ اِس روایت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی اس بشارت کے متعلق نجاشی کا ذریعہ معلومات یہی انجیل یُوحنّا تھی یا کوئی اور ذریعہ بھی اس کو جاننے کا اُس وقت موجود تھا۔

۹۔ حقیقت یہ ہے کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے بارے میں حضرت عیسٰیؑ کی پیشین گوئیوں کو نہیں۔خود حضرت عیسٰیؑ کے اپنے صحیح حالات اور آپ کی اصل تعلیمات کو جاننے کا بھی معتبر ذریعہ وہ چار انجیلیں نہیں ہیں جن کو مسیحی کلیسا نے معتبر اناجیل (Canonical Gospels) قرار دے رکھا ہے۔ بلکہ اس کا زیادہ قابل اعتماد ذریعہ وہ انجیل برناباس ہے۔ جسے کلیسا غیر قانونی اور مشکوک الصّحت (aporyphal) کہتا ہے عیسائیوں نے اسے چھپانے کا بڑا اہتمام کیا ہے۔ صدیوں تک یہ دنیا سے ناپید رہی ہے۔سوھویں صدی میں اس کی اطالوی ترجمے کا صرف ایک نسخہ پوپ سکسٹس (Sixtus) کے کُتُب خانے میں پایا جاتا تھا اور کسی کو اس کے پڑھنے کی اجازت نہ تھی اٹھارویں صدی کے آغاز میں وہ شخص جان ٹولینڈ کے ہاتھ لگا۔ پھر مختلف ہاتھوں میں گشت کرتا ہوا ۱۷۳۸ء میں ویانا کی امپیریل لائبریری میں پہنچ گیا۔ ۱۹۰۷ء میں اسی نسخے کا انگریزی ترجمہ آکسفورڈ

کے کلیرنڈن پریس سے شائع ہو گیا تھا۔ مگر غالباً اس کی اشاعت کے بعد فوراً عیسائی دنیا میں یہ احساس پیدا ہو گیا کہ یہ کتاب تو اُس مذہب کی جڑ ہی کاٹے دے رہی ہے۔ جسے حضرت عیسیٰؑ کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اس لیے اس کے مطبوعہ نسخے کسی خاص تدبیر سے غائب کر دیے گئے اور پھر کبھی اس کی اشاعت کی نوبت نہ آسکی۔ دوسرا ایک نسخہ اِسی اطالوی ترجمے سے اسپینی زبان میں منتقل کیا ہوا اٹھارویں صدی میں پایا جاتا ہے۔ جس کا ذکر جارج سیل نے اپنے انگریزی ترجمۂ قرآن کے مُقدِّمے میں کیا ہے۔ مگر وہ بھی کہیں غائب کر دیا گیا۔ اور آج اس کا بھی کہیں پتا نشان نہیں ملتا۔ مجھے آکسفورڈ سے شائع شدہ انگریزی ترجمے کی ایک فوٹو اسٹیٹ کاپی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور میں نے اسے لفظ بلفظ پڑھا ہے۔ میرا احساس یہ ہے کہ یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے جس سے عیسائیوں نے محض تعصُّب اور ضد کی بناپر اپنے آپ کو محروم کر رکھا ہے۔

مسیحی لٹریچر میں اس انجیل کا جہاں کہیں ذکر آتا ہے اسے یہ کہہ کر ردّ کر دیا جاتا ہے۔ کہ یہ ایک جعلی انجیل ہے جسے شاید کسی مسلمان نے تصنیف کر کے برناباس کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ لیکن یہ ایک بہت بڑا جھوٹ ہے۔ جو صرف اس بناپر بول دیا گیا کہ اس میں جگہ جگہ بصراحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشین گوئیاں ملتی ہیں اوّل تو اس انجیل کو پڑھنے ہی سے صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ یہ کتاب کسی مسلمان کی تصنیف کردہ نہیں ہو سکتی۔ دوسری اگر یہ کسی مسلمان نے لکھی ہوتی تو مسلمانوں میں یہ کثرت سے پھیلی ہوئی ہوتی اور علمائے اسلام کی تصنیفات میں بکثرت اس کا ذکر پایا جاتا۔ مگر یہاں صورتِ حال یہ ہے۔ کہ جارج سیل کے انگریزی مقدّمہ قرآن سے پہلے مسلمانوں کو سرے سے اس کے وجود کا علم نہ تھا۔ طَبری، یعقوبی، مسعودی، البیرونی، ابنِ حَزم اور دوسرے مصنّفین، جو مسلمانوں میں مسیحی لٹریچر پر وسیع اطلاع رکھنے والے تھے۔ ان میں سے کسی کے ہاں بھی مسیحی مذہب پر بحث کرتے ہوئے انجیل برناباس کی طرف اشارہ تک نہیں ملتا۔ دنیائے اسلام کے کُتُب خانوں میں جو کتابیں پائی جاتی تھیں۔ ان کی بہترین فہرستیں ابنِ ندیم کی الفہرست اور حاجی خلیفہ کی کَشفُ الظُّنون

ہیں۔اور وہ بھی اس کے ذکر سے خالی ہیں۔انیسویں صدی سے پہلے کسی مسلمان عالم نے انجیل برناباس کا نام تک نہیں لیا ہے۔تیسری اور سب سے بڑی دلیل اس بات کے جھوٹ ہونے کی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے بھی ۷۵ سال پہلے پوپ گلاسیَس اوّل (Gelasius) کے زمانے میں بدعقیدہ اور گمراہ کُن (heretical) کتابوں کی جو فہرست مرتّب کی گئی تھی۔اور ایک فتوے کے ذریعے سے جن کا پڑھنا ممنوع کردیا گیا تھا، اُن میں انجیل برناباس (Evangelium Barnabe) بھی شامل تھی۔سوال یہ ہے کہ اُس وقت کونسا مسلمان تھا جس نے یہ جعلی انجیل تیار کی تھی؟ یہ بات تو خود عیسائی علماء نے تسلیم کی ہے۔کہ شام، اسپین، مصر وغیرہ ممالک کے ابتدائی مسیحی کلیسا میں ایک مدّت تک برناباس کی انجیل رائج رہی ہے اور چھٹی صدی میں اسے ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

۱۰۔ قبل اس کے کہ اِس انجیل سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بشارتیں نقل کی جائیں اس کا مختصر تعارف کرادینا ضروری ہے۔تاکہ اس کی اہمیت معلوم ہوجائے۔اور یہ بھی سمجھ میں آجائے کہ عیسائی حضرات اس سے اتنے ناراض کیوں ہیں۔

بائبل میں جو چار انجیلیں قانونی اور معتبر قرار دے کر شامل کی گئی ہیں، ان میں سے کسی کا لکھنے والا بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کا صحابی نہ تھا۔اور اُن میں سے کسی نے یہ دعویٰ بھی نہیں کیا ہے کہ اس نے آنحضرتؑ کے صحابیوں سے حاصل کردہ معلومات اپنی انجیل میں درج کی ہیں۔جن ذرائع سے ان لوگوں نے معلومات حاصل کی ہیں۔ان کا کوئی حوالہ انھوں نے نہیں دیا ہے۔جس سے یہ پتا چل سکے کہ راوی نے آیا خود وہ واقعات دیکھے اور وہ اقوال سُنے ہیں جنھیں وہ بیان کررہا ہے۔یا ایک یا چند واسطوں سے یہ باتیں اسے پہنچی ہیں۔ بخلاف اس کے انجیلِ برناباس کا مصنف کہتا ہے کہ میں مسیحؑ کے اوّلین بارہ حواریوں میں سے ایک ہوں ۔شروع سے آخر وقت تک مسیحؑ کے ساتھ رہا ہوں۔اور اپنی آنکھوں دیکھے واقعات اور کانوں سُنے اقوال اس کتاب میں درج کررہا ہوں۔یہی نہیں بلکہ کتاب کے آخر میں وہ کہتا ہے کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت حضرت مسیحؑ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میرے متعلّق جو غلط فہمیاں

لوگوں میں پھیل گئی ہیں، ان کو صاف کرنا اور صحیح حالات دنیا کے سامنے لانا تیری ذمہ داری ہے۔

یہ برناباس کون تھا؟ بائبل کی کتابِ اعمال میں بڑی کثرت سے اِس نام کے ایک شخص کا ذکر آتا ہے جو قُبرُص کے ایک یہودی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ مسیحیّت کی تبلیغ اور پیروانِ مسیح کی مدد اعانت کے سلسلے میں اس کی خدمات کی بڑی تعریف کی گئی ہے۔ مگر کہیں یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ وہ کب دینِ مسیحؑ میں داخل ہوا۔ اور ابتدائی بارہ حواریوں کی جو فہرست تین انجیلوں میں دی گئی ہے۔ اس میں بھی کہیں اس کا نام درج نہیں ہے۔ اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس انجیل کا مصنّف وہی برناباس ہے یا کوئی اور۔ متّی اور مَرقُس نے حواریوں (Apostles) کی جو فہرست دی ہے، برناباس کی دی ہوئی فہرست اس سے صرف دو ناموں میں مختلف ہے۔ ایک تُوما، جس کے بجائے برناباس خود اپنا نام دے رہا ہے۔ دوسرا شمعون قنائی، جس کی جگہ وہ یہوداہ بن یعقوب کا نام لیتا ہے۔ لُوقا کی انجیل میں یہ دوسرا نام بھی موجود ہے اس لیے یہ قیاس کرنا صحیح ہوگا کہ بعد میں کسی وقت صرف برناباس کو حواریوں سے خارج کرنے کے لیے تُوما کا نام داخل کیا گیا ہے۔ تا کہ اُس کی انجیل سے پیچھا چھڑایا جا سکے۔ اور اس طرح کے تغیّرات اپنی مذہبی کتابوں میں کر لینا ان حضرات کے ہاں کوئی ناجائز کام نہیں رہا ہے۔

اس انجیل کو اگر کوئی شخص تعصب کے بغیر کھلی آنکھوں سے پڑھے اور نئے عہد نامے کی چاروں انجیلوں سے اس کا مقابلہ کرے۔ تو وہ یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ یہ اُن چاروں سے بدرجہا برتر ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ اور اس طرح بیان ہوئے ہیں جیسے کوئی شخص فی الواقع وہاں سب کچھ دیکھ رہا تھا اور ان واقعات میں خود شریک تھا۔ چاروں انجیلوں کی بے ربط داستانوں کے مقابلے میں یہ تاریخی بیان زیادہ مربوط بھی ہے اور اس سے سلسلۂ واقعات بھی زیادہ اچھی طرح سمجھ میں آتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات اس میں چاروں انجیلوں کی بہ نسبت زیادہ واضح اور مفصّل اور مؤثّر طریقے سے بیان ہوئی ہیں توحید کی تعلیم، شرک کی تردید، صفاتِ باری تعالیٰ، عبادات کی رُوح اور اَخلاقِ فاضلہ کے مضامین اس میں بڑے ہی پُرزور اور مدلّل

اور مفصّل ہیں۔ جن سبق آموز تمثیلات کے پیرایے میں مسیحؑ یہ مضامین بیان کیے ہیں ان کا عُشرِ عشیر بھی چاروں انجیلوں میں نہیں پایا جاتا۔ اس سے یہ بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنجناب اپنے شاگردوں کی تعلیم و تربیت کس حکیمانہ طریقے سے فرماتے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کی زبان، طرزِ بیان اور طبیعت و مزاج سے کوئی شخص اگر کچھ بھی آشنا ہو تو وہ اس انجیل کو پڑھ کر یہ ماننے پر مجبور ہوگا۔ کہ یہ کوئی جعلی داستان نہیں ہے جو بعد میں کسی نے گھڑ لی ہو، بلکہ اس میں حضرت مسیحؑ اناجیلِ اربعہ کی بہ نسبت اپنی اصل شان میں بہت زیادہ نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آتے ہیں اور اس میں اُن تضادات کا نام و نشان بھی نہیں ہے جو اناجیلِ اربعہ میں ان کے مختلف اقوال کے درمیان پایا جاتا ہے۔

اس انجیل میں حضرت عیسیٰؑ کی زندگی اور آپ کی تعلیمات ٹھیک ٹھیک ایک نبی کی زندگی اور تعلیمات کے مطابق نظر آتی ہیں وہ اپنے آپ کو ایک نبی کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔ تمام پچھلے انبیاؑ اور کتابوں کی تصدیق کرتے ہیں صاف کہتے ہیں کہ انبیا علیہم السلام کی تعلیمات کے معرفتِ حق کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے۔ اور جو انبیاؑ کو چھوڑتا ہے وہ دراصل خدا کو چھوڑتا ہے۔ توحید، رسالت اور آخرت کے ٹھیک وہی عقائد پیش کرتے ہیں جن کی تعلیم تمام انبیاؑ نے دی ہے۔ نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی تلقین کرتے ہیں۔ اُن کی نمازوں کا جو ذکر بکثرت مقامات پر برناباس نے کیا ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے۔ کہ یہی فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور تہجد کے اوقات تھے۔ جن میں وہ نماز پڑھتے تھے۔ اور ہمیشہ نماز سے پہلے وضو فرماتے تھے۔ انبیاؑ میں سے وہ حضرت داؤد وسلیمانؑ کو نبی قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہودیوں اور عیسائیوں نے ان کو انبیاؑ کی فہرست سے خارج کر رکھا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو وہ ذبیح قرار دیتے ہیں اور ایک یہودی عالم سے اقرار کراتے ہیں۔ کہ فی الواقع ذبیح حضرت اسماعیلؑ ہی تھے۔ اور بنی اسرائیل نے زبردستی کھینچ تان کر کے حضرت اسحاقؑ کو ذبیح بنا رکھا ہے۔ آخرت اور قیامت اور جنت و دوزخ کے متعلق ان کی تعلیمات قریب قریب وہی ہیں جو قرآن میں بیان ہوئی ہیں۔

۱۱۔ عیسائی جس وجہ سے انجیل برناباس کے مخالف ہیں، وہ دراصل یہ نہیں ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی

اللہ علیہ سلم کے متعلق جگہ جگہ صاف اور واضح بشارتیں ہیں کیونکہ وہ حضور ﷺ کی پیدائش سے بھی بہت پہلے اس انجیل کو ردّ کر چکے تھے۔ان کی ناراضی کی اصل وجہ کو سمجھنے کے لیے تھوڑی سی تفصیل بحث درکار ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے ابتدائی پیرو آپ کو صرف نبی مانتے تھے، موسوی شریعت کا اتباع کرتے تھے۔عقائد اور احکام اور عبادات کے معاملے میں اپنے آپ کو دوسرے بنی اسرائیل سے قطعاً الگ نہ سمجھتے تھے اور یہودیوں سے اُن کا اختلاف صرف اس امر میں تھا۔کہ یہ حضرت عیسیٰؑ کو ''مسیح'' تسلیم کر کے ان پر ایمان لائے تھے۔ اور وہ اُن کو مسیح ماننے سے انکار کرتے تھے۔بعد میں جب سینٹ پال اِس جماعت میں داخل ہوا۔تو اُس نے رومیوں، یونانیوں اور دوسرے غیر یہودی اور غیر اسرائیلی لوگوں میں بھی اِس دین کی تبلیغ واشاعت شروع کر دی۔اور اِس غرض کے لیے ایک نیا دین بنا ڈالا۔ جس کے عقائد اور اُصول اور احکام اُس دین سے بالکل مختلف تھے جسے حضرت عیسیٰؑ نے پیش کیا تھا۔ اِس شخص نے حضرت عیسیٰؑ کی کوئی صحبت نہیں پائی تھی۔ بلکہ اُن کے زمانے میں وہ اُن کا سخت مخالف تھا اور اُن کے بعد بھی کئی سال تک اُن کے پیروؤں کا دشمن بنا رہا۔پھر جب اِس جماعت میں داخل ہو کر اس نے ایک نیا دین بنانا شروع کیا، اُس وقت بھی اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کسی قول کی سند نہیں پیش کی۔ بلکہ کشف والہام کو بنیاد بنایا۔اِس نئے دین کی تشکیل میں اُس کے پیشِ نظر یہ مقصد تھا کہ دین ایسا ہو جسے عام غیر یہودی (Gentile) دُنیا قبول کر لے۔ اُس نے اعلان کر دیا۔کہ ایک عیسائی شریعت یہود کی تمام پابندیوں سے آزاد ہے۔اس نے کھانے پینے میں حرام وحلال کی ساری قُیود ختم کر دیں۔اس نے ختنہ کے حکم کو بھی منسوخ کر دیا۔جو غیر یہودی دنیا کو خاص طور پر ناگوار تھا حتّٰی کہ اس نے مسیحؑ کی اُلوہیّت اور اُن کے ابنِ خدا ہونے اور صلیب پر جان دے کر اولادِ آدمؑ کے پیدائشی گناہ کا کفّارہ بن جانے کا عقیدہ بھی تصنیف کر ڈالا۔کیونکہ عام مشرکین کے مزاج سے یہ بہت مناسبت رکھتا تھا۔مسیحؑ کے ابتدائی پیروؤں نے اِن بدعات کی مزاحمت کی، مگر سینٹ پال نے جو دروازہ کھولا تھا۔اس سے غیر یہودی عیسائیوں کا ایک ایسا زبردست سیلاب اِس مذہب میں داخل ہو گیا۔جس کے

مقابلے میں وہ مٹھی بھر لوگ کسی طرح نہ ٹھیر سکے۔ تاہم تیسری صدی عیسوی کے اختتام تک بکثرت لوگ ایسے موجود تھے جو مسیحؑ کی اُلوہیت کے عقیدے سے انکار کرتے تھے۔ مگر چوتھی صدی کے آغاز (۳۲۵ء) میں نیقیا (Nicaea) کی کونسل پولوسی عقائد کو قطعی طور پر مسیحیّت کا مُسلّم مذہب قرار دے دیا۔ پھر رومی سلطنت خود عیسائی ہوگئی۔ اور قیصر تھیوڈوسِیَس کے زمانے میں یہی مذہب سلطنت کا سرکاری مذہب بن گیا۔ اس کے بعد قدرتی بات تھی کہ وہ تمام کتابیں، جو اِس عقیدے کے خلاف ہوں مرُدود قرار دے دی جائیں۔ اور صرف وہی کتابیں معتبر ٹھیرائی جائیں۔ جو اِس عقیدے سے مطابقت رکھتی ہوں۔ ۳۶۷ء میں پہلی مرتبہ اتھاناسیوس (Athanasius) کے ایک خط کے ذریعے سے معتبر و مسلم کتابوں کے ایک مجموعے کا اعلان کیا گیا۔ پھر اس کی توثیق ۳۸۲ء میں پوپ ڈیمیسیس (Damasius) کے زیرِ صدارت ایک مجلس نے کی۔ اور پانچویں صدی کے آخر میں پوپ گِلاسِیَس (Gelasius) نے اس مجموعے کو مسلّم قرار دینے کے ساتھ ساتھ اُن کتابوں کی ایک فہرست مرتّب کردی۔ جو غیر مسلّم تھیں۔ حالانکہ جن پولوسی عقائد کو بنیاد بنا کر مذہبی کتابوں کے معتبر اور غیر معتبر ہونے کا یہ فیصلہ کیا گیا ان کے متعلق کبھی کوئی عیسائی عالم یہ دعویٰ نہیں کرسکا ہے۔ کہ اُن میں سے کسی عقیدے کی تعلیم خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ بلکہ معتبر کتابوں کے مجموعے میں جو انجیلیں شامل ہیں، خود ان میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے کسی قول سے ان عقائد کا ثبوت نہیں ملتا۔

انجیلِ برناباس اِن غیر مسلَّم کتابوں میں اس لیے کی گئی کہ وہ مسیحیّت کے اِس سرکاری عقیدے کے بالکل خلاف تھی۔ اس کا مصنف کتاب کے آغاز ہی میں اپنے مقصدِ تصنیف یہ بیان کرتا ہے۔ کہ ''اُن لوگوں کے خیالات کی اصلاح کی جائے۔ جو شیطان کے دھوکے میں آکر یِسُوع کو ابن اللہ قرار دیتے ہیں۔ ختنہ کو غیر ضروری ٹھیراتے ہیں۔ اور حرام کھانوں کو حلال کردیتے ہیں جن میں سے ایک دھوکہ کھانے والا پولوس بھی ہے۔'' وہ بتاتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ دنیا میں موجود تھے۔ اُس زمانے میں اُن کے معجزات کو دیکھ کر سب سے پہلے مشرک رومی سپاہیوں نے ان کو خدا اور بعض نے خدا کا بیٹا کہنا

شروع کیا۔ پھر یہ چھوت بنی اسرائیل کے عوام کو بھی لگ گئی ۔ اس پر حضرت عیسیٰؑ سخت پریشان ہوئے۔ اُنھوں نے بار بار نہایت شدّت کے ساتھ اپنے متعلق اِس غلط عقیدے کی تردید کی۔ اور اُن لوگوں پر لعنت بھیجی جو اُن کے متعلق ایسی باتیں کہتے تھے پھر اُنھوں نے اپنے شاگردوں کو پورے یہودیہ میں اس عقیدے کی تردید کے لیے بھیجا اور اُن کی دُعا سے شاگردوں کے ہاتھوں بھی وہی معجزے صادر کرائے گئے۔ جو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے صادر ہوتے تھے۔ تاکہ لوگ اس غلط خیال سے باز آجائیں۔ کہ جس شخص سے یہ معجزے صادر ہورہے ہیں۔ وہ خدا یا خدا کا بیٹا ہے۔ اس سلسلے میں وہ حضرت عیسیٰؑ کی مفصّل تقریریں نقل کرتا ہے۔ جن میں اُنھوں نے بڑی سختی کے ساتھ اِس غلط عقیدے کی تردید کی تھی۔ اور جگہ جگہ یہ بتاتا ہے کہ آنجناب اِس گمراہی کے پھیلنے پر کس قدر پریشان تھے ۔ مزید برآں وہ اِس پولوسی عقیدے کی بھی صاف صاف تردید کرتا ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام نے صلیب پر جان دی تھی۔ وہ اپنے چشم دید حالات یہ بیان کرتا ہے۔ کہ جب یہوداہ اسکریُوتی یہودیوں کے سردار کاہن سے رشوت لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرانے کے لیے سپاہیوں کو لے کر آیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے چار فرشتے آنجنابؑ کو اُٹھالے گئے۔ اور اسکریُوتی کی شکل اور آواز بالکل وہی کردی گئی۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تھی۔ صلیب پر وہی چڑھایا گیا تھا نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ اِس طرح یہ انجیل پولوسی مسیحیت کی جڑ کاٹ دیتی ہے اور قرآن کے بیان کی پُوری توثیق کرتی ہے۔ حالانکہ نُزول قرآن سے ۱۱۵ سال پہلے اُس کے اِن بیانات ہی کی بنا پر مسیحی پادری اُسے ردّ کرچکے تھے۔

۱۲۔ اِس بات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ انجیلِ برناباس درحقیقت اناجیل اربعہ سے زیادہ معتبر انجیل ہے۔ مسیح علیہ السلام کی تعلیمات اور سیرت اور اقوال کی صحیح ترجمانی کرتی ہے۔ اور یہ عیسائیوں کی اپنی بدقسمتی ہے کہ اس انجیل کے ذریعے سے اپنے عقائد کی تصحیح اور حضرت مسیح علیہ السلام کی اصل تعلیمات کو جاننے کا جو موقع اُن کو ملا تھا۔ اسے محض ضد کی بنا پر اُنھوں نے کھودیا۔ اس کے بعد ہم پورے اطمینان کے ساتھ وہ بشارتیں نقل کرسکتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں

برناباس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے روایت کی ہیں۔ان بشارتوں میں کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتے ہیں۔کہیں ''رسول اللہ'' کہتے ہیں کہیں آپؐ کے لیے ''مسیح'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں کہیں ''قابلِ تعریف'' (admirable) کہتے ہیں۔اور کہیں صاف صاف ایسے فقرے ارشاد فرماتے ہیں جو بالکل لا الہ الاّ اللہ محمد رسول اللہ کے ہم معنی ہیں ہمارے لیے اُن ساری بشارتوں کو نقل کرنا مشکل ہے۔کیونکہ وہ اتنی زیادہ ہیں۔اور جگہ جگہ مختلف پیرایوں اور سیاق وسباق میں آئی ہیں کہ ان سے ایک اچھا خاصا رسالہ مرتّب ہوسکتا ہے۔یہاں ہم محض بطورِ نمونہ ان میں سے چند کو نقل کرتے ہیں:

''تمام انبیاؑء جن کو خدا نے دنیا میں بھیجا۔جنکی تعداد ایک لاکھ ۲۴ ہزار تھی۔اُنھوں نے اِبہام کے ساتھ بات کی۔میرے بعد تمام انبیاؑء اور مقدس ہستیوں کا نور آئے گا جو انبیاؑء کی کہی ہوئی باتوں کے اندھیرے پر روشنی ڈال دے گا، کیونکہ وہ خدا کا رسول ہے۔(باب ۱۷)

''فریسیوں اور لاویوں نے کہا: اگر تو نہ مسیح ہے، نہ الیاس، نہ کوئی اور نبی، تو کیوں تو نئ تعلیم دیتا ہے اور اپنے آپ کو مسیح سے بھی زیادہ بنا کر پیش کرتا ہے؟ یِسوع نے جواب دیا: جو معجزے خدا میرے ہاتھ سے دکھاتا ہے۔ وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ میں وہی کچھ کہتا ہوں جو خدا چاہتا ہے، ورنہ درحقیقت میں اپنے آپ کو اُس (مسیح) سے بڑا شمار کیے جانے کے قابل نہیں قرار دیتا۔جس کا تم ذکر کررہے ہو۔میں تو اُس خدا کے رسول کے موزے کے بند یا اس کی جُوتی کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہیں ہوں جس کو تم مسیح کہتے ہو۔ جو مجھ سے پہلے بنایا گیا تھا۔اور میرے بعد آئے گا اور صداقت کی باتیں لے کر آئے گا۔تا کہ اس کے دین کی کوئی انتہا نہ ہو'' (باب ۴۲)

''بالیقین میں تم سے کہتا ہوں کہ ہر نبی جو آیا ہے وہ صرف ایک قوم کے لیے خدا کی رحمت کا نشان بن کر پیدا ہوا ہے۔اس وجہ سے ان انبیاؑء کی باتیں اُن لوگوں کے سوا کہیں اور نہیں پھیلیں جن کی طرف وہ بھیجے گئے تھے۔مگر خدا کا رسول جب آئے گا، خدا گویا اس کو اپنے ہاتھ کی مُہر دے دے گا۔

یہاں تک کہ وہ دنیا کی تمام قوموں کو جو اس کی تعلیم پائیں گی، نجات اور رحمت پہنچا دے گا۔ وہ بے خدا لوگوں پر اقتدار لے کر آئے گا۔ اور بُت پرستی کا ایسا قلع قمع کرے گا۔ کہ شیطان پریشان ہو جائے گا۔"

اس کے آگے شاگردوں کے ساتھ ایک طویل مکالمے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تصریح کرتے ہیں کہ وہ بنی اسماعیل میں سے ہوگا۔ (باب ۴۳)

اِس لیے تم سے کہتا ہوں کہ خدا کا رسول وہ رونق ہے جس سے خدا کی پیدا کی ہوئی قریب قریب تمام چیزوں کو خوشی نصیب ہوگی۔ کیونکہ وہ فہم اور نصیحت، حکمت اور طاقت، خشیّت اور محبت، حزم اور وَرع کی رُوح سے مزیّن ہے۔ جو اس نے خدا سے اُن تمام چیزوں کی بہ نسبت تین گُنی پائی ہے جنھیں خدا نے اپنی مخلوق میں یہ روح بخشی ہے کیسا مبارک وقت ہوگا۔ جب وہ دنیا میں آئے گا۔ یقین جانو، میں نے اس کو دیکھا ہے۔ اور اس کی تعظیم کی ہے جس طرح ہر نبی نے اس کو دیکھا ہے۔ اس کی روح کو دیکھنے ہی سے خدا نے اُن کو نبوّت دی۔ اور جب میں نے اس کو دیکھا تو میری رُوح سکینت سے بھر گئی یہ کہتے ہوئے کہ اے محمدؐ! خدا تمھارے ساتھ ہو، اور وہ مجھے تمھاری جُوتی کے تسمے باندھنے کے قابل بنادے۔ کیونکہ یہ مرتبہ بھی پالوں تو میں ایک بڑا نبی اور خدا کی ایک مقدس ہستی ہو جاؤں گا۔" (باب ۴۴)

"(میرے جانے سے) تمھارا دل پریشان نہ ہو، نہ تم خوف کرو، کیونکہ میں نے تم کو پیدا نہیں کیا ہے۔ بلکہ خدا ہمارا خالق، جس نے تمھیں پیدا کیا ہے۔ وہی تمھاری حفاظت کرے گا۔ رہا میں، تو اِس وقت میں دنیا میں اُس رسولِ خدا کے لیے راستہ تیار کرنے آیا ہوں۔ جو دنیا کے لیے نجات لیکر آئے گا۔ ۔۔اِندریاس نے کہا: اُستاد! ہمیں اس کی نشانی بتادے۔ تاکہ ہم اسے پہچان لیں۔ یِسوع نے جواب دیا: وہ تمھارے زمانے میں نہیں آئے گا بلکہ تمھارے کچھ سال بعد آئے گا۔ جب کہ میری انجیل مسخ ہو چکی ہوگی۔ کہ مشکل سے کوئی ۳۰ آدمی مومن باقی رہ جائیں گے۔ اُس وقت اللہ دنیا پر رحم فرمائے گا۔ اور اپنے رسول کو بھیجے گا۔ جس کے سر پر سفید بادل کا سایہ ہوگا۔ جس سے وہ خدا کا برگزیدہ جانا جائے گا۔ اور اس کے ذریعے سے خدا کی معرفت دنیا کو حاصل ہوگی۔ وہ بے خدا لوگوں کے خلاف

بڑی طاقت کے ساتھ آئے گا۔اور زمین پر بُت پرستی کو مٹا دے گا۔اور مجھے اُس کی بڑی خوشی ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعے سے ہمارا خدا پہچانا جائے گا۔اور اس کی تقدیس ہوگی۔اور میری صداقت دنیا کو معلوم ہوگی۔ اور وہ ان لوگوں سے انتقام لے گا جو مجھے انسان سے بڑھ کر کچھ قرار دیں گے۔وہ ایک ایسی صداقت کے ساتھ آئے گا۔جو تمام انبیاؑء کی لائی ہوئی صداقت سے زیادہ واضح ہوگی۔" (باب ۷۲)

"خدا کا عہد یروشلم میں، مَعبدِ سلیمان کے اندر کیا گیا تھا نہ کہ کہیں اور۔ مگر میری بات کا یقین کرو کہ ایک وقت آئے گا جب خدا اپنی رحمت ایک اور شہر میں نازل فرمائے گا۔پھر ہر جگہ اس کی صحیح عبادت ہو سکے گی۔اور اللہ اپنی رحمت سے ہر جگہ سچّی نماز کو قبول فرمائے گا۔۔۔۔ میں دراصل اسرائیل کے گھرانے کی طرف نجات کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔مگر میرے بعد مسیح آئے گا ، خدا کا بھیجا ہوا، تمام دنیا کی طرف، جس کے لیے خدا نے یہ ساری دنیا بنائی ہے اس وقت ساری دنیا میں اللہ کی عبادت ہوگی۔اور اس کی رحمت نازل ہوگی۔" (باب ۸۲)

"(یسوع نے سردار کاہن سے کہا) زندہ خدا کی قسم! جس کے حضور میری جان حاضر ہے۔ میں وہ مسیح نہیں ہوں جس کی آمد کا تمام دنیا کی قومیں انتظار کر رہی ہیں۔ جس کا وعدہ خدا نے ہمارے باپ ابراہیمؑ سے یہ کہہ کر کیا تھا۔ کہ "تیری نسل کے وسیلے سے زمین کی سب قومیں برکت پائیں گی۔" (پیدائش، ۲۲:۱۸)۔ مگر جب خدا مجھے دنیا سے لے جائے گا۔تو شیطان پھر یہ بغاوت برپا کرے گا۔کہ ناپرہیز گار لوگ مجھے خدا اور خدا کا بیٹا مانیں۔اُس کی وجہ سے میری باتوں اور میری تعلیمات کو مسخ کر دیا جائے گا۔یہاں تک کہ بمشکل ۳۰ صاحبِ ایمان باقی رہ جائیں گے۔اس وقت خدا دنیا پر رحم فرمائے گا۔اور اپنا رسول بھیجے گا۔جس کے لیے اس نے دنیا کی یہ ساری چیزیں بنائی ہیں۔جو قوت کے ساتھ جنوب سے آئے گا۔اور بتوں کو بت پرستوں کے ساتھ برباد کر دے گا۔جو شیطان سے وہ اقتدار چھین لیگا جو اس نے انسانوں پر حاصل کر لیا ہے۔وہ خدا کی رحمت اُن لوگوں کی نجات کے لیے اپنے ساتھ لائے گا جو اس پر ایمان لائیں اور مبارک ہے وہ جو اِس کی باتوں کو مانے۔" (باب ۹۶)

''سردار کاہن نے پوچھا: کیا خدا کے اُس رسول کے بعد دوسرے نبی بھی آئیں گے؟ یِسوع نے جواب دیا: اس کے بعد خدا کے بھیجے ہوئے سچّے نبی نہیں آئیں گے مگر بہت سے جھوٹے نبی آجائیں گے، جن کا مجھے بڑا غم ہے۔ کیوں کہ شیطان خدا کے عادلانہ فیصلے کی وجہ سے اُن کو اُٹھائے گا اور وہ میری انجیل کے پردے میں اپنے آپ کو چھپائیں گے۔ ''(۹۷)

''سردار کاہن نے پوچھا کہ وہ مسیح کس نام سے پُکارا جائے گا اور کیا نشانیاں اس کی آمد کو ظاہر کریں گی؟ یسوعؑ نے جواب دیا: اس مسیح کا نام ''قابل تعریف'' ہے، کیونکہ خدا نے جب اس کی روح پیدا کی تھی۔ اس وقت اُس کا یہ نام خود رکھا تھا۔ اور وہاں اسے ایک ملکوتی شان میں رکھا گیا تھا۔ خدا نے کہا: ''اے محمدؐ! انتظار کر، کیونکہ تیری ہی خاطر میں جنّت، دنیا اور بہت سی مخلوق پیدا کروں گا اور اُس کو تجھے تحفے کے طور پر دوں گا، یہاں تک کہ جو تیری تبریک کرے گا اس کو برکت دی جائے گی اور جو تجھ پر لعنت کرے گا اس پر لعنت کی جائے گی۔ جب میں تجھے دنیا کی طرف بھیجوں گا تو میں تجھ کو اپنے پیغامبرِ نجات کی حیثیت سے بھیجوں گا۔ تیری بات سچّی ہوگی یہاں تک کہ زمین و آسمان ٹل جائیں گے۔ مگر تیرا دین نہیں ٹلے گا۔ سو اُس کا مبارک نام محمدؐ ہے۔''(باب ۹۷)

برناباس لکھتا ہے کہ ایک موقع پر شاگردوں کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بتایا کہ میرے ہی شاگردوں میں سے ایک (جو بعد میں یہوداہ اسکریُوتی نکلا) مجھے ۳۰ سکّوں کے عوض کے ہاتھ بیچ دے گا پھر فرمایا:

''اُس کے بعد مجھے یقین ہے کہ جو مجھے بیچے گا وہی میرے نام سے مارا جائے گا۔ کیونکہ خدا مجھے زمین سے اُوپر آٹھائے گا اور اُس غدّار کی صورت ایسی بدل دے گا۔ کہ ہر شخص یہ سمجھے گا کہ وہ میں ہی ہوں۔ تاہم وہ ایک بُری موت مرے گا تو ایک مدّت تک میری ہی تذلیل ہوتی رہے گی۔ مگر جب محمدؐ، خدا کا مقدس رسول آئے گا۔ تو میری وہ بدنامی دور کردی جائے گی۔ اور خدا یہ اس لیے کرے گا۔ کہ میں نے اُس مسیح کی صداقت کا اقرار کیا ہے۔ وہ مجھے اِس کا یہ انعام دے گا۔ کہ لوگ یہ جان لیں گے۔ کہ میں زندہ ہوں اور اُس ذلّت کی موت سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے'' (باب ۱۴۳)

''(شاگردوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا:) بے شک میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر موسیٰؑ کی کتاب سے صداقت مسخ نہ کردی گئی ہوتی۔تو خدا ہمارے باپ داؤدکوایک دوسری کتاب نہ دیتا۔اور اگر داؤدکی کتاب میں تحریف نہ کی گئی ہوتی تو خدا مجھے انجیل نہ دیتا۔کیونکہ خداوند ہمارا خدابدلنےوالانہیں ہےاوراس نے سب انسانوں کوایک ہی پیغام دیاہے۔لہٰذاجب اللہ کارسول آئے گا تووہ اس لیے آئے گا کہ ان ساری چیزوں کوصاف کردے جن سے بے خدالوگوں نے میری کتاب کوآلودہ کردیاہے'' (باب۱۲۴)

ان صاف اور مفصّل پیشین گوئیوں میں صرف تین چیزیں ایسی ہیں جو بادی النظر میں نگاہ کو کھٹکتی ہیں: ایک یہ کہ اِن میں اورانجیل برناباس کی متعدِّد دوسری عبارتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے مسیح ہونے کاانکارکیاہے دوسری یہ کہ صرف اِنھی عبارتوں میں نہیں بلکہ اس انجیل کے بہت سے مقامات پررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل عربی نام ''محمدؐ'' لکھا گیاہے۔حالانکہ یہ انبیاؑء کی پیشین گوئیوں کا عام طریقہ نہیں ہے کہ بعد کی آنے والی کسی ہستی کا اصل نام لیا جائے۔ تیسری یہ کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسیح کہا گیاہے۔

پہلے شبہے کا جواب یہ ہے۔کہ صرف انجیل برناباس ہی میں نہیں بلکہ لُوقا کی انجیل میں بھی یہ ذکر موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کواس بات سے منع کیا تھا۔کہ وہ آپ کو مسیح کہیں۔لُوقا کے الفاظ یہ ہیں:

'' اُس نے اُن سے کہا:لیکن تم مجھے کیا کہتے ہو؟ پطرس نے جواب میں کہا کہ خدا کا مسیح۔ اس نے ان کوتاکید کرکے حکم دیا کہ یہ کسی کو نہ کہنا۔'' (۹: ۲۰۔۱۲)غالباًاس کی وجہ یہ تھی کہ بنی اسرائیل جس مسیح کے منتظر تھے اس کے متعلق اس کا خیال یہ تھا۔کہ وہ تلوار کے زور سے دشمنانِ حق کومغلوب کرے گا۔اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایاکہ وہ مسیح میں نہیں ہوں بلکہ وہ میرے بعدآنے والاہے۔

دوسرے شبہے کا جواب یہ کہ برناباس کا جواطالوی ترجمہ اِس وقت دنیامیں موجود ہے اس کے اندرتو حضورؐ کا نام بے شک محمد لکھا ہواہے، مگر یہ کسی کو بھی معلوم نہیں ہے کہ یہ کتاب کن کن زبانوں

سے ترجمہ در ترجمہ ہوتی ہوئی اطالوی زبان میں پہنچی ہے۔ ظاہر ہے کہ اصل انجیل برناباس سُریانی زبان میں ہوگی، کیونکہ وہ حضرت عیسیؑ اور ان کے ساتھیوں کی زبان تھی اگر وہ اصل کتاب دستیاب ہوتی تو دیکھا جاسکتا تھا کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِسم گرامی کیا لکھا گیا تھا۔ اب جو کچھ قیاس کیا جاسکتا ہے، وہ یہ ہے کہ اصل میں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لفظ مُنْحَمَنَّا استعمال کیا ہوگا۔ جیسا کہ ہم ابنِ اسحاق کے دیے ہوئے انجیل یُوحنّا کے حوالے سے بتا چکے ہیں۔ پھر مختلف مترجموں نے اپنی اپنی زبانوں میں اس کے ترجمے کر دیے ہوں گے۔ اس کے بعد غالباً کسی مترجم نے یہ دیکھ کر کہ پیشین گوئی میں آنے والے جو نام بتایا گیا ہے، وہ بالکل لفظ ''محمدؐ'' کا ہم معنیٰ ہے۔ آپؐ کا یہی اِسمِ گرامی لکھ دیا ہوگا۔ اس لیے صرف اِس نام کی تصریح یہ شبہ پیدا کر دینے کے لیے ہرگز کافی نہیں ہے کہ پوری انجیل برناباس کسی مسلمان نے جعلی تصنیف کر دی ہے۔

تیسرے شبہے کا جواب ہے کہ لفظِ ''مسیح'' درحقیقت ایک اسرائیلی اصطلاح ہے، جسے قرآن مجید میں مخصوص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے صرف اِس بنا پر استعمال کیا گیا ہے کہ یہودی اُن کے مسیح ہونے کا انکار کرتے تھے۔، ورنہ یہ نہ قرآن کی اصطلاح ہے نہ قرآن میں کہیں اس کو اسرائیلی اصطلاح کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اِس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اگر حضرت عیسیٰؑ نے لفظ ''مسیح'' استعمال کیا ہو اور قرآن میں آپؐ کے لیے یہ لفظ استعمال نہ کیا گیا ہو تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ انجیل برناباس آپؐ کی طرف کوئی ایسی چیز منسوب کرتی ہے جس سے قرآن انکار کرتا ہے دراصل بنی اسرائیل کے ہاں قدیم طریقہ یہ تھا۔ کہ کسی چیز یا کسی شخص کو جب کسی مقدس مقصد کے لیے مختص کیا جاتا تھا تو اس چیز پر یا اس شخص کے سر پر تیل مَل کر اُسے متبرّک (consecrate) کر دیا جاتا تھا۔ عبرانی زبان میں تیل مَلنے کے اس فعل کو مسح کہتے تھے۔ اور جس پر یہ مَلا جاتا تھا۔ اسے مسیح کہا جاتا تھا۔ عبادت گاہ کے ظروف اِسی طریقے سے مسح کر کے عبادت کے لیے وقف کیے جاتے تھے کاہنوں کو کہانت (priesthood) کے منصب پر مامور کرتے وقت بھی مسح

کیا جاتا تھا۔ بادشاہ اور نبی بھی جب خدا کی طرف سے بادشاہت یا نبوت کے لیے نامزد کیے جاتے تو انھیں مسح کیا جاتا۔ چنانچہ بائبل کی رُو سے بنی اسرائیل کی تاریخ میں بکثرت مسیح پائے جاتے ہیں۔ حضرت ہارونؑ کاہن کی حیثیت سے مسیح تھے۔ حضرت موسیٰؑ کاہن اور نبی کی حیثیت سے، طالوت بادشاہ کی حیثیت سے، حضرت داؤد بادشاہ اور نبی کی حیثیت سے، مَلکِ صَدَق بادشاہ اور کاہن کی حیثیت سے اور حضرت اَلیَسَع نبی کی حیثیت سے مسیح تھے۔ بعد میں یہ بھی ضروری نہ رہا تھا۔ کہ تیل مَل کر ہی کسی کو مامور کیا جائے، بلکہ کسی کا مامور مِنَ اللہ ہونا ہی مسیح ہونے کا ہم معنٰی بن گیا تھا۔ مثال کے طور پر دیکھیئے: ا۔ سلاطین، باب ۱۹ [آیات ۵۱۔ ۶۱] میں ذکر آیا ہے کہ خدا نے حضرت الیاسؑ (ایلیّاہ) کو حکم دیا کہ حَزائیل کو مسح کر کہ اَرام (دمشق) کا بادشاہ ہو اور نِمسی کے بیٹے یاہُو کو مسح کر کہ اسرائیل کا بادشاہ ہو۔، اور الیشع (اَلیَسعؑ) کو مسح کر کہ تیری جگہ نبی ہو ان میں سے کسی کے سر پر بھی تیل نہیں مَلا گیا۔ بس خدا کی طرف سے ان کی ماموریّت کا فیصلہ سنا دینا ہی گویا انھیں مسح کر دینا تھا۔ پس اسرائیلی تصوّر کے مطابق لفظِ مسیح درحقیقت "مامور من اللہ" کا ہم معنٰی تھا اور اسی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس لفظ کو استعمال کیا تھا (لفظ "مسیح" کے اسرائیلی مفہوم کی تشریح کے لیے مُلاحظہ ہو: سائیکلوپیڈیا آف بِبلیکل لٹریچر لفظ "میسیاہ"

سیّد ابُو الاعلیٰ مودودی صاحب (تفہیم القرآن جلد پنجم۔)

درود و سلام

اِن اللہ و ملٰئکتہ یصلون علی النبی . یایھاالذین اٰمنو صلو علیہ و سلّمو تسلیما.

ترجمہ: بیشک اللہ اور اُس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر۔ اے ایمان والو رحمت بھیجو اُس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر۔

تشریح۔ "صلوٰۃ النبیؐ" کا مطلب ہے "نبی کی ثنائ و تعظیم رحمت وعطوفت کے ساتھ"

پھر جس کی طرف ''صلوٰۃ منسوب ہوگی اُسی کی شان ومرتبہ کے لائق ثناء وتعظیم اور رحمت وعطوفت مُراد لینگے جیسے کہتے ہیں کہ باپ بیٹے پر، بیٹا باپ پر اور بھائی بھائی پر مہربان ہے۔ یا ہر ایک دوسرے سے محبت کرتا ہے۔ تو ظاہر ہے جس طرح کی محبت اور مہربانی باپ بیٹے پر ہے اُس نوعیت کے بیٹے کی باپ پر نہیں اور بھائی کی بھائی پر ان دونوں سے جداگانہ ہوتی ہے۔ ایسے ہی یہاں سمجھ لو۔ اللہ بھی نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی رحمت وشفقت کے ساتھ آپ کی ثناء اور اعزاز واکرام کرتا ہے۔ اور فرشتے بھی بھیجتے ہیں مگر ہر ایک کی صلوٰۃ اور رحمت وتکریم اپنی شان ومرتبہ کے موافق ہوگی۔ آگے مومنین کو حکم ہے کہ تم بھی صلوٰۃ ورحمت بھیجو۔ اس کی حیثیت ان دونوں سے علیحدہ ہونی چاہیئے۔ علماء نے کہا کہ اللہ کی صلوٰۃ رحمت بھیجنا اور فرشتوں کی صلوٰۃ استغفار کرنا اور مؤمنین کی صلوٰۃ دُعا کرنا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب آیت نازل ہوئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ''سلام'' کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا۔ (یعنی نماز کے تشہد میں جو پڑھا جاتا ہے۔ '' السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ '') ''صلوٰۃ کا طریقہ بھی ارشاد فرمادیجئے۔ جو نماز میں پڑھا کریں۔ آپ نے یہ درود شریف تلقین کیا۔ اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ الِ محمد کما صلّیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ ال ابراھیم انک حمید۔ اللھم بارک علیٰ محمد وعلیٰ الِ محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ ال ابراھیم انک حمید۔ '' عرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا کہ تم بھی نبی پر صلوٰۃ (رحمت) بھیجو۔ نبی نے بتلا دیا کہ تمہارا بھیجنا یہی ہے کہ اللہ سے درخواست کرو کہ وہ اپنی بیش از بیش رحمتیں ابدالآباد تک نبی پر نازل فرماتا رہے۔ کیونکہ اسکی رحمتوں کی کوئی حدونہایت نہیں یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس درخواست پر جو مزید رحمتیں نازل فرمائے وہ ہم عاجز وناچیز بندوں کی طرف منسوب کردیجائیں۔ گویا ہم نے بھیجی ہیں۔ حالانکہ ہر حال میں رحمت بھیجنے والا وہ ہی اکیلا ہے کسی بندہ کی کیا طاقت تھی کہ سیّدالانبیاء کی بارگاہ میں اُن کے رُتبہ کے لائق تحفہ پیش کرسکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں '' اللہ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبر پر اور اُنکے گھرانے پر بڑی قبولیت رکھتی ہے۔ اُن پر اُنکے لائق رحمت اُترتی ہے۔ اور ایک دفعہ مانگنے سے دس رحمتیں اُترتی

ہیں مانگنے والے پر۔ اب جس کا جتنا جی چاہے۔اُتنا حاصل کرلے۔ (تنبیہ) صلوٰۃ علی النبی کے مزید تفصیلات ان مختصر فوائد میں نہیں سماسکتیں۔ شرح وحدیث میں مطالعہ کی جائیں۔اوراس باب میں شیخ شمس الدین سخاویؒ کا رسالہ ''القول البدیع فی الصلوٰۃ الحبیب الشفیع'' قابل دید ہے ہم نے شرح صحیح مسلم میں بقدر کفایت لکھ دیا فالحمدللہ علیٰ ذلک

ترجمہ : شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ

تفسیر: شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ

جاننے کے باوجود یہود نصاریٰ کی حسد، کبر اورازلی بدبختی

نبی کریم ﷺ کی رسالت تمام جن وانس اور مشرق ومغرب کے لئے ہے۔

الذین اٰتینٰھم الکتٰب یعرفونه کما یعرفون ابنائَھم. الذین خسرو انفسھم فھم لا یو منون.

ترجمہ: جن کو ہم نے دی ہے کتاب وہ پہچانتے ہیں اسکو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو۔ جولوگ نقصان میں ڈال چکے اپنی جانوں کو وہی ایمان نہیں لاتے۔

تفسیر: میری صداقت کا خدا گواہ ہے اور قرآن کریم اسکی ناطق اور نا قابل تردید شہادت دے رہا ہے وہ اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) بھی جن کی طرف کتب سماویہ کا عالم سمجھ کر تم میرے معاملہ میں رجوع کرتے ہو اپنے دلوں میں پورا یقین رکھتے ہیں کہ بلا شبہ میں وہی'' نبی آخر الزمان '' ہوں جس کی بشارت انبیائے سابقین دیتے چلے آئے ہیں۔ان کو جس طرح بہت سے بچوں میں سے اپنی اولاد کے شناخت کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی ایسے ہی نبی کریم صلعم اور قرآن کی صداقت کے معلوم کرنے میں بھی کوئی شبہ اور دھوکہ نہیں ہے البتہ حسد، کبر، تقلید آباء، اور حب جاہ ومال وغیرہ اجازت نہیں دیتے کہ مشرف بایمان ہو کر اپنی جانوں کو نقصان دائمی اور ہلاکت ابدی سے بچائیں۔

ترجمہ: شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ

تفسیر: شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ

و اذ اخذ اللہ میثا ق النّبیّن لما اٰ تیتکم من کتٰب و حکمۃٍ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤ منُنَّ بہ و لتنصرنہ. قال ءَ اقررتم و اخذتم علیٰ ذلکم اِصری . قالو ا اقررنا. الخ اُولٰئک لھم عذاب الیم و ما لھم عذاب الیم و ما لھم من نّٰصرین

تفسیر: یعنی کوئی نبی اپنی بندگی کی تعلیم نہیں دے سکتا۔ بندگی صرف ایک خدا کی سکھائی جاتی ہے۔ البتہ انبیاء کا حق یہ ہے کہ لوگ اُن پر ایمان لائیں اُن کا کہا مانیں اور ہر قسم کی مدد کریں عام لوگوں کا تو کیا ذکر ہے حق تعالیٰ نے خود پیغمبروں سے بھی یہ پختہ عہد لے چھوڑا ہے۔ کہ جب تم میں سے کسی نبی کے بعد دوسرا نبی آئے (جو یقیناً پہلے انبیاء اوران کی کتابوں کی اجمالاً تفصیلاً تصدیق کرتا ہوا آئیگا) تو ضروری ہے کہ پہلا نبی پچھلے کی صداقت پر ایمان لائے۔ اوراُس کی مدد کرے۔ اگر اُس کا زمانہ پائے تو بذاتِ خود بھی اور نہ پائے تو اپنی اُمّت کو پوری طرح ہدایت وتاکید کر جائے۔ کہ بعد میں آنیوالے پیغمبر پر ایمان لا کر اُس کی اعانت اور نصرت کرنا۔ کہ یہ وصیّت کر جانا بھی اس کی مدد کرنے میں داخل ہے۔ اس عام قاعدہ سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان لانے اور انکی مدد کرنے کا عہد بلا استثنا ٔ تمام انبیائے سابقین سے لیا گیا ہوگا۔ اورانہوں نے اپنی اپنی اُمتوں سے یہ ہی قول و اقرار لئے ہونگے۔ کیونکہ ایک آپؐ ہی کی مخزن الکمالات ہستی تھی۔ جو عالمِ غیب میں سب سے پہلے اور عالمِ شہادت میں سب انبیاء کے بعد جلوہ افروز ہونیوالی تھی۔ اور جس کے بعد کوئی نبی آنیوالا نہ تھا۔ اور آپ ہی وجود باوجود تمام انبیائے سابقین اور کتب سماویہ کی حقانیت پر مُہر تصدیق ثبت کرنیوالا تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ اور ابنِ عباسؓ وغیرہ سے منقول ہے کہ اس قسم کا عہد انبیاء سے لیا گیا۔ اور خود آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر آج موسیٰؑ زندہ ہوتے تو انکو میری اتباع کے بدون چارہ نہ ہوتا۔ اور فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہونگے۔ تو کتاب اللہ (قرآن کریم) اور تمہارے نبی کی سنت پر فیصلے کریں گے۔ محشر میں شفاعت کبریٰ کے لئے پیش قدمی کرنا۔ اور تمام بنی آدم

کا آپ کے جھنڈے تلے جمع ہونا اور شب معراج میں بیت المقدس کے اندر تمام انبیاء کی امامت کرانا حضورﷺ کی اسی سیادت عامہ اور امامت عظمیٰ کے آثار سے ہے۔

اللّٰھم صل علیٰ سیدنا محمد و علیٰ آل سیدنا محمد و بارک و سلّم.

یہ الفاظ محض عہد کی تاکید واہتمام کے لئے فرمائے کیونکہ جس عہد نامہ پر خدا تعالیٰ اور پیغمبروں کی گواہی ہو اُس سے زیادہ پکی دستاویز کہاں ہوسکتی ہے۔ جس چیز کا عہد خدا نے تمام انبیاء سے لیا۔ اور انبیاء نے اپنی اپنی اُمتوں سے۔ اب اگر دنیا میں کوئی شخص اُس سے رُوگردانی کرے۔ تو بلا شبہ پرلے درجہ کا بدعہد اور نافرمان ہوگا۔ بائبل، اعمال رسل، باب ۱۳ آیت ۲۱ میں ہے۔ خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا۔ اپنی حالت پرآویں کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے۔ تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی میری مانند اٹھائیگا۔ جو کچھ وہ تمہیں کہے اس کی سب سُنو۔ یعنی ہمیشہ سے خدا کا دین اسلام رہا ہے۔ جس کے معنی ہیں حکمبر داری۔ مطلب یہ ہے کہ جس وقت حق تعالیٰ کا جو حکم کسی راستباز اور صادق القول پیغمبر کے توسّط سے پہنچے اُس کے سامنے گردن جھکا دو۔ پس آج جو احکام و ہدایات سیّد المرسلین خاتم الانبیاء لیکر آئے وہ ہی خدا کا دین ہے۔ کیا اُسے چھوڑ کر نجات وفلاح کا کوئی اور راستہ ڈھونڈھتے ہیں؟ خوب سمجھ لیں کہ خدا کا دین چھوڑ کر کہیں ابدی نجات اور حقیقی کامیابی نہیں مل سکتی۔ آدمی کو سزاوار نہیں کہ اپنی خوشی اور شوق ورغبت سے اُس خدا کی حکمبر داری اختیار نہ کرے۔ جس کے حکم تکوینی کے نیچے تمام آسمان وزمین کی چیزیں ہیں۔ خواہ حکم تکوینی اُن کے ارادہ اور خوشی کے توسّط سے ہو جیسے فرشتے اور فرمانبردار بندوں کی اطاعت میں، یا مجبوری اور لاچاری سے، جیسے عالم کا ذرّہ ذرّہ ان آثار وحوادث میں جن کا وقوع وظہور بدون مخلوق کی مشیت وارادہ کے ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کی مشیت وارادہ کا تابع ہے۔

سب کو آخر کار جب وہیں لوٹ کر جانا ہے۔ تو عقلمند کو چاہیئے کہ پہلے سے تیاری کر رکھے۔

یہاں نافرمانیاں کیں تو وہاں کیا منہ دکھلائیگا۔

یعنی جو کچھ جس زمانہ میں خدا کی طرف سے اُتر آیا کسی پیغمبر کو دیا گیا۔ہم بلا تفریق سب کو مانتے ہیں۔ ایک مسلم فرمانبردار کا یہ وتیرہ نہیں کہ خدا کے بعض پیغمبروں کو مانے بعض کو نہ مانے گویا اخیر میں وَنحنُ لہ مسلمون۔ کہہ کر اسلام کی حقیقت بتلا دی اور آگاہ کر دیا۔ کہ اسلام کسی نبی برحق اور کسی آسمانی کتاب کی تکذیب کا روادار نہیں۔اس کے نزدیک جس طرح قرآن کریم پیغمبر عربی صلعم کا نہ ماننا کفر ہے ایسے ہی کسی ایک نبی یا کتاب سماوی کا انکار کرنے سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے۔ بیشک پیغمبر آخرالزمان کی یہ ہی شان ہونی چاہیئے کہ وہ تمام پہلی کتابوں اور نبوتوں کا مصدق ہو۔ اور اس طرح کی تمام اقوام کو جن کے پاس مقامی "نذیر" "وہادی" آتے رہے تھے جامعیت کُبریٰ کے سب سے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کا راستہ بتلائے۔ (تنبیہ) اسی قسم کی آیت پارۂ الم کے آخر میں آ چکی ہے اُسکے فوائد ملاحظہ کر لئے جائیں۔

یعنی جب خدا کا دین (اسلام) اپنی مکمل صورت میں آ پہنچا تو کوئی جھوٹا یا نامکمل دین قبول نہیں کیا جا سکتا۔ طلوع آفتاب کے بعد مٹی کے چراغ جلانا یا گیس بجلی اور ستاروں کی روشنی تلاش کرنا محض لغو اور کھلی حماقت ہے۔ مقامی نبوتوں اور ہدایتوں کا عہد گزر چکا۔اب سب سے بڑی آخری اور عالمگیر نبوّت و ہدایت سے ہی روشنی حاصل کرنی چاہیے کہ یہ ہی تمام روشنیوں کا خزانہ ہے جسمیں پہلی تمام روشنیاں مدغم ہو چکی ہیں۔ فانک شمس والملوک کواکب۔ اذا طلعت لم یبدُ منھنّ کوکب۔

ثواب و کامیابی سے قطعاً محروم ہے اس سے بڑا خسارہ کیا ہوگا کہ راس المال ہی کھو بیٹھا۔حق تعالیٰ نے جس صحیح فطرت پر پیدا کیا تھا اپنے سوٗ اختیار اور غلط کاری سے اُسے بھی تباہ کر ڈالا۔

جن لوگوں نے وضوح حق کے بعد جان بوجھ کر کفر اختیار کیا۔یعنی دل میں یقین رکھتے ہیں اور آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں بلکہ اپنی خاص مجلسوں میں اقرار کرتے ہیں کہ یہ رسُول سچّا ہے۔اُسکی حقانیت و صداقت کے روشن دلائل، کھلے نشانات اور صاف بشارت اُنکو پہنچ چکی ہیں۔اس پر بھی کبر و حسد اور حُب جاہ و مال، اسلام قبول کرنے اور کفر و عدوان کے چھوڑنے سے مانع ہے جیسا کہ عموماً یہود ونصاریٰ کا

حال تھا۔ ایسے ہٹ دھرم، ضدی معاندین کی نسبت کیونکر توقع کی جاسکتی ہے کہ باوجود اس طرح کا رویہ قائم رکھنے کے خدا تعالیٰ انکو نجات وفلاح اور اپنی خوشنودی کے راستہ پر لے جائیگا۔ یا جنّت تک پہنچنے کی راہ دیگا۔ اُسکی عادت نہیں کہ ایسے بے انصاف متعصف ظالموں کو حقیقی کامیابی کی راہ دے۔ اسی پر ان بدبختوں کو قیاس کرلو جو قلبی معرفت ویقین کے درجہ سے بڑھکر ایک مرتبہ مسلمان بھی ہو چکے تھے۔ پھر دنیوی اغراض اور شیطانی اغواء سے مرتد ہو گئے۔ یہ اُن سے بھی زیادہ کجرد اور بیحیا واقع ہوئے ہیں اس لئے اُن سے بڑھ کر لعنت وعقوبت کے مستحق ہونگے۔

خدا، فرشتے اور مسلمان لوگ اُن پر لعنت بھیجتے ہیں۔ بلکہ ہر انسان حتیٰ کہ وہ خود اپنے اُوپر لعنت کرتے ہیں جب کہتے ہیں کہ ظالموں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔ گو اُس وقت سمجھتے نہیں کہ یہ لعنت خود اُن ہی پر واقع ہو رہی ہے۔

اس لعنت کا اثر ہمیشہ رہے گا دنیا میں پھٹکار اور آخرت میں خدا کی مار۔ اُنہیں نہ کسی وقت عذاب کی شدت میں کمی محسوس ہوگی اور نہ ذرا سی دیر کے لئے عذاب ملتوی کر کے آرام دیا جائیگا۔

ایسے بیحیا مجرموں اور شدید ترین باغیوں کو کون بادشاہ معافی دے سکتا ہے؟ لیکن یہ اُس غفور رحیم ہی کی بارگاہ ہے کہ اس قدر شدید جرائم اور بغاوتوں کے بعد بھی اگر مجرم نادم ہو کر سچے دل سے توبہ اور نیک چال چلن اختیار کرلے۔ تو سب گناہ ایک قلم معاف کر دیئے جاتے ہیں

اللّھم اغفر ذنوبی فانک عفور رحیم. جو لوگ حق کو مان کر اور سمجھ بوجھ کر منکر ہوئے پھر اخیر تک انکار میں ترقی کرتے رہے، نہ کبھی کفر سے ہٹنے کا نام لیا۔ نہ حق اور اہل حق کی عداوت ترک کی بلکہ حق پرستوں کے ساتھ بحث ومناظرہ اور جنگ وجدل کرتے رہے۔ جب مرنے کا وقت آیا۔ اور فرشتے جان نکالنے لگے۔ تو توبہ کی سوجھی یا کبھی مصلحت سے ظاہر طور پر رسمی الفاظ توبہ کہ کہہ لئے یا کفر پر برابر قائم رہتے ہوئے بعض دوسرے اعمال سے توبہ کرلی جنہیں اپنے زعم میں گناہ سمجھ رہے تھے۔ یہ توبہ کسی کام کی نہیں۔ بارگاہ رب العزت میں اُس کے قبول کی کوئی اُمید نہ رکھیں ایسے لوگوں کو سچّی توبہ نصیب ہی نہ ہوگی۔ جو قبول ہو۔ اُن کا کام ہمیشہ

گمراہی کی وادیوں میں پڑے بھٹکے رہنا ہے۔

دنیا کی حکومتوں کی طرح وہاں سونے چاندی کی رشوت نہ چلے گی۔ وہاں تو صرف دولتِ ایمان کام دے سکتی ہے۔فرض کرو ایک کافر کے پاس اگر اتنا ڈھیر سونے کا ہو جس سے ساری زمین بھر جائے اور وہ سب کا سب پُن خیرات کر دے تو خدا کے یہاں اُسکی ذرّہ برابر وقعت نہیں نہ آخرت میں یہ عمل کچھ کام دے گا۔ کیونکہ عمل کی روح ایمان ہے۔ جو عمل روحِ ایمان سے خالی ہو مردہ عمل ہوگا جو آخرت کی ابدی زندگی میں کام نہیں دے سکتا۔

فرض کرو کافر کے پاس وہاں اتنا مال ہو اور خود اپنی طرف سے درخواست کر کے بطور فدیہ پیش کرے کہ یہ لیکر مجھے چھوڑ دو تب بھی قبول نہیں کیا جا سکتا۔ اور بدون پیش کئے تو پوچھتا ہی کون ہے دوسری جگہ فرمایا۔

ان الذین کفروا لو ان لھم ما فی الارض جمیعاً وَّ مثله معه لیفتدوا به من عذاب یوم القیامة ما تقبل منهم و لهم عذاب الیم.

(مائدہ. رکوع ٦)

ترجمہ: شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ

تفسیر: شیخ السلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب

ایمان افروز واقعہ

نڈر تھا،

جرنیل تھا ،

تاجر تھا،

گورنر تھا

پکڑ کر لایا گیا۔

مسجد نبوی میں ستُون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔

دیکھا

خوبصورت چہرہ،

لمبا قد،

توانا جسم،

بھرا ہو سینہ،

اکڑی ہوئی گردن،

اُٹھی ہوئی نگاہیں،

ایک حسین جوان ہے۔۔۔۔حکمرانی کے جتنے عیب ہیں سارے پائے جاتے ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے۔

فرمایا:

تمامہ ! کیسے ہو؟

تمامہ بولا:

گرفتار کر کے پوچھتے ہو کیسا ہوں؟

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؟

کوئی تکلیف پہنچی ہو؟

کہتا ہے:

نہ تمہاری تکلیف کی کوئی پرواہ،

نہ تمہاری راحت کی کوئی خوش فہمی،

جو جی چاہے کر لو،

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بڑا تیز مزاج آدمی ہے۔

اپنے صحابہؓ کو دیکھا،

پوچھا،

اس کو دکھ تو نہیں پہنچایا؟

عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! گرفتار ہی کیا ہے دکھ کوئی نہیں پہنچایا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تمامہ ذرا میری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھو تو صحیح،

تمامہ کہتا ہے:

کیا نظر اٹھا کر دیکھنے کی بات کرتے ہو؟

جا نہیں دیکھتا،

مجھ کو مارا جائے گا تو میرے خون کا بدلہ لیا جائے گا،

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پیشانی سِلوٹوں سے بھر گئی،

تلوار کے میان پر ہاتھ تڑپنے لگا،

اشارہء اَبرو ہو، اس بد بخت کی گردن ہو،

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم ہو،

یہ کیا سمجھتا ہے؟

لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہے، فرمایا،

جتنا غصہ ہے جی چاہے نکال لو،

لیکن ہمارا چہرہ تو دیکھ لو۔۔۔۔

تمامہ نے کیا جواب دیا:

{اس نے مدینے والے کو دیکھا ہی نہیں تھا}

اس نے کہا،

تمہارا چہرہ کیا دیکھوں کائنات میں تجھ سے بدصورت کوئی نہیں ہے (نعوذ باللہ)

لوگو! یہ ہے وہ پیغمبر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم جن کے نقش قدم پر ہم نے چلنا ہے،

جب بے آسرا تھا تب بھی گالیاں کھائی،

شکن نہیں ڈالی،

آج تاجدار ہیں اپنے گھر میں گالی سنتے ہیں لیکن پیشانی پر شکن نہیں ڈالتے ہیں۔

فرمایا:

کوئی بات نہیں میری بستی کی طرف تو نگاہ ڈالو،

اس نے کہا:

میں نے روم و یونان، ایران، مصر کی بستیاں دیکھیں مگر تمہاری بستی کائنات کی سب سے بدصورت بستی ہے (نعوذ باللہ) اس بستی کو کیا دیکھوں؟

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کوئی بات نہیں،

دوسرے دن آئے پھر وہی جواب:

تیسرے دن پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آئے فرمایا: ہم تجھ سے کچھ نہیں مانگتے، ذرا دیکھ تو لو،

کہتا ہے: نہیں دیکھتا، اب؟

ہمیشہ مسکرانے والا پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر

فرمایا:

جاؤ! ہم نے اسے چھوڑ دیا ہے،

چلے جاؤ،

ہم نے اسے رہا کر دیا ہے،

ہم تجھے کچھ نہیں کہتے، جاؤ۔۔۔۔

اور اپنے صحابہ کرام کو جن کی تلواریں تمامہ کی گردن کاٹنے کے لیے بے تاب تھیں

ان سے فرمایا:

بڑا آدمی ہے عزت کے ساتھ لے جا کر اس کو مدینہ سے رخصت کر دو۔

انہوں نے چھوڑا،

پلٹتے ہوئے اس کے دل میں خیال آیا

بڑے حکمران بھی دیکھے،

محکوم بھی دیکھے،

جرنیل بھی دیکھے، مگر اتنا حوصلہ والا تو کبھی نہ دیکھا،

اس کے چہرے کو دیکھوں ہے کیسا۔۔۔

''بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا''

پھر دیکھتا ہے دیکھ کر سرپٹ بھاگا، دڑکی لگا دی، اور پھر۔۔۔۔!

تمامہ کہتے ہیں کہ:

''قدم آگے کی طرف بھاگ رہے تھے، دل پیچھے کی طرف بھاگ رہا تھا''

دو میل بھاگتا چلا گیا اور جتنی رفتار سے گیا تھا اس سے دُگنی رفتار سے واپس پلٹ آیا،

وہ ماہ تمام صلی اللہ علیہ وسلّم ننگی زمین پہ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔۔۔۔

صحن مسجد پر آیا۔۔۔۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے نگاہ ڈالی سامنے تمامہ کھڑا ہے،

فرمایا، ہم نے تو تجھے چھوڑ دیا تھا پھر آ گئے؟

کہا، مجھ کو اپنا بنا کر چھوڑ دیا،

''کیا اسیری ہے اور کیا رہائی ہے''

چھوڑا تب تھا جب آپ کا چہرہ نہیں دیکھا تھا،

اب آپ کا چہرہ دیکھ لیا،

اب زندگی بھر کے لئے آپ کا غلام بن گیا ہوں

گستاخانِ رسولؐ

محمدؐ کی شان میں گستاخی کرنے والے

گستاخ ولید بن مغیرہ

آپؐ کی ذات اقدس میں گستاخی کرنے والوں کی دس نشانیاں ہوتی ہیں ۔جو کہ قرآن پاک کے اُنتسویں (۲۹) پارے کی سورہ قلم میں تفصیل سے بیان ہوئی ہے۔ولید بن مغیرہ ایک ایسا شخص تھا جس نے حضورؐ کی شان میں گستاخی کی اورآپؐ کو مجنون کہا۔

اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناگوار گزری اور اُس شخص میں موجود دس خبائث بیان کئے گئے۔ اولاً یہ کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ ، جھوٹی قسمیں کھاتا ہے۔ بہت طعنے دینے والا ہے۔ ، ذلیل، فاجر، فاسق، چغل خور، بھلائی سے روکنے والا ، حد سے بڑھ کر گنہگار ، درشت یعنی بد زبان اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ''ولد زنا'' ہے۔ جب ولید کو پتہ چلا تو وہ اپنے گھر آیا۔ اور اپنی ماں سے کہا۔ کہ محمدﷺ نے میرے بارے میں جو دس باتیں بتائی ہیں ۔ ان میں سے پہلی نو باتوں کو تو میں جانتا ہوں۔ کہ مجھ میں ہیں۔ ، مگر دسویں بات کہ ''ولدزنا'' ہے کے بارے میں تم سے پوچھتا ہوں۔ اگر نہیں بتایا تو میں تیری گردن اُڑا دوں گا۔ ماں نے بتایا۔ کہ محمدﷺ ٹھیک کہتے ہیں۔ تیرا باپ نامرد تھا میں نے ایک گڈریا سے زنا کیا۔ تو اُس کی اولاد ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ قرآن پاک کی باتیں کسی ایک شخص یا ایک زمانہ کے لئے نہیں

ہوتیں بلکہ قیامت تک کے لئے ہیں ۔ لہٰذاحضور ﷺ کے زمانے سے لے کر قیامت تک جتنے بھی گستاخِ رسول ؐ آئیں گے ان کی یہ دس نشانیاں ہوں گی۔

جتنے بھی گستاخانِ رسول ؐ ہوں گے جس کا تعلق امریکہ سے ہو یا ڈنمارک سے ہو وہ مذکورہ بالا دس نشانیوں کا مالک ہوگا۔

مندرجہ بالا آیات کے بارے میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”جس طرح حدیث شریف کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک باردرود پڑھنے سے دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اسی طرح قرآن شریف کے اشارے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی شان ارفع میں ایک گستاخی کرنے سے نعوذ باللہ منہا اس شخص پر منجانب اللہ دس لعنتیں نازل ہوتی ہیں چنانچہ ولید بن مغیرہ کے حق میں اللہ تعالیٰ نے بسزائے استہزا یہ دس کلمات ارشاد فرمائے۔

گستاخِ رسول ؐ الفزاری کا انجام

فقہاء قیروان نے ابراہیم الفزاری کے قتل کا فتویٰ دیا تھا۔اور یہ ابراہیم الفزاری بے شمار علوم کا ماہر اور شاعر تھا۔اور یہ قاضی ابوالعباس بن طالب کے مجلس میں مناظرے کے لئے حاضر ہوا کرتا تھا۔اس پر مقدمہ چلا کہ اس نے اللہ تعالیٰ ، انبیاء کرام اور ہمارے نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کی ہے۔ اس کے لئے قاضی یحییٰ بن عمر اور اس کے علاوہ دیگر فقہا حاضر ہوئے اور قاضی نے اس کے قتل کرنے اور سولی چڑھانے کا حکم دیا۔ لہٰذا اس کے پیٹ میں چھرا گھونپا گیا۔ اور اندھے منہ سولی چڑھایا گیا۔پھر اتارا گیا۔ بعض مورخین نے یہ حکایت نقل کی ہے کہ جب اس کی سولی کی لکڑی بلند کی گئی اور لوگوں نے اسے چھوڑ دیا تو وہ گھوم گئی اور اس کا منہ قبلہ سے پھیر دیا۔تو یہ

سب کے لئے عبرت بن گئی۔ اور لوگوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور ایک کتا آیا اور اُس کے خون کو چاٹنے لگا۔ تو قاضی یحییٰ بن عمر نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے سچ فرمایا ہے اور ایک حدیث بیان کی۔ کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: کسی مسلمان کا خون کتا نہیں چاٹتا۔

ایک مرتد کا عبرتناک انجام

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ ایک عیسائی آدمی مسلمان ہوگیا۔ اور وہ نبی کریم ﷺ کے لئے وحی لکھا کرتا تھا پھر کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ مرتد ہوگیا اور کہنے لگا کہ: محمد ﷺ کو صرف اسی چیز کا علم ہے جو میں اسے لکھا کرتا تھا۔ (اور یہ گستاخی تھی) کچھ عرصہ کے بعد وہ مر گیا لوگوں نے اسے دفن کیا۔ صبح کو لوگوں نے دیکھا کہ زمین نے اسے باہر نکال پھینکا تھا عیسائی کہنے لگے۔ کہ یہ محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کا کام ہے کہ انہوں نے ہمارے ساتھی سے کفن چوری کی ہے تو انہوں نے اس کے لئے خوب گہرا گڑھا کھودا اور اس میں اسے دفن کیا لیکن صبح کو کیا دیکھتے ہیں کہ زمین نے اسے دوبارہ باہر پھینکا ہے پس وہ سمجھ گئے کہ یہ لوگوں کا کام نہیں اور اسے چھوڑ دیا۔

جہجاء غفاری کا انجام

جہجاء غفاری نے حضرت عثمانؓ سے نبی کریم ﷺ کا عصا مبارک لے کر گھٹنوں پر رکھ کر توڑنے لگا تو لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ اس بے ادبی کی وجہ سے اس کے گھٹنے میں آکلہ کا مرض پیدا ہوگیا۔ اس نے گھٹنے کاٹ ڈالے اور ایک سال سے پہلے پہلے مر گیا۔

مستہزئین مکہ کے انجام

شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ حجر آیت ۹۵ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: یہ مستہزئین جو آپ ﷺ کے ساتھ اور قرآن کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے صاحب قوت و وجاہت مشرکین کا ایک گروہ تھا۔ یہ لوگ رؤساء قریش میں سے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں ۔ ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، حارث بن قیس، اسود بن عبدیغوث، اسود بن المطلب، جب ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ استہزا اور تمسخر میں حد سے تجاوز کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان کے استہزا اور تمسخر کی طرف التفات نہ کریں ہم آپ کی طرف سے ان کے لئے کافی ہیں

ایک دن کا واقعہ ہے کہ آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے اور جبرائیل علیہ السلام بھی آپ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ یہ پانچ مستہزئین مسجد حرام میں داخل ہوئے اور آپ کو دیکھ کر ہنسے اور پھر طواف میں مشغول ہوگئے۔ جبریل امین بولے کہ مجھے حکم ہے کہ ان کے شر سے آپ ﷺ کو کفالت کروں پس ولید بن مغیرہ (جس کا واقعہ میں نے اس سے پہلے بیان کیا ہے) ادھر سے گزرا، جبریل امین نے ولید کا پنڈلی کی طرف اشارہ کیا اس کے بعد ولید کا ایک تیر ساز پر گزر ہوا جو تیر بنا رہا تھا ولید کی ازار اس میں الجھ گئی اس مغرور نے جھکنے کو عار سمجھا اس لئے وہ تیر اس کی پنڈلی میں لگا جس سے خفیف سا زخم آیا مگر وہ ایسا پھوٹ نکلا کہ ولید اسی میں مرگیا۔

عاص بن وائل کا ادھر سے گزر ہوا جبریل امین نے اس کے تلوے کی طرف اشارہ کیا اور حضور پرنور ﷺ سے فرمایا (آپ کفایت کئے گئے) یہاں سے نکلنے کے بعد عاص بن وائل کے تلوے میں ایک کانٹا لگا۔ جس سے اس کا پیر پھول گیا اور پھول کر چکی

کے پاٹ کی طرح ہوگیا۔ اور اسی میں مرگیا۔

اسود بن المطلب ادھر سے گزرا جبریل امین نے اس کی آنکھ کی طرف اشارہ کیا اسی وقت نابینا ہوگیا اور مر گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ جبریل امین کے اشارے کے بعد دیوانہ ہوگیا اور اسی دیوانگی میں اپنا سر ایک درخت سے جا مارنے لگا اور اسی میں مرگیا۔

اسود بن یغوث کا ادھر سے گزر ہوا تو جبریل امین نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا تو اس کا پیٹ پھول گیا اور استسقاء ہوگیا اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو ایسی بیماری لگی کہ تمام بدن اس کا سیاہ ہوگیا۔ جب گھر والوں نے اس کو پہچانا بھی نہیں اور اسی حالت میں مرگیا۔

حارث بن قیس ادھر سے گزرا تو جبریل امین علیہ السلام نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا جس سے اس کا سر پھول گیا اور اس پر اس قدر ورم آیا کہ اسی میں مرگیا۔ اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کرنے والوں کو ہلاک کردیا۔

سابق صدر پاکستان سکندر مرزا کی عبرتناک موت

وہ پہلا صدر تھا جس نے تین برسوں میں ایسی شان وشوکت سے حکومت کی۔ یکے بعد دیگرے پانچ وزیر اعظم بھگتائے مشرف کی طرح کئی برس ملک کے سیاہ وسفید کا مالک رہا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے وقت وہ ملک کا سیکرٹری دفاع تھا۔ اور وزیر خارجہ قادیانی ظفر اللہ تھا۔ اور مرکزی مجلس عمل ختم نبوت قائم ہوچکی تھی۔ پنجاب کا وزیر اعلیٰ ممتاز دولتانہ تھا۔ اور اس نے میجر جنرل کو مارشل لاء لگانے کا حکم دیا۔ اور تمام ذمہ داری خود قبول کی۔ یہ چھ مارچ ۱۹۵۳ء کا دن تھا تو پھر اس ملعون مارشل لاء کے ذریعہ فدائیں ختم نبوت وتحفظ ناموس رسالت سے جو سلوک کیا گیا وہ ہماری ملی تاریخ کا سیاہ باب ہے۔ صرف لاہور شہر میں دس ہزار نوجوانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ اسّی سالہ بوڑھوں سے لے کر چار سالہ معصوم بچوں نے جانوں کے

نذرانے پیش کیئے۔ یہ عاشقان مصطفیٰ کی تاریخ کے سنہری باب میں آج بھی ان شہداء کی قبور سے عشق مصطفیٰ کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔

سکندر مرزا جس نے عاشقان مصطفیٰ کی لاشوں کو دریا کے حوالے کرایا۔ وہ گورنر جنرل بنا۔ پھر صدر پاکستان بنا۔ بالآخر صدر ایوب خان کے ہاتھوں زوال پذیر ہوا۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو تین ایوبی جرنیلوں جنرل اعظم خان، جنرل برکی، اور جنرل شیخ نے آدھی رات کے وقت سکندر مرزا کو جگا کر اس سے اسلحہ کی نوک پر استعفیٰ لیا۔

تحفظ ختم نبوت و ناموس رسالت کے اس غدار کو شب خوابی کے لباس میں ہی گرفتار کیا۔ اور فوراً کوئٹہ منتقل کیا گیا۔ اور ایسی جگہ رکھا کہ اب اسے علم نہ تھا۔ کہ وہ قتل کر دیا جائیگا یا بچ جائیگا پھر تین دن کے بعد اس کو کراچی منتقل کیا گیا۔ چار گھنٹے ماڑی پور کے ہوائی اڈے پر پھر سات گھنٹے کراچی ہوائی اڈے پر سکندر مرزا کو انتظار کی اذیت میں مبتلا رکھا گیا۔ پھر اس کو جلاوطن کر دیا گیا۔ جلاوطنی سے قبل اس کے روپے پیسے، قیمتی اشیاء اور ذاتی کاغذات، ڈائریاں سب کچھ چھین لیا گیا۔ سکندر مرزا لندن جلاوطن ہو گیا۔ وہ وہاں پر سواری کے لئے اپنی گاڑی رکھنے کے قابل نہ تھا۔ وہ عام بسوں میں سفر کرتا تھا۔ سودا سلف خود لاتا، اس کی دو پنشنوں میں سے ایک پنشن حکومت نے ضبط کر لی، اور جب وہ بیمار ہوا تو علاج کے لئے پیسے پاس موجود نہ تھے پھر شاہ ایران نے علاج کے لئے خرچہ دیا۔ ۱۹۶۶ء میں دل کا دورہ پڑا۔ اس کی پہلی بیوی کا ۱۹۶۷ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔ لیکن وہ جنازے پر نہ آسکا دس برس کا طویل عرصہ گزرا، جنرل یحییٰ کے دور اقتدار میں وطن آنے کی خواہش ظاہر کی مگر اجازت نہ مل سکی اس کی بیٹی نے بار بار اپیل کی کہ ایک دفعہ پاک وطن میں آنے کی اجازت دی جائے مگر جنرل یحییٰ بھی اجازت نہ دے سکا۔ پھر ۳۱ نومبر ۱۹۶۹ء کو لندن میں جلاوطنی کے عالم میں جہاں سے گزر گیا۔ موت کے وقت صرف اس کے پاس اس کی دوسری بیوی موجود تھی۔ دفن کرنے کے لئے کوئی موجود نہیں تھا، شاہ ایران نے اس کو ایران

کے " رے " قبرستان میں دفن کرادیا۔ مگر ایران میں شیعہ انقلاب کے بعد ۹ فروری ۱۹۷۹ء اسکندرمرزا کی قبر مسمار کردی گئی اور اس کی ہڈیوں کو نکال کر دریا میں پھینک دیا گیا۔

یہ قدرت کا عجیب انتقام ہے کہ شہدائے ختم نبوت وناموس رسالت کی قبور آج بھی خاص وعام کے لئے زیارت گاہ ہیں جبکہ سکندرمرزا کو دنیا میں کہیں بھی قبر نہیں ملی۔

بشکریہ: روزنامہ اسلام قاری عبدالوحید قاسمی صاحب۔

جسٹس ریٹائرڈ مشتاق حسین کے موت کا عبرتناک واقعہ

یہ وہی جج ہے جو ضیاء الحق دور میں لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور پھر چیف الیکشن کمشنر بھی بنے تھے۔ غدارِ ناموس رسالت قادیانی ظفراللہ سے ملاقات کر کے اس ووٹر فارم سے حلف نامہ ختم نبوت ختم کرادیا۔ اور نئے فارم شائع کردیئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اس وقت کے رہنماؤں نے فوراً اس کے خلاف تحریک شروع کردی، اس وقت کے رہنماؤں میں مولانا تاج محمود اور مولانا محمد شریف جالندھری نے قائد جمیعت مولانا مفتی محمود کو ساری صورت حال سے مطلع کیا۔ مولانا مفتی محمود اس وقت ہسپتال میں داخل تھے۔ فوراً نواب زادہ نصراللہ کو صدر ضیاء الحق کے پاس روانہ کیا۔ لیکن وہ نہ مانا اور عمرہ پر چلا گیا۔ پھر علماء کرام نے احساس دلایا۔ تو حضرت مفتی محمود صاحب اٹھے اور ویل چیئر پر ہسپتال کے کاؤنٹر پر جا کر سعودی عرب میں ضیاء الحق سے بات کی۔ اور حلف نامہ ختم نبوت بحال کرایا۔ یوں جسٹس مشتاق حسین اور قادیانی سازش ناکام ہوئی۔

یہ شخص ایک وقت میں بڑی شان وشوکت کا مالک تھا۔ پھر حالات کا دھارا بدلا۔ اور ۲۵ مارچ ۱۹۸۱ء کو اس کو جبری ریٹائرڈ کردیا گیا۔ اور گھر جا کر بھی سکون نہ مل سکا۔ اس دوران لاہور میں اس کی کار پر حملہ ہوا۔ جس میں وہ شدید زخمی ہوا پولیس کے پہرے میں یہ دن

گزارتا رہا۔زندگی بوجھ بن گئی۔ بالآخر فالج کا حملہ ہوا اور شیخ زید ہسپتال میں انتقال ہوا۔

۳۱ مارچ ۱۹۸۹ء کو جسٹس کی ڈیڈ باڈی اس کی رہائش گاہ 55/B ماڈل ٹاؤن لاہور سے اٹھا کر نواز شریف پارک لائی گئی ابھی لوگ صفیں سیدھی کر رہے تھے کہ یکا یک شہد کی مکھیوں نے یلغار کردی۔ مکھیوں کا حملہ اتنا شدید تھا کہ لوگ اپنے جوتے بھی وہیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ شہد کی مکھیوں کے کاٹنے سے تین افراد جاں بحق اور پانچ سوزخمی ہوگئے۔ لوگوں کے بھاگنے سے جنازہ تنہا رہ گیا۔تو شہد کے مکھیوں نے کفن پر ڈنگ مارنے شروع کردیئے پھر پولیس کے چار ملازم آئے جنھوں نے پلاسٹک کا لباس پہنا ہوا تھا۔ انھوں نے جنازہ اٹھا کر دوسرے پارک میں رکھا تو شہد کی مکھیوں نے وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا پھر لکڑیاں اور ٹائر جلا کر مکھیوں کو دور کیا گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ شمشان بھومی منظر پیدا ہوگیا ہے اس گستاخ کے سفر آخرت کے پہلے مرحلے کا یہ انجام قابل عبرت ہے۔

ایک حسین لڑکی کا واقعہ

پروفیسر میاں محمد یعقوب شعبہ اردو نیشنل سائنس کالج گوجرانوالہ اس واقعہ کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ ۱۹۶۷ء کی بات ہے میں لاہور کے سنٹرل ٹریننگ کالج میں بی۔ایڈ کا طالب علم تھا۔وہاں ہمارے ایک بزرگ پروفیسر تھے۔ چوہدری فضل حسین، انھوں نے یہ واقعہ کلاس روم میں سنایا۔ کہ میں بیروت کی یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھا وہاں بہت سے طلبہ وطالبات زیر تعلیم تھے۔ ان میں سے ایک لڑکی بہت شوخ اور الٹرا ماڈرن قسم کی تھی۔اس کا تعلق ہندوستان کے کسی مسلمان نواب گھرانے سے تھا۔وہ خود شاید فیشن کے طور پر کمیونزم کا پرچار کر رہی تھی۔ایک دن ٹک شاپ پر اسلام اور کمیونزم کی بحث چل رہی تھی۔کہ اس نا ہنجار لڑکی نے آپ ﷺ کی شان میں ایک آدھ نازیبا لفظ کہہ دیا۔ میں نے اسے سنائیں اور بہت برا بھلا کہا۔ اور ہمیشہ کے لئے اس سے قطع کلامی کرلی۔پھر

یوں ہوا کہ مجھ پر اوراس نابکارلڑکی پر جواپنی امارت اورحسن پر بہت نازاں تھی۔ دوران تعلیم ہی میں برص کاحملہ ہوا۔ اس نےاپنے حسن کو بچانے کے لئے اس وقت کے اعلیٰ ترین ڈاکٹروں اور ہسپتالوں سے رجوع کیا۔لیکن برص پھیلتا چلا گیا۔ اورخود بھی پھیلتی چلی گئی۔ یعنی بےاندازہ موٹی ہوگئی ۔ ہندوستان واپسی پراس کاکہیں رشتہ نہ ہوسکا۔ اوراپنی اس بری شکل کی وجہ سے اس نے گھر سےنکلنا بھی چھوڑ دیا۔ اوروہ جوکبھی جانِ محفل ہواکرتی تھی۔ سوسائٹی میں نسیاً منسیا ہوگئی۔

ادھر واپسی کے بعدمیں نے جہلم کےایک معمولی سےڈاکٹر سےعلاج کروایا اوراللہ تعالیٰ کےفضل سے (چہرہ پرایک آدھ داغ کےسوا) شفاہوگئی۔ ساری کلاس نےسوال کیا۔ جناب!

اسےتو آپ ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کے سبب یہ سزا ملی۔آپ پر برص کیوں حملہ آور ہوا؟ بوڑھے پروفیسر کے جواب نے نہ صرف پوری کلاس کوورطہ حیرت میں ڈال دیا بلکہ سب کو آنسوؤں سے رلایا، فرمایا : مجھےاس وجہ سے برص ہوا کہ میں نے گالیوں پراکتفا کیوں کیا؟ اوراسے اسی دم قتل کیوں نہ کردیا۔

ایک رومی نصرانی کاواقعہ

اکیانوے ہجری میں اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے حکم سے مدینہ منورہ کے گورنر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مسجد نبوی کی تعمیر کے لئے قبرانور کی حجرہ کی دیواروں کومنہدم کرنے کاحکم دیا۔دیوارگرتے ہی قبر انورنظرآنےلگی ،ایک رومی معمارنصرانی ساتھیوں سے کہا کہ: پیغمبراسلام ﷺ کی قبر پرپیشاب کروں گا (والعیاذباللہ) اس کےساتھیوں نے اس کواس ناپاک ارادہ سے ہرچند منع کیا۔مگروہ ملعون نہیں مانا۔وہ ابھی اس ارادہ سے چلاہی تھا کہ اوپر سےایک پتھراس کے سر پرگرااوراس کامغزپاش پاش ہوکربکھرگیا۔یہ معجزہ دیکھ کربہت سےنصرانی معماراسی وقت مشرف بااسلام ہوگئے۔

بدبخت ابواسلام کا عبرتناک واقعہ

۶۶۵ہجری میں بصرہ کےایک گاؤں میں اللہ تعالیٰ کاایک بندہ مجمع عام میں مسواک کی فضیلت پر بیان کررہاتھا۔ کہ مسواک وضو میں مسنون ہے۔ سیدالمرسلین، خاتم النبیینؐ نے مسواک کرنے کی باربارتاکید فرمائی ، صحابہ کرامؓ کی یہ حالت تھی کہ مسواک کان مبارک پر قلم کی طرح رکھتے تھے۔جس وضومیں مسواک استعمال ہو اس وضو والی نماز کاثواب سترگنا زیادہ ہو جاتاہے مسواک پل صراط پر سے جلدی گزرنے میں معاون ہے۔ پروردگار کی خوشنودی کا باعث ہے۔ شیطان کوناراض کرتی ہے۔سب سے بڑی خوبی موت کے وقت شہادتیں کا یاد دلاناہے۔ جس کی ہر مسلمان مومن دلی آرزو رکھتاہےایسی ادائےمحبوب ہے جو اپنے اندربیش ازبیش فوائد رکھتی ہے۔

لوگو! اس سے غافل نہ ہونا جبکہ ہمیں فخر عالم ﷺ کی محبت کی پرتاثیر عقیدت کاحکم ہے۔ کہ آقائے دوجہاں کے ہرحکم پرسرتسلیم خم کرو۔ عقل میں آئے یانہ آئے تمام سامعین خاموشی سےتقریر سن رہے تھے مجمع سےایک بدبخت ابواسلام نامی اٹھ کرسنت محبوب کا مذاق اڑایااور علی الاعلان اپنی گندی زبان سے بکواس کرتارہا۔ بڑی ڈھٹائی سے کہنے لگا۔کہ میں مسواک کو اپنے مقعد (پاخانے کی جگہ)میں استعمال کروں گا، معاذاللہ۔ اس بےحیانے بھری محفل میں مسواک کواپنے پاخانے والی جگہ میں رکھ کرتھوڑی دیر بعد باہر نکال دیا، اس بے حیانہ حرکت کرنے پر نومہینے گزرے اس دوران اس کے پیٹ اور پاخانے کی جگہ میں برابر تکلیف رہتی تھی نویں مہینے اس کے پیٹ سےایک جانورنکلا جو چوہے سے مشابہہ تھا۔ اس کی شکل وصورت یہ تھی۔ کہ چارپاؤں تھے منہ مچھلی کی مانند چاردانت باہرکونکلے ہوئے، ایک بالشت لمبی دم، پچھلاحصہ خرگوش کی مانند، نکلنے کے بعد جانور زور سے چیخا، اس ہوش ربا چیز کوابواسلام کی لڑکی نے بھی دیکھا اس کی لڑکی

نے ایک پتھر سے اس جانور کا منہ کچل ڈالا۔ ابواسلام جانور کو جننے کے بعد دو دن زندہ رہا تیسرے دن یہ کہتے ہوئے مرا کہ: مجھے اس جانور نے قتل کر دیا ہے اس حیرت انگیز جانور کو اس اطراف کے بہت سے لوگوں نے دیکھا کتنوں نے اس جانور کو زندہ دیکھا اور بہت سوں نے مردہ دیکھا

گستاخِ رسول سلمان رشدی

سلمان رشدی کے بارے میں تحقیق کی جائے۔ تو یہ بات مانے آتی ہے۔ کہ یہ گستاخِ رسول اسی صفت کا حامل ہے یعنی سلمان رشدی بھی نطفہ ناتحقیق ہے۔ ملغون رشدی کا تعلق علی گڑھ اور لکھنوٴ سے رہا ہے۔اس کی ماں کا نام زہرہ بٹ ہے۔ ایک شریف انسان مسمی شاعل سے اس کی شادی ہوئی تھی۔ جسکا تعلق مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ معاشیات سے رہا ہے۔ اور وہ آج بھی علی گڑھ میں مقیم ہے سلمان رشدی کا نانا عبداللہ بٹ اجمل طبیہ کالج علی گڑھ کا ریٹائرڈ پرنسپل تھا ریٹائرمنٹ کے بعد اس نے اپنا شفاخانہ بارہ دری علی گڑھ میں کھولا تھا۔ عبداللہ لعنتی مرزا غلام قادیان کا پیروکار تھا۔ اور پاکستان بننے کے بعد اپنا ناپاک وجود لے کر اس پاک سرزمین پر آوارد ہوا۔ اور یہیں واصل جہنم ہوا۔ اس کی عیاش اور ناہنجار بیٹی زہرہ بٹ کراچی میں نام بدل کر روپوشی کی زندگی گزار رہی تھی۔ زہرہ بٹ کا سگا بھائی محمو د بٹ اب بھی لکھنوٴ میں ہے۔ اور یو پی کا چیف سیکریڑی بنا تھا۔ اس کی کوٹھی بٹ ہاوٴس کے نام سے میرس روڈ لکھنوٴ میں ہے۔ حالانکہ وہ اس کو ایک لالہ کے ہاتھ بیچ بھی چکا ہے۔ زہرہ بٹ کے شوہر انصاری گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ زہرہ بٹ اور شاغل جب کشمیر گھومنے گئے تو زہرہ بٹ جس کے جسم کی پیاس

کوئی نہیں بجھا سکتا تھا۔ ایک کشمیری کے بستر کو گرم کرنے لگی۔چھٹیاں گزارنے کے بعدوہ کشمیری بھی اس چترنی کے پیچھے آگیا۔

بعدازاں دونوں بھاگ گئے۔اوررنگ رلیاں مناتے رہے۔انہی رنگ رلیوں کے نتیجے میں سلمان رشدی کا نطفہ ناتحقیق وجود میں آیا۔شاعل نے اس کو اپنی اولاد ماننے سے انکار کردیا۔

زہرہ بٹ اور کشمیری عاشق جو ذلت اور رسوائی کا کھیل کھیلتے رہے تھے۔بدنامی کے باعث روپوش ہوگئے۔ بعد ازاں وہ انگلینڈ چلے جہاں ایک مادر پدر آزاد اور عیاشی کا ماحول میسر آیا۔ زہرہ بٹ جس کشمیری کے ساتھ رنگ رلیاں مناتی رہی۔ اور بعد ازاں سلمان رشدی کی شکل میں شیطان اعظم اپنی کوکھ میں پالتی رہی۔ اس نطفہ ناتحقیق کے ایس رشدی کے کالے کرتوتوں کا رہ غلیظ سمجھا جاتا ہے

ماخوذ:ملعون شیطان رشدی (مصنف الحاج جناب محمد حسین گوہر صاحب)

ملکہ وکٹوریہ کا انجام

ملکہ وکٹوریہ نے مرزا غلام احمد قادیانی سے دعویٰ نبوت کرا کے ہندوستان میں جھوٹی نبوت کا ڈرامہ رچایا تھا۔تاکہ جہاد کو حرام قرار دیا جاسکے اور مسلمانوں کا رخ مکہ مکرمہ و مدینہ سے موڑ کر قادیان کی جانب کردیا جائے ۔لیکن قادیان کی جھوٹی نبوت کی موجدہ ملکہ وکٹوریہ کا انجام دیکھو کہ اس کے انگلستان کے دو سکالرز بھائیوں نے دنیا کے سامنے اپنی ریسرچ پیش کی ہے کہ ملکہ وکٹوریہ حرامی تھی کیونکہ اس کی ماں کے ایک شخص کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے جس کے سبب وکٹوریہ کا نطفہ ناتحقیق وجود میں آیا۔

گستاخِ رسول پادری کا عبرتناک انجام

ہلاکو خان کے نام سے کون واقف نہیں ؟ تاریخ کے اس جابر تاتاری جنگجو حکمران کی ایک بیوی کا نام ظفر خاتون تھا۔ ظفر خاتون عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی تھی اوراس کی وجہ سے ہلاکوخان کے زیر تسلط علاقوں اور رعایا میں عیسائی کو خوب پھلنے پھولنے کاموقع مل رہا تھا۔عورتوں کی آڑمیں اپنے مذہبی عقائد کا پرچار کلیسا کا پرانا مشغلہ رہا ہے۔اورایسے کسی بھی موقع سے فائدہ اٹھانے سے اہل صلیب کم ہی چوکتے ہیں بہر کیف ہلاکوخان کی حکومت عیسائیت کے فروغ کے لئے ایک مظبوط سہارے کا کام دے رہی تھی۔ ایک دفعہ عیسائیوں کی کوششوں سے ہلاکوخان کے ایک اہم جنگی سردار نے عیسائیت قبول کرنے کا اعلان کردیا۔

یہ شخص حکومت وقت میں اتنے اہم کردار کا حامل تھا کہ پوری عیسائی دنیا میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اورکلیسا نے اس سردار کو عیسائیت میں خوش آمدید کہنے کے لئے باقاعدہ ایک تقریب جشن کا اہتمام کیا۔ اس تقریب میں شرکت کے لئے مرکزی کلیسا کے کئی پادری خصوصی نمائندے بن کرآئے۔تقریب کا آغاز ہواتو مختلف پادریوں نے باری باری اٹھ کر تقریریں کیں۔اور عیسائیت کے فضائل ومناقب بیان کئے۔ اسی دوران ایک پادری کی باری آئی۔تو اس بدبخت نے اپنی تقریر شروع کرتے ہی پیغمبر اسلام ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی شروع کردی۔اتفاق سے وہاں قریب ایک تاتاری سپاہی کا شکاری کتا بندھا ہوا تھا۔ اس کتے کے کان میں جب پادری کے الفاظ پہنچے تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ سخت طیش میں آگیا۔

اور پھراس نے رسی چھڑا کر پادری پرحملہ کردیا۔ لیکن عین اسی لمحہ لوگ آگے بڑھے اور پادری کو اس عذاب سے خلاصی دلوائی۔ اور کتے کو دوبارہ رسی سے باندھ دیا گیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر بعض لوگوں نے پادری سے کہا کہ تم نے ایک قابل احترام ہستی کے بارے میں نازیبا باتیں کیں اس لئے کتے نے تم پر حملہ کردیا۔ لیکن اس بدبخت کا اصرار تھا کہ میں چونکہ تقریر کے دوران اشارے کر رہا تھا۔ اس لئے کتا یہ سمجھا کہ میں

اس پر حملہ آور ہونے لگا ہوں۔ بس اس لئے اس نے مجھ پر حملہ کردیا۔ یہ کہہ کر پادری نے دوبارہ اپنی تقریر شروع کی اور کچھ دیر بعد پھر رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی شروع کی۔ادھر کتے نے دوبارہ یہ الفاظ سنے تو وہ پھر طیش میں آ گیا اور پھر اس نے اپنی رسی چھڑائی۔اور اس بد بخت پادری پر حملہ آور ہوگیا۔اب کی بار کتے نے اس کی گردن کو دبوچ لیا۔ اور اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ وہ بدطینت انسان تڑپ تڑپ کر مر نہیں گیا۔تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی گستاخی کرنے والے سے قدرت کا یہ انتقام دیکھ کر وہاں موجود چالیس ہزار افراد نے فوراً ہی اسلام قبول کرلیا۔

ابولہب کی گستاخی اور اس کا عبرتناک انجام

ابو لہب کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے والد جناب عبداللہ کا علاتی بھائی تھا۔ یعنی دونوں کا باپ ایک ہی تھا۔اعلان نبوت سے قبل اس کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کا نکاح بھی آپ کی صاحبزادیوں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ لیکن اعلانِ نبوت سنتے ہی وہ بدترین دشمن بن گیا۔ نبی کریمؐ کی دشمنی میں اس کا کردار اس حد تک شرمناک ہوگیا۔کہ عہدِ رسالت کے اعدائے اسلام میں ابولہب وہ واحد شخص ہے جس کا نام لے کر اللہ تعالیٰ نے سورۂ لہب میں اپنے غصہ کا اظہار فرمایا۔

ابولہب آپ کے دوسرے چچاؤں کی نسبت مختلف تھا۔ یہ شروع اسلام سے لے کر موت تک، آپؐ کا سخت مخالف تھا۔ابولہب اور اسکے بیٹے عتبہ اور عتیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے سخت دشمن تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی دو صاحبزادیاں رقیہ اور

اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہن ابولہب کے دونوں بیٹوں کے نکاح میں تھیں۔ ابولہب نے دونوں بیٹوں کو ڈرا دھمکا کر طلاق دلوادی۔

عناد کی انتہا ہوگئی تھی کہ جب نبی کریمؐ کبھی بازار میں لوگوں کو " لاالٰہ الااللہ " کی دعوت دے رہے ہوتے تو یہ پیچھے سے آپ پر پتھر برساتا اور کہتا : لوگو! یہ شخص (معاذاللہ) کذاب ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی توہین و تذلیل کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ ابولہب مکہ میں آپؐ کا ہمسایہ بھی تھا۔ دوسرا ہمسایہ عقبہ بن ابی بن معیط تھا۔ آپؐ کا گھر ان دونوں کے درمیان تھا۔ یہ لوگ گھر میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو چین نہ لینے دیتے۔ آپؐ کبھی نماز پڑھ رہے ہوتے تو یہ آپؐ کے اوپر بکری کی اوجھڑی پھینک دیتے۔ اور کبھی ہنڈیا میں غلاظت پھینک دیتے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلّم پر قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت مبارک نازل ہوئی :

" و انذر عشیرتک ا لا قربین "

ترجمہ: اپنے قریبی رشتے داروں کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے عذاب سے ڈراؤ۔ "

تو آپؐ نے تمام کفار قریش کو کوہِ صفاء کے دامن میں جمع کرکے اعلان فرمایا:

"ایھا ا لنا س قولو لا الہ الا اللہ تفلحوا ."

اللہ تبارک و تعالیٰ کا عذاب آنے سے پہلے میں تمہیں خبردار کرتا ہوں اگر ایمان اور توحید اختیار نہیں کروگے تو اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب میں مبتلا ہوجاؤ گے۔

اس مجمع میں آپ کا چچا ابو لہب بھی موجود تھا۔ اس نے آپؐ کی بات سن کر اپنے ہاتھ جھٹکے اور کہا: " الھذا جمعنا تبا لک " تیرے لئے ہلاکت ہو۔ کیا تو نے اس

بات کے لئے ہمیں بلایا تھا ؟ پھر گالیاں دیتا ہوا اور بُرا بھلا کہتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہوئی۔ ابولہب کی اس ناشائستہ حرکت کے جواب میں پوری سورۂ لہب نازل فرمائی۔ اس میں ابولہب کی ذہنیت کی مذمت بیان کی گئی۔

ابولہب کی عبرتناک موت

قرآن نے تو پیشنگوئی فرمادی تھی کہ یہ بدبخت ابو لہب جن ہاتھوں سے رسول اللہ ؐ کو پتھر مارتا ہے ، عنقریب دیکھ لوگے کہ وہ خود بھی ہلاک ہوگا۔ اور اس کے یہ دونوں ظالم ہاتھ بھی تباہ ہوں گےاور اس کا مال و دولت اور بیٹے بھی کچھ کام نہیں آئیں گے۔ چنانچہ ابو لہب کا انجام یہ ہوا۔کہ خود جنگ میں شریک نہ ہوا بلکہ مکہ کے دستور کے مطابق اپنی جگہ عاص بن ہشام کو بھیج دیا اور خود مکہ میں رہ کر لڑائی کے نتیجے کا انتظار کرتا رہا۔ ابھی تک لوگ بدر سے واپس نہ آئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ابولہب کو ذلت کی موت دی۔ کہ اسے طاعون کی بیماری لاحق ہوئی، چونکہ یہ موذی بیماری ہےاس لئے بیماری شروع ہوتے ہی ابولہب کے بیٹوں میں سے کوئی قریب نہ جاتا تھا۔ وہ اسی کربناک حالت میں پڑے پڑے مر گیا۔، مرنے کے بعد تین دن تک کوئی بھی اس کی لاش کے قریب نہ گیا۔ بالآخر حبشی غلاموں کو کرائے پر حاصل کیا گیا۔ جو اس کی لاش کو لکڑی کے سہارے ایک گڑھے تک لے گئے۔ اس کے بعد گڑھے میں لڑھکا کر اوپر سے پتھر ڈال دیئے۔

عتبہ بن ابی لہب کا عبرتناک انجام:

عتبہ جس نے باپ (ابو لہب) کے کہنے پر حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو طلاق دی تھی، اس نے بارگاہ رسالت میں گستاخی اور بدتمیزی کی انتہا کردی۔ ایک دن وہ آپؐ کے پاس آیا اور گستاخانہ لہجے میں قرآن حکیم کی بعض آیات کا انکار کیا۔ آپ کی طرف تھوکا (جو آپؐ پر پڑا نہیں) یہ حرکت آپ کے لئے سخت رنج کا باعث ہوئی اور آپ نے دعا کی : ؎ **اللھم سلط علی عتبہ کلبا من کلابکؐ**

الٰہی ! اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو مسلط کردے۔۔۔

اس واقعہ کے چند دن بعد عتبہ اپنے باپ کے ساتھ ایک تجارتی قافلے میں شام کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں قافلے نے شب گزاری کے لئے ایک ایسی جگہ قیام کیا، جہاں اس علاقے کے باشندوں نے بتایا کہ راتوں کو اکثر جنگلی درندے آتے ہیں، اس پر قافلے والوں نے عمومی طور پر بھی قافلے کی حفاظت کا اچھی طرح انتظام کیا۔ اور ابولہب کی خواہش پر عتبہ کی حفاظت کا خاص انتظام اس طرح کیا۔ کہ اس کے گرد اپنے اونٹ بٹھا دیئے اور پھر سب لوگ اطمینان سے سوگئے خدا کا کرنا رات کو ایک شیر آیا اور اونٹوں کے درمیان سے گزر کر عتبہ کو چیر پھاڑ کر کھا گیا۔

عامر بن طفیل اور اربد بن قیس کا انجام

عامر بن طفیل اور اربد بن قیس اپنے قبیلوں کے سردار تھے۔ عامر کے قبیلے والوں نے اسے اسلام قبول کر لینے کا مشورہ دیا۔ کیونکہ اور بہت سے لوگ اسلام قبول کر چکے تھے۔ لیکن عامر بضد رہا اس کا کہنا تھا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں لوگوں کو مسلمان ہونے سے منع کرنے کے لئے ان کے تعاقب

سے کبھی بھی باز نہ آؤں گا، تا آنکہ پوراعرب میری پیروی نے کرے۔ اور تم ہو کہ مجھے قبیلہ قریش کے اس نوجوان (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ و سلّم) کے نقشِ قدم پر چلنے کا مشورہ دیتے ہو ؟ تب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و سلّم کو نعوذ باللہ قتل کرنے کی قسم کھائی۔ ایک روز عامر نے اپنے دوست اربد بن قیس سے کہا: اس آدمی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے نعوذ باللہ خلاصی حاصل کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ آؤ چلیں اور یہ کام کر آئیں، عامر نے ایک منصوبہ بنایا۔ اپنے دوست کو سمجھایا کہ عامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلّم کو گفتگو میں مصروف رکھے گا جس دوران میں وہ (اربد) تلوار سے ان کے سر پر وار کرے گا۔

جب وہ رسول اللہؐ سے ملے تو عامر نے پوچھا کہ کیا وہ ان سے تخلیہ میں بات کر سکتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم نے انکار کر دیا یہ کہتے ہوئے کہ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے کہ عامر مسلمان ہو جائے۔ کیونکہ یہ رعایت خا ص مسلمانوں کو دی جاتی ہے۔ اس کے باوجود عامر اپنی بات منوانے کی خاطر رسول اللہؐ کو گفتگو میں الجھائے رکھنے کی کوشش میں رہا تاکہ اپنے دوست کو متفقہ منصوبہ عمل میں لانے کے قابل بنا سکے۔لیکن اربد نے کوئی اقدام ہی نہ کیا اور منصوبہ ناکام رہا۔ مایوسی کے عالم میں عامر نے جاتے جاتے غصے میں رسول اللہؐ کو یہ کہتے ہوئے دھمکی دی: قسم اللہ کی ! میں تمہارے خلاف تمام سوار اور پیادے جمع کر لاؤں گا اور تمہاری نبوت کی سب نشانیاں مٹادوں گا راستے میں وہ اربد پر غیض وغضب کی حالت میں تھا۔عامر شعلے برساتے ہوئے کہہ رہا تھا، لعنت ہو تم پر اربد ! تم نے متفقہ منصوبے پر عمل کیوں نہ کیا ؟ اربد نے عامر کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی اور پھر جواز پیش کیا کہ جب بھی اس نے کوشش کی اسے صرف عامر کا چہرہ ہی نظر آیا بوکھلائے ہوئے اور بد حواس اربد نے عامر سے سوال کیا ؟ کیا مجھے تمہارے سر پر

تلوار سے وارکرنا تھا؟ لیکن محمدﷺ عامر کی بد سلوکی سے بےحددل برداشتہ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے ۔کہ وہ عامرکو سزا دےاور برباد کردے، پھر آپؐ نے اس شریر آدمی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی اور اس دشمن دین سے دنیا کو خلاصی دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے استدعا کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلّم کے دعا فوری طور پر قبول ہوئی واپسی پر عامرکو طاعون نے آلیا اور وہ بدنامی میں مرا۔ جب کہ اربد کو آسمانی بجلی نے غارت کردیا۔

خالد بن سفیان الہز لی

خالد بن سفیان الہز لی اسلام کا بدترین دشمن تھا۔وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو گالی دیا کرتا اور لوگوں کو آپؐ کے خلاف اُکساتا۔ جب وہ رسول اللہؐ کے مخالف مہم چلانے کے لئے نخلہ یا بقول دوسروں کے عرینہ جانے کے لئے روانہ ہوا تو رسول اللہؐ نے عبداللہ بن انیس کو خالد الہز لی کا قصہ تمام کرنے کے لئے مامور فرمایا۔

عبداللہ بن انیس بیان کرتے ہیں :

" رسول اللہؐ نے مجھے بلادیا اور کہا کہ انہوں نے خالد بن سفیان الہز لی کے نخلہ میں ایک لشکر جمع کرکے حملہ کرنے کی خبر سنی ہے۔ پھر رسول اللہؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں جاکر اس کو ختم کردوں۔ میں نے رسول اللہؐ سے اس کا حلیہ بتانے کی درخواست کی، انہوں نے فرمایا۔ اگر تم اس کو دیکھ پاؤ گے تو وہ تمہیں شیطان کی یاد دلائیگا۔مزید یہ کہ وہ ہر وقت کانپتا رہتا ہے۔

ایک تلوار سے لیس ہو کر میں اس کی تلاش میں نکلا جب میں نے اس کو دیکھا تو عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ اس لئے میں نے پہلے عصر کی نماز ادا کرنے کا فیصلہ کر لیا نماز ختم کرنے کے بعد جب میں نے اسے دیکھا تو ہو بہو جیسے رسول اللہؐ نے فرمایا تھا ویسے کانپ رہا تھا۔ اس کے ارد گرد خواتین کا ایک گروہ تھا۔ جب اس نے

مجھے دیکھا تو مجھ سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ جس کے جواب میں اپنی اصل شناخت چھپاتے ہوئے میں نے کہا کہ میں ایک عرب ہوں، میں نے سنا ہے کہ خالدالہزلی ایک فوج جمع کررہا ہے ایک ایسے شخص کے خلاف جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کا اعلان کرچکا ہے میں اسی فوج میں شامل ہونے کے لئے آیا ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ فی الواقع وہ ایک ایسی فوج جمع کررہا ہے میں کچھ دیر اس کے ساتھ چلتا پھرتا رہا۔ اور جیسے ہی موقع ملا، میں نے تلوار سے وار کرکے اس کو موت سے ہمکنار کردیا۔ اپنے مامور مقصد کی تکمیل کے بعد میں نے تیزی سے راہِ فرار اختیار کی جب کہ اس کی عورتیں اس کی لاش پر بین کررہی تھیں۔ جب میں رسول اللہؐ کے خدمت میں واپس ہوا تو آپؐ نے مجھے دیکھ کر کہا:

عبداللہ! جس نے اپنے مقصد مامور کی تکمیل کی۔

میں نے رسول اللہؐ کو بتایا کہ میں اسے موت کی نیند سلا دیا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: تم فی الواقع سچ کہہ رہے ہو۔

عقبہ ابن ابی معیط اور اس کا انجام

ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم حرم مکہ میں تشریف لائے۔ کفار نے کسی بت کا نام پر اونٹ ذبح کیا تھا۔ اس کی گوبر اور خون آلود اوجھڑی وہاں پڑی تھی، ابوجہل نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج یہ اوجھڑی لا کر کون محمدؐ کی پیٹھ پر رکھے گا؟ ناہنجار کمینہ صفت عقبہ بن ابی معیط شیطانی انداز میں کندھے مٹکاتے ہوئے کہنے لگا: آج یہ کام میں سر انجام دوں گا۔ وہ اٹھا گوبر اور خون میں لت پت اوجھڑی اٹھائی۔ رسول اللہؐ جب سجدہ کی حالت میں تھے، آپ کی پیٹھ پر رکھ دی۔ یہ

منظر دیکھ کر ابوجہل اور اس کے ساتھی کھلکھلا کر ہنسنے لگے۔ان شیاطین کی ہنسی ضبط نہیں ہورہی تھی قہقہے لگاتے ہوئے لوٹ پوٹ ہورہے تھے۔ جب حضرت فاطمۃالزہرا رضی اللہ عنہا کو اس اندوہناک واقعے کا علم ہوا تو دوڑتی ہوئی آئیں اوجھڑی اٹھا کر دور پھینکی اور اپنے معصوم ہاتھوں سے اپنے ابا جان کے بدن کو دھویا اور صاف کیا۔ جوش محبت و احترام میں ان شیاطین کو خوب سنائیں، جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نماز سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے حضور یہ التجا کی:

" الٰہی ! ابو جہل بن ہشام، شیبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ابی معیط اور امیہ بن خلف کو اپنے شکنجے میں جکڑ لے "۔

یہ شیاطین غزوۂ بدر میں موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے تھے۔ لیکن عقبہ بن ابی معیط کو قیدی بنا کر شاہ امم سلطان مدینہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپؐ نے اسے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس نے کانپتے ہوئے پوچھا :

" میرے بچوں کا انجام کیا ہوگا "

فرمایا جہنم۔

پوچھا کیا مجھے قریشی ہونے کے باوجود قتل کردیا جائے گا۔

فرمایا: ہاں ! پھر آپ نے صحابہ کرامؓ کی طرف نگاہ اٹھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کیا تمیں معلوم ہے کہ اس نانہجار کا جرم کیا ہے؟ اس نے ایک مرتبہ میری گردن پر پاؤں رکھ کر پورے زور سے دبایا، جب کہ میں حرم کعبہ میں سجدے کی حالت میں تھا، مجھے یوں محسوس ہوا کہ میری آنکھیں ابھی باہر آجائیں گی۔دوسری مرتبہ سجدے ہی کی حالت میں اس بدبخت نے میری کمر پر خون اور گوبر سے لتھڑی ہوئی اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی۔ جسے فاطمہ رضی اللہ عنہا بیٹی نے آکر اٹھایا اور میرے جسم کو پانی صاف کیا۔

عقبہ بن ابی معیط کو حضرت عاصم بن ثابت نے واصل جہنم کیا۔ رسول اللہؐ نے عقبہ کی لاش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

تم کتنے قبیح اور غلیظ تھے خدا کی قسم ! میں نے تم سے زیادہ کفر گو انسان نہیں دیکھا۔ آج میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں ، جس نے تمہیں موت دے کر تمہاری کافرانہ کرتوتوں سے مجھے آزاد کیا۔

گستاخانِ رسول کائنات کے بدترین اور غلیظ ترین انسان

ایک مرتبہ ایک صحابی رسول کریمؐ کے خدمت میں حاضر ہوکر فرمایا ۔ کہ آپؐ کائنات کے عظیم ترین اور خوبصورت ترین انسان ہیں۔ تھوڑی دیر بعد ایک کافر آئے اور کہا کہ آپؐ (نعوذ باللہ) بد صورت ہیں۔

آپؐ نے کسی کے عرض کرنے پر فرمایا کہ میرا چہرہ مبارک آئینے کی مانند ہے جس میں ہر آدمی کو اپنی صورت نظر آتی ہے۔ کافر کائنات کا بدترین اور بدصورت آدمی ہے اس لئے کافر نے مجھے بدصورت کہا اور میرے صحابیؓ خود خوبصورت اور خوب سیرت ہوتے ہیں اسلئے وہ مجھے عظیم ترین اور خوبصورت ترین فرمارہے ہیں۔

اسی طرح گستاخانِ رسول کائنات کے بد ترین انسان ہیں اسلئے وہ لوگ رسول کریمؐ کے شان میں گستاخی کے مرتکب ہوئے۔ اور دنیا کے تمام مسلمان مرد اور عورتیں عظیم ترین انسان ہیں اسلئے ان کے دلوں میں رسول اللہؐ کی عظمت موجود ہے۔

رسالت کی روشنیاں

مغضوب قوم یہودی اور اُن کے صلیبی ایجنٹ اپنی شیطانی حرکات کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کے مقام رفیع کو نہیں گھٹا سکتے۔ اگر کوئی احمق اور ناداں چاند پر تھوکنے کی کوشش کرے۔ تاکہ چاند کی خوبصورتی

اور روشنی ماند پڑ جائے تو اُسکا اپنا منہ گندہ ہوگا۔ اور اگر سورج کو بےنور کہے۔ یا اُس کی کرنوں کو روکنا چاہے۔تو یہ اُسکا پاگل پن ہوگا۔اُس سے سورج پر کوئی فرق نہیں پڑیگا۔

اسی طرح آپ ﷺ کی عظمت کو کوئی اپنی شیطانی حرکات کے ذریعے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔غیر مسلم ہمیشہ اس امر کی کوشش کرتے رہے کہ وہ نورحق کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کفار کی اس مذموم کوشش کو کبھی بھی کامیاب نہیں ہونے دیگا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

واللہ متم نورہ و لو کرہ الکٰفرون

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے۔ خواہ یہ بات کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔

مولانا ظفر علی خان نے اس قرآنی حقیقت کو یوں بیان کیا ہے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

علامہ اقبالؒ اپنے ایک شعر میں یوں بیان کیا ہے۔

لوح بھی تو، قلم بھی تو تیرا وجودالکتاب
گنبدآبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

قرآن مجید کی رو سے گستاخانِ رسول کی سزا

بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ دنیا اور آخرت میں ۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پارہ ۲۳

غزوہ تبوک کو جاتے ہوئے منافقوں نے تخلیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے خلاف شان میں کچھ کہا جب ان سے اس کی وضاحت پوچھی گئی تو وہ عذر کرنے لگے۔ اور بولے ہم تو یونہی آپس میں ہنستے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا " تم کہو کیا اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول سے ہنستے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد " پارہ ۱۰

ان آیات سے ثابت ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی شان اقدس میں گستاخی بھی کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن) میں رسول اللہ کو ایذا پہنچانا حرام فرمایا ہے۔ اور تمام امت اس پر متفق ہے کہ مسلمانوں میں سے جو کوئی رسول اللہ ﷺ کی شان تنقیص کرے اور جو کوئی حضور ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دے اس کو قتل کردیا جائے۔

و طعنو فی دینکم فقا تلو ا ئِمة ا لکفر

مذکورہ بالا آیت کریمہ سے حضرات مفسرین کرام نے مندرجہ ذیل احکامات پر استدلال فرمایا ہے۔

جو شخص حضور ﷺ کی گستاخی یا تنقیص کرے۔ یا دینِ اسلام میں طعنہ زنی کرے۔اس آیت کی رو سے وہ مستحق قتل ہے۔ چنانچہ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تفسیر ابن کثیر میں فرماتے ہیں۔کہ:

" و من ھاھنا ا خذ قتل من سب ا لرسول صلوٰت اللہ و سلامه علیه او من طعن فی دین ا لا سلام او ذ کره بتنقص "

اس آیت سے علماء نے یہ بات اخذ کی ہے کہ جو شخص حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرے یا دین میں عیب جوئی کرے یا آپ ﷺ کا ذکر اہانت سے کرے تو اسے قتل کردیا جائے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کریمہ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضورؐ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ عام لوگوں سے تو درگزر فرمایا کرتے تھے لیکن جو بد بخت دین اسلام میں طعنہ زنی کرتا یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذاء دیتا تو اس کے خون کو آپ ﷺ ہدر فرمایا کرتے تھے

اسی آیت کی تفسیر میں امام لیث رحمۃ اللہ علیہ اس مسلمان کے لئے فرماتے ہیں جو نبیؐ کی توہین کرتا ہے کہ اسے نہ مہلت دی جائے گی اور نہ ہی توبہ کا کہا جائے گا بلکہ اسی جگہ قتل کر دیا جائے گا اگر یہود و نصاریٰ ایسا کریں تو ان کا بھی یہی حکم ہے۔

گستاخانِ رسول کی سزا احادیث کی روشنی میں

قرآن و حدیث اور اس کی روشنی میں تصریحات آئمہ دین کے مطابق اس پر اجماع امت ہے کہ توہین رسول کی سزا صرف اور صرف قتل ہے۔توہین رسالتؐ کرنے والا مسلم ہو یا غیر مسلم، عورت ہو یا مرد، قطعی اور یقینی طور پر جرم ثابت ہو جانے پر مستوجبِ قتل ہے۔

کعب بن اشرف کی سزا

کعب بن اشرف ایک یہودی شاعر تھا وہ اپنے اشعار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اور مسلمانوں کی ہجو بیان کرتا تھا صحیح بخاری میں روایت ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ کعب بن اشرف کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کون ہے کہ کعب بن اشرف کے قتل کے لئے آمادہ ہو۔ کیونکہ اس نے اللہ اور اسکے رسولؐ کو ایذا پہنچائی ہے۔ پس محمد بن مسلمہؓ کھڑے ہوگئے اور عرض

کیا یا رسول اللہ کیا آپؐ کو یہ پسند ہے کہ میں اس خبیث کو قتل کردوں ؟
آپ ﷺ نے فرمایا ہاں !

تو حضرت محمد بن مسلمہ کے ساتھ چار اور جانثار صحابی ابو نائیلہ مستکان بن سلامہؓ عباد بن بشرؓ حارث بن اوس بن معادؓ حضرت ابو عبش بن جبرویۃ حکم تعمیل کرتے ہوئے روانہ ہوگئے۔ انہوں نے شاتم رسول کعب بن اشرف کے مکان پر پہنچ کر اس کو قتل کردیا۔ اور اس کا سر کاٹ کر لے آئے اور حضور پاک ﷺ کے قدموں کے پاس زمین پر رکھ دیا۔

ابن خطل کی سزا

ابن خطل رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلّم کے ہجو میں شعر کہہ کر شانِ رسول کی توہین و تنقیص کیا کرتا تھا۔ اس نے دو گانے والی لونڈیاں اس لئے رکھی ہوئی تھیں کہ وہ حضور نبی کریمؐ کی ہجو میں اشعار گایا کریں اور ان سے کہتا محمدؐ کی مذمت کے اشعار سناؤ اور وہ لونڈیاں رسول اللہ ﷺ کی شان میں توہین و مذمت کے اشعار گا کر سناتیں۔ جب حضور نبی کریمؐ نے مکہ فتح کیا یہ شخص اپنی جان بچانے کی خاطر کعبۃ اللہ کے غلاف کے ساتھ لپٹ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم جس وقت طواف کعبہ میں مشغول تھے ایک صحابی نے اسے دیکھ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپؐ کی شان میں توہین کرنے والا یہ ابن خطل ہے اور غلاف کعبہ سے لپٹا ہوا ہے آپؐ نے فرمایا: اقتلوہ: اسے قتل کردو۔ تو ابن خطل کو غلاف کعبہ سے نکال کر باندھا گیا اور مسجد حرام میں مقام ابراہیم علیہ السلام اور زمزم کے درمیان اس کی گردن کاٹ دی گئی۔

ایک نابینا شخص کی بیوی کی سزا

ایک اندھے شخص کی ایک باندی تھی جو نبی کریم ﷺ کو گالیاں دیتی تھی۔ اور آپ

ﷺ کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی وہ نابینا اسے روکتا مگروہ باز نہ آتی۔ اور وہ اسے ڈانٹتا مگر اس پر ڈانٹ کا کوئی اثر نہ ہوتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ پھراس نے رات کو آپ ﷺ کے خلاف زبان درازی شروع کی اور گستاخی کرنے لگی۔تو اس نابینا نے ایک خنجر لیا اور اس باندی کے پیٹ میں پیوست کردیا۔ اوراسے خوب دبادیا یہاں تک کہ وہ مرگئی۔ صبح جب اس بات کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا گیاتو آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع کیااور فرمایا میں اس آدمی کوقسم دیتاہوں جس نے جوکچھ کیااوراس پر میرا حق ہے کہ وہ کھڑاہوجائے۔ وہ نابینا آگے بڑھا اور حضور ﷺ کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ اور عرض کرنے لگا کہ یارسول اللہ !میں اس کا قاتل ہوں وہ آپ کو گالیاں دیتی تھی اور گستاخیاں کرتی تھی میں اس کوروکتامگر وہ باز نہ آتی اور میں اس کو ڈانٹتا مگراس پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ میرے اس سے دو موتیوں جیسے بیٹے ہیں اور وہ میری رفیقہ حیات تھی پچھلی رات وہ دوبارہ آپ ﷺ کے خلاف بکواس کرنے لگی اور زبان درازی شروع کی میں نے خنجر لیا اور اس کے پیٹ میں گھونپ دیا۔اورخوب دبایایہاں تک کہ وہ مرگئی۔ یہ بات سن کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایاکہ "تم گواہ رہوکہ اس کاخون ہدر (رائیگاں) ہے۔

قبیلہ خطمہ کی ایک عورت

قبیلہ خطمہ کی ایک عورت نے آپ ﷺ کی شان میں بدگوئی کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا " کون ہے جواس عورت سے میرا بدلہ لے ؟ حضرعمیرعدی رضی اللہ عنہ کھڑا ہوا اور کہا : یا رسول اللہ ﷺ ! میں آپ ﷺ کا بدلہ لوں گا پس وہ اٹھا اور اس عورت کو قتل کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت عمیربن عدی رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر مسرت کا اظہار فرمایاتھااورآپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا کہ: **اذا حببتم ان تنظرو**

الیٰ رجل نصرالله و رسوله بالغیب فانظرو ! الی عمیر بن عدی اگر ایسے آدمی کو دیکھنا پسند کرتے ہو جس نے غائبانہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی مدد کی ہے تو عمیر بن عدی کی طرف دیکھو۔

ابورافع یہودی کی سزا کا واقعہ

ابواسحاق حضرت براء بن عازب ؓ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ:حضور ﷺ نے ابورافع یہودی کی طرف انصار کے کچھ لوگوں کو بھیجا اور حضرت عبداللہ بن عتیک ؓ کوان پر امیر مقرر فرمایا، ابورافع آپ ﷺ کو اذیت دیتا اور آپ ﷺ کے خلاف آپ ﷺ کے دشمنوں کی مدد کرتا تھا۔ اور وہ حجاز کی سرزمین پر اپنے ایک قلعہ میں رہا کرتا تھا۔جب یہ صحابہ اس کے قریب ہوگئے تو سورج غروب ہو چکا تھا۔

اور لوگ شام کو واپس آرہے تھے حضرت عبداللہ ؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم یہاں بیٹھو اور میں چلتا ہوں اور قلعہ کے دربان کے لئے کوئی حیلہ کرتا ہوں شاید کہ میں قلعہ میں اندر داخل ہوسکوں تو آپ آگے بڑھے یہاں تک کہ دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ اوراپنے اوپر چادر کو لپیٹا اور یوں بیٹھ گئے گویا قضائے حاجت کررہے ہیں۔ اور لوگ داخل ہو چکے تھے۔ دربان نے آپ کو آواز دی کہ اے اللہ کے بندے! اگر تو اندر داخل ہونا چاہتا ہے تو داخل ہوجا میں دروازہ بند کرنے والا ہوں۔پس میں داخل ہوا اور چھپ گیا اور پھر جب سارے لوگ داخل ہوگئے تو دربان نے دروازہ بند کیا۔اور چابیاں ایک کیل کے ساتھ لٹکا دی حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں کھڑا ہوگیا چابیاں لیں اور دروازہ کھولا اور ابورافع کے پاس رات کو قصہ گوئی ہوتی تھی۔ اور وہ بالائی منزل میں تھا۔ پس جب اس کے پاس سے قصہ گوئی ہوتی تھی اور وہ بالائی منزل میں تھا۔پس جب اس کے

پاس سے قصہ گوئی کرنے والے رخصت ہو گئے تو میں اس کی طرف چڑھا، میں جو بھی دروازہ کھولتا اس کو اندر کی طرف سے اپنے پیچھے بند کر دیتا تھا میں نے دل میں کہا اگر یہ لوگ مجھ پر مطلع بھی ہو گئے تو مجھ تک ان کے پہنچنے سے پہلے ہی میں اس کو قتل کر سکوں جب میں اس تک پہنچ گیا۔تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک اندھیرے کمرے میں اپنے گھر والوں کے درمیان سویا ہوا تھا۔اور یہ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ کمرے میں کہاں ہے؟ میں نے آواز دی کہ اے ابو رافع! وہ کہنے لگا کہ کون ہے؟ پس میں اس کی آواز کی طرف گیا اور تلوار سے اس کو ایک ضرب لگائی، میں حیران تھا کہ کوئی کام نہ کر سکا۔اس نے ایک چیخ ماری تو میں کمرے سے نکل گیا۔کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد دوبارہ داخل ہو گیا اور خیر خواہانہ انداز میں کہا کہ اے ابو رافع یہ آواز کیسی تھی؟ وہ کہنے لگا کہ تیری ماں کے لئے ہلاکت ہو! ابھی کچھ دیر پہلے کمرے میں مجھے کسی نے تلوار سے مارا ہے۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس پر تلوار کا دوسرا وار کیا۔ یہاں تک کہ میں نے اسے خون آلود کر دیا۔ لیکن قتل نہ کر سکا۔پھر میں نے تلوار کو اس کے پیٹ میں گھونپ دی یہاں تک کہ اس کی کمر کو کاٹتے ہوئے نکل گئی۔پس میں نے جان لیا کہ میں اس کو قتل کر چکا ہوں میں ایک ایک دروازہ کھولتا گیا۔یہاں تک کہ میں سیڑھی پر پہنچ گیا میں چاندنی رات میں گر گیا۔اور میرا پاؤں ٹوٹ گیا۔میں نے ٹوٹے ہوئے پاؤں کو عمامہ سے باندھا۔پھر میں چلا۔یہاں تک کہ میں قلعہ کے دروازے پر بیٹھ گیا۔اور میں نے کہا کہ رات کو نہیں جاؤں گا جب تک کہ صبح خود اس کی موت کی آواز نہ سنوں جب صبح ہو گئی اور مرغ نے آذان دی تو موت کا پیغام سنانے والا دیوار پر کھڑا ہو گیا۔ اور کہا کہ میں ابو رافع کی موت کی خبر دے رہا ہوں جو کہ اہل حجاز کا تاجر تھا پھر میں اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اوران سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ابو رافع کو ہلاک کر دیا۔ پھر میں حضور ﷺ کے پاس آ گیا اور آپ کے سامنے سارا واقعہ عرض کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنا پاؤں پھیلاؤ! میں نے پاؤں پھیلایا۔تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اسے مسح فرمایا اور حضور ﷺ کے دست مبارک کی برکت کی وجہ سے ایسا ٹھیک ہو گیا گویا اس

میں کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں تھی۔

ایک بوڑھے شخص کی سزا

بنوعمرو بن عوف میں ابوعفک ایک بوڑھا تھا اور وہ بہت عمر رسیدہ ہو چکا تھا۔جس وقت حضورؐ مدینہ منورہ تشریف لائے۔اس وقت اس کی عمر ایک سوبیس برس تک پہنچ چکی تھی اس نے اسلام قبول نہیں کیا۔اور لوگوں کو آپ ﷺ کی دشمنی پر ابھارتا تھا جب آپ ﷺ بدر کو تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کامیابی اور کامرانی سے سرفراز فرمایا۔تو اس ابو عفک کو اس سے بہت حسد ہوا اور وہ سرکشی کرنے لگا۔ اور اس نے بدنام زمانہ قصیدہ کی صورت میں انتہائی بدگو ہفوات بکیں حضرت سالم بن عمیرؓ فرمانے لگے کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے نذر مانتا ہوں کہ میں ابوعفک کو قتل کروں گا۔ یا خود مر جاؤں گا پھر وہ موقع کی تلاش میں رہنے لگا یہاں تک کہ ایک رات گرمی تھی اور ابوعفک گرمی میں قبیلہ بنوعمرو بن عوف میں گھر کے صحن میں سویا ہوا تھا حضرت سالم بن عمیرؓ آئے اور اس بدبخت کے جگر پر تلوار رکھ کر اس کو اتنے زور سے دبایا کہ تلوار اس سے آر پار ہوگئی اور یہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ایک زوردار چیخ مارتے ہوئے جہنم رسید ہوا،اس کے حمایتی اس کی طرف دوڑتے ہوئے بڑھے اور اسے گھر لے جا کر دفن کیا۔اور کہا اسے کس نے قتل کیا ہے؟ بخدا اگر ہمیں اس کے قاتل کا پتہ معلوم ہو جائے تو ہم اسے ضرور قتل کر ڈالیں گے۔

گستاخِ رسول کو قتل کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ عبادت بھی ہے۔

ایک گستاخ نصرانی کی سزا

ایوب بن یحییٰ سے روایت ہے کہ وہ عدن کی طرف گئے تو ان کے پاس ایک ایسے نصرانی آدمی کا فیصلہ لایا گیا جو آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔انھوں نے اس سلسلہ

میں لوگوں سے مشورہ طلب کیا تو عبدالرحمان بن یزید صنعانی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں مشورہ دیا کہ اسے قتل کردیں چنانچہ اسے قتل کیا گیا پھرایوب بن یحیٰی نے یہ پوراواقعہ عبدالملک کی طرف لکھ کر بھیجا تواس نے جواباً لکھ کراس قضیہ کی تحسین کی۔

گستاخِ رسول جن کا عبداللہ نامی جن کے ہاتھوں عبرتناک انجام:

عامر بن ربیعہ سے ابونعم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور دوسرے محدثین نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔

"ایک مرتبہ مکہ کے پہاڑ ابوقیس سے بلند آواز کے ساتھ چند اشعار اسلام کی بُرائی میں سنے گئے، یہ جن کی آواز تھی اس میں یہ مضمون بھی تھا کہ مسلمانوں کو مار ڈالو۔ شہر سے بت پرستی مت چھوڑو، کفار بہت خوش ہوئے اور اتر کر کہنے لگے۔ کہ غیب سے بھی مسلمانوں کو قتل کرنے اور شہر بدر کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بڑا صدمہ ہوا۔ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ تم اطمینان رکھو یہ آواز "مسعر" نامی جن کی تھی،۔ بہت جلد اللہ تعالیٰ اس کو سزا دیگا۔

تیسرے دن آپؐ نے مسلمانوں کو خوشخبری دی۔ کہ آج بہت جن مسیح نامی میرے پاس آکر مسلمان ہوا اور میں نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔ اس نے مجھ سے "مسعر" کو قتل کرنے کی اجازت چاہی اور میں نے اجازت دے دی۔ آج "مسعر" مارا جائے گا۔ مسلمان خوش ہوکر انتظار میں تھے۔

شام کے وقت اسی پہاڑ سے چند اشعار بلند آواز کے ساتھ سننے میں آئے جن کا مضمون یہ تھا۔

" ہم نے "مسعر" کو اس وجہ سے قتل کردیا ہے کہ اس نے سرکشی کی، حق کی توہین کی اور بُرائیوں کا راستہ بنایا اور رسول پاک ﷺ کی شان میں بے ادبی کی۔ میں نے ایک چمکتی ہوئی تیز تلوار سے اس کا کام تمام کردیا۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث اس اضافت کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

"حضرت علیؓ نے فرمایا رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس مسیح جن کو جزائے خیر دے"

آپؐ کی دعوت کا مذاق اڑانے والے پر آسمانی بجلی کا گرنا

ایک شخص جو کفار عرب کے سرداروں میں سے تھا۔ اس کے پاس آپ ﷺ نے چند صحابہ کرامؓ کو تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا، چنانچہ ان حضرات نے اس کے پاس پہنچ کر اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا پیغام سنا کر دعوت دی۔ تو اس گستاخ نے ازراہِ تمسخر کہا کہ اللہ کون ہے؟ کیسا ہے اور کہاں ہے؟ کیا وہ سونے کا ہے؟ یا چاندی کا ہے؟ یا تانبے کا؟

اس کا یہ متکبرانہ اور گستاخانہ جواب سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور ان حضرات نے بارگاہِ نبوت میں واپس حاضر ہو کر سارا ماجرا سنایا اور عرض کیا: یا رسول اللہ اس شخص سے بڑھ کر کافر اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنے والا تو ہم لوگوں نے دیکھا ہی نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ دوبارہ اس کے پاس جاؤ

چنانچہ یہ حضرات دوبارہ اس کے پاس پہنچے تو اس خبیث نے پہلے سے بھی زیادہ گستاخانہ الفاظ زبان سے نکالے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی گستاخیوں اور بدزبانیوں سے رنجیدہ ہو کر دربار نبوت میں واپس پلٹ آئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے تیسری مرتبہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس کے پاس بھیجا جب یہ لوگ پہنچ کر اس کو دعوت اسلام دینے لگے۔ تو وہ گستاخ ان حضرات سے جھگڑا کرتے ہوئے بدزبانی اور گالم گلوچ پر اتر آیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ارشاد نبوی کے مطابق صبر کرتے رہے اسی دوران لوگوں نے دیکھا کہ ناگہاں ایک بدلی آئی۔ اور اس بدلی میں اچانک گرج اور چمک پیدا ہوئی پھر ایک دم نہایت ہی گرج کے ساتھ اس کافر پر بجلی گری۔ جس سے اس کی کھوپڑی اُڑ گئی۔ اور وہ لمحہ بھر میں جل کر راکھ ہو گیا۔

یہ منظر دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بارگاہ اقدس میں واپس آئے تو ان حضرات کو دیکھتے ہی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تم لوگ جس گستاخ کے یہاں گئے تھے وہ تو جل کر راکھ ہو گیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے انتہائی حیرت و تعجب سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ ﷺ کو کیسے اور کس طرح اس کی خبر ہوگئی؟ تو آپ نے فرمایا کہ ابھی ابھی مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

" و یرسل الصواعق فیصیب بھا من یشاء و ھم یجا دلون فی الله و ھو شدید المحال "

ترجمہ: اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہے گرا دیتا ہے اور وہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ حالانکہ وہ بڑا شدید القوۃ ہے۔

مسجد ضرار

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مسجد ضرار کے متعلق خبر دی (جو منافقین نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور مذاق اڑانے لئے بنائی تھی۔ جس کی تفصیل آگے آرہی ہے) چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہوا:

والّذین اتخذو ا مسجداً ضِرارًا وّ کفراً و تفریقاً بین المومنین و ارصادًا لمن حارب الله و رسوله من قبل و لیحلفن ان اردنا الا الحسنی. و الله یشھد انّھم لکٰذبون . لا تقم فیه ابداًلمسجد اُسّس علی التقوی من اوّل یوم احقُ ان تقوم فیه رجال یحبون ان یتطھرو. والله یحب المطھرین. ...... تا والله علیم حکیم.

"اور بعضے ایسے ہیں جنہوں نے ان اغراض کے لئے مسجد بنائی ہے کہ اسلام کو ضرر پہنچائیں اور اس میں بیٹھ بیٹھ کر کفر کی باتیں کریں اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اس شخص کے قیام کا سامان کریں جو اس کے قبل سے خدا اور رسول کا مخالف ہے اور قسمیں کھا جاویں گے کہ بجز بھلائی کے اور ہماری کچھ نیت نہیں اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں اور آپ اس میں کبھی نماز کے لئے کھڑے نہ ہوں البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ (مراد مسجد قبا) وہ واقعی اس لائق ہے کہ آپ اس

میں نماز کے لئے کھڑے ہوں ۔اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے کو پسند کرتا ہے ۔ پھر آیا ایسا شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت یعنی مسجد کی بنیاد خدا سے ڈرنے پر اور خدا کی خوشنودی پر رکھی ہو یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کسی گھاٹی یا غار کے کنارے پر جو کہ گرنے ہی کو ہو رکھی ہو پھر وہ عمارت اس بانی کو لے کر آتش دوزخ میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو دین کی سمجھ ہی نہیں دیتا۔ ان کی یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں کانٹا سا کھٹکتی رہے گی ہاں مگر ان کے وہ دل ہی اگر فنا ہو جاویں تو خیر۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں ''

آیت پاک میں ''ضرار'' سے مرادہ ہے کہ قبا والوں کو نقصان پہنچانے کے لئے انہوں نے یہ مسجد بنائی ہے کیونکہ جب بنی عمرو ابن عوف نے جو قبا کے باشندے تھے مسجد قبا بنائی تو ان کے بنی اعمام یعنی غنم ابن عوف کو ان سے حسد پیدا ہوا اور کہنے لگے۔

'' ہم لوگ گدھے باندھنے کے احاطہ میں نماز پڑھیں گے مگر خدا کی قسم اس میں نہیں بلکہ ہم بھی وہاں ایک مسجد بنائیں گے اور رسول اللہ ﷺ کو بلائیں گے کہ اس میں نماز پڑھیں اور ابو عامر راہب جب شام سے آیا کرے گا تو وہ بھی ہماری اس مسجد میں نماز پڑھا کرے گا۔ اس طرح یعنی بنی عمرو ابن عوف کے مقابلہ میں ہمیں فضیلت اور برتری حاصل ہو جائے گی!''

انہوں نے جس جگہ کو گدھے باندھنے کا احاطہ کہا ہے ۔ وہ ایک عورت کی زمین تھی ۔ جہاں وہ اپنے گدھے باندھا کرتی تھی ۔ ادھر جب سے مسجد قبا بنی تھی تو اس علاقے کے تمام مسلمان اس قبا مسجد میں نماز پڑھنے لگے تھے۔ اور اس میں پانچ وقت نماز ہوا کرتی تھی۔

پھر جب بنی غنم ابن عوف نے حسد کی وجہ سے وہ اور مسجد ضرار بنالی تو بہت سے لوگ مسجد قبا کو چھوڑ کر اس مسجد میں نماز پڑھنے لگے اور اس طرح اس دوسری مسجد کی وجہ سے مسلمانوں میں تفریق اور پھوٹ پیدا ہوگئی اور ان میں گروہ بندی پیدا ہوئی۔

جن لوگوں نے یہ مسجد بنائی وہ لوگ اس میں جمع ہو کر رسول اللہ ﷺ کی عیب جوئی کرتے اور آپ کا مذاق اڑاتے ۔ گویا اس عمارت کی بنیاد ہی اس فسق و فجور کے لئے ڈالی گئی تھی کہ یہاں جمع ہو کر اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی کوشش کی جائے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ مسجد تعمیر کرنے کے لئے ان لوگوں کو ابو عامر راہب نے مشورہ دیا تھا یہ ابو عامر راہب وہی شخص ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے اس کی شرارتوں اور نیچ حرکتوں کی وجہ سے راہب کی بجائے فاسق کا خطاب دیا تھا اور اس کے بعد مسلمان اس کو ابو عامر کے بجائے ابو عامر فاسق کہنے لگے تھے۔

غرض اس شخص نے لوگوں کو یہ مسجد بنانے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

''یہاں میرے لئے ایک مسجد بنا دو اور جتنی طاقت اور ہتھیار جمع کر سکتے ہو کر لو۔ میں شہنشاہ روم اور قیصر کے پاس جا رہا ہوں اور وہاں سے رومیوں کا عظیم لشکر لے کر آؤں گا اور اس سے محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو مدینہ سے نکال دوں گا۔!''

جب ان لوگوں نے یہ مسجد تیار کر لی تو رسول ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمارے یہاں آ کر اس مسجد میں بھی اسی طرح نماز پڑھیئے جس طرح آپ نے مسجد قبا میں پڑھی تھی۔

آنحضرت ﷺ نے وہاں جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما دیں جو گذشتہ سطروں میں نقل کی گئیں۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ کو دعوت کے لئے وہ لوگ اس وقت آپ کے پاس آئے جب آپ تبوک جانے کی تیاری فرما رہے تھے ان لوگوں نے آپ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم نے ایک مسجد بنائی ہے جو ایسے لوگوں کے لئے ہے جو کسی عذر کی وجہ سے مسجد قبا نہ جا سکیں۔ جیسے بیمار ہوں۔ یا کسی مجبوری میں ہوں۔ یا رات کے وقت بارش ہونے کی وجہ سے یا سردی کی وجہ سے مجبور ہوں۔ لہٰذا ہمارے لئے آپ اس مسجد میں چل کر نماز پڑھ لیجئے اور ہمارے لئے برکت کی دُعا فرمائیے!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''اس وقت میں سفر کی تیاری میں ہوں اور مشغول ہوں اگر خدا نے کیا اور

ہم واپس آ گئے تو انشاء اللہ تمہارے یہاں آئیں گے ۔ اور تمہارے لئے اس مسجد میں نماز پڑھیں گے ۔!'' اس کے بعد آپ تبوک کے سفر سے واپس آ رہے تھے تو انہوں نے پھر آپ سے اس مسجد میں چلنے کی درخواست کی مگر اسی وقت آسمان سے اس بارے میں خبر آ گئی چنانچہ آپ نے صحابہ کی ایک جماعت کو وہاں جانے کا حکم دیا جس میں حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی بھی تھے۔

مسجد ضرار کو مسمار کرنے کا حکم۔

آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا '' اس مسجد میں جاؤ جس کے بنانے والے بہت ظالم لوگ ہیں اور ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اس مسجد میں آگ لگا کر اسے مسمار کر دو۔''

چنانچہ صحابہؓ نے وہاں جا کر اس حکم کی تعمیل کی ۔ یہ مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت تھا مسجد کو منہدم کر کے بالکل زمین کے برابر کر دیا گیا۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ نے اس مسجد کی جگہ کے بارے میں حکم دیا تھا کہ اس زمین کو کوڑی کے طور پر استعمال کیا جائے اور یہاں گندگی وغلاظت اور پاخانہ وگوبر ڈالا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مسجد ضرار کے متعلق خبر دی (جو منافقین نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور مذاق اڑانے کے لئے بنائی تھی

فرانس کے تھیٹر پر خلیفہ عبدالحمید ثانی کا سخت ردعمل

خلافت عثمانیہ کے ۳۴ ویں خلیفہ عبدالحمید ثانی تھے ۔ انہوں نے ۳۱ اگست ۱۸۷۶ سے ۲۷ اپریل 1909 تک خلافت عثمانیہ کی باگ دوڑ سنبھالا۔ ۲۱ ستمبر ۱۸۴۲ کو ترکی کے شہر استنبول میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ۷۵ برس کی عمر میں ۱۰ فروری 1918 کو وفات پائی ۔ آپ ایک اعلیٰ پایہ کے شاعر بھی تھے عثمانی خلیفہ عبدالحمید کا نام تاریخ اسلام میں نہایت سنہری حروف میں درج ہے۔ خلیفہ عبدالحمید ثانی خلافت عثمانیہ کے ان خلفا میں شمار کئے جاتے ہیں جو عالم اسلام میں اپنے کردار اور حب رسول ﷺ کی وجہ سے اپنا مقام رکھتے تھے ۔ آپ وسیع رقبے پر پھیلی ہوئی مملکت پر حکمران تھی ۔ آپ وسیع رقبے پر پھیلی ہوئی

رقبے پر حکمران رہے۔خلاف عثمانیہ کی سرحدیں یورپ سے ملتی تھی اور سیاسی کشمکش اور جنگی معرکوں کا بھی سلسلا جاری رہا۔خلیفہ عبدالحمید ثانی ایک دن اپنے مشیروں اور وزراء کے درمیان موجود تھے کہ اچانک ایک حکومتی عہدیدار نے آپ کو آکر ایک ایسی خبر سنائی کہ آپ کا رنگ غصے سے سُرخ ہوگیا۔اور نہایت جلال میں آکر کھڑے ہوگئے حکومتی عہدیدار کے ہاتھ میں فرانسیسی اخبار موجود تھا جس میں ایک اشتہار شائع ہوا تھا کہ فرانس کے ایک تھیٹر نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخانہ ڈرامہ پیش کرنے کا اعلان کیا ہے۔اوراس سلسلے میں اخبارات جس میں اشتہارات شائع کروائے ہیں اخبارات کے تراشے سے عبدالحمید ثانی کو بتایا گیا کہ ایک شخص نے ایک ڈرامہ تحریر کیا ہے جسے تھیٹر میں پیش کیا جائیگا۔اس ڈرامے میں نعوذ باللہ حضور ﷺ کا کردار بھی بنایا گیا ہے۔اور وہ کردار تھیٹر میں ایک شخص ادا کرے گا (نعوذ باللہ)۔خلیفہ حکومتی عہدیدار سے فرانسیسی اخبار لے کر اونچی آواز میں پڑھنا شروع کرلیا۔نہایت جلال اور غصے کی حالت میں سلطان کا جسم کانپ رہا تھا۔جبکہ آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔آپ وہاں موجود حکومتی عہدیداروں کو مخاطب کر کے اخبار میں شائع اشتہار سے متعلق بتارہے تھے کہ فرانس کے اس اخبار میں ایک اشتہار شائع ہوا ہے کہ ایک شخص نے ایک ڈرامہ لکھا ہے اس میں حضور ﷺ کا کردار بھی بتایا گیا ہے یہ ڈرامہ آج رات پیرس کے تھیٹر میں چلے گا۔اس ڈرامے میں ہمارے نبی کریم ﷺ کے شان میں گستاخیاں ہیں وہ فخر کونینؐ کی گستاخیاں کرینگے۔اگر وہ میرے بارے میں بکواس کرتے تو مجھے کوئی غم نہیں لیکن اگر وہ میرے دین اور میرے رسول ﷺ کی گستاخی کرے تو جتنے جی مرجاؤں میں تلوار اٹھاؤں گا یہاں تک اپنی جان اُن پر فدا کردوں گا۔چاہے میری گردن کٹ جائے یا میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے تاکہ کل رسول ﷺ کے سامنے شرمندگی نہ ہو میں انہیں برباد کردوں گا۔یہ برباد ہوجائیں گے راکھ ہوجائیں گے۔یہ آگ اور تباہی ہر ذلیل دشمن کے لئے نشان عبرت ہوگی۔ہم جنگ کریں گے۔ہم ان کی طرح بے غیرت نہیں ہوسکتے۔اور یہ بھی ممکن نہیں کہ ہم اپنی دفاع سے پیچھے ہٹ جائیں گے ہم اُن سے جنگ کریں گے خلیفہ نہایت جلال میں باآواز گستاخانِ رسول کے خلاف

جنگ کا اعلان کر رہے ہیں اسی اثنا میں سلطان نے فرانسیسی سفیر کو طلب کرنے کے احکامات جاری کر دئے۔ کچھ ہی دیر بعد خلیفہ دربار میں روایتی لباس فاخرانہ جو شائد فرانسیسی سفیر پر ہیبت ڈالنے کے لئے زیب تن کیا تھا نہایت جلال اور بے چینی کی حالت میں بجائے تخت پر بیٹھنے کے اس کے سامنے کھڑے تھے اور فرانسیسی سفیر اُن کے ساتھ حاضر تھا۔ سلطان کی حالت سے اسے اندازہ ہو رہا تھا۔ کہ اسے بلاوجہ طلب نہیں کیا گیا۔ اس کے ماتھے پر پسینہ آ چکا تھا۔ جبکہ جسم پر لرزہ طاری تھا۔ اور ٹانگیں سلطان کے رعب سے کانپ رہی تھی۔ سلطان نے فرانسیسی سفیر کو مخاطب کیا۔

سفیر صاحب! ہم مسلمان اپنے رسول ﷺ سے زیادہ محبت کرتے ہیں اسی وجہ سے اُن سے محبت کرنے والے اُن پر اپنی جانوں کو قربان کرتے ہیں اور مجھے بھی کوئی تردّد نہیں ہے کہ میں بھی حضور ﷺ پر جان قربان کرتا ہوں۔ ہم نے سنا ہے کہ آپ نے ایک تھیٹر ڈرامہ بنایا ہے۔ جو نبی مکرمؐ کی توہین پر مشتمل ہے یہ کہہ کر خلیفہ نے فرانسیسی سفیر کی جانب قدم بڑھانا شروع کر دیئے۔ خلیفہ کہتے جا رہے تھے۔ میں۔۔۔۔ بادشاہ ہوں بلقان کا، عراق کا، شام کا، لبنان کا، حجاز کا، اور قافقاز کا ایجنسی اور دارالحکومت کا۔ میں خلیفۃ الاسلام عبدالحمید خان ہوں یہاں تک کہ خلیفہ فرانسیسی سفیر کے قریب پہنچ گئے۔ اور فاصلہ نہایت کم ہو گیا۔

فرانسیسی سفیر کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ وہ خلیف کے جلال کے سامنے بہت مشکل سے کھڑا تھا۔ خلیفہ نے فرانسیسی سفیر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہایت سفاکانہ لہجہ میں اسے کہا کہ اگر تم نے اس ڈرامہ کو نہ روکا تو میں تمہاری دُنیا تباہ کر دوں گا۔ یہ کہہ کر خلیفہ عبدالحمید ثانی نے ڈرامے کے اشتہار والا اخبار فرانسیسی سفیر کی اچھال دیا۔ اور نہایت تیزی سے دربار سے نکل گئے۔ فرانسیسی سفیر اس اخبار کو اُٹھائے فوری طور پر ڈگمگاتا ہوا دربار سے خلیفہ کے جانے کے بعد دیواروں اور فرنیچر کا سہارا لیتے ہوئے باہر نکلا اور سیدھا سفارتخانے پہنچا۔ اور ایک نہایت برق رفتار پیغام فرانس اپنی حکومت کو بھیج دیا۔ کہا اگر یورپ کو اپنی آنکھوں سے جلتا ہوا نہیں دیکھنا چاہتے۔ تو فوری طور پر گستاخانہ ڈرامے کو روکو۔ عثمانی لشکر حکم

کے منتظر کھڑے ہیں اور پیادہ فوج اور توپخانہ چھاؤنیوں سے نکل چکا ہے۔خلیفہ عبدالحمید ثانی فرانسیسی سفیر کو طلب کرنے اور جنگ کا اعلان کرنے کے بعد چپ نہیں رہے۔انہوں نے فوری طور پر اپنے مشیر خصوصی کو اپنے دفتر میں طلب کرلیا۔اور اسے فوری طور پوری خلافت میں ایک سرکلر جاری کرنے کا حکم دیا۔ یہ سرکلر خلیفہ نے خود اپنی زبانی لکھوایا۔جو کچھ ایسا تھا:۔

''فرانسیسی کی اسلام کے خلاف کاروائیاں حد سے تجاوز کر چکی ہیں ہم پھر بھی پاس ادب رکھے ہوئے ہیں لیکن اب ہماری صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔اب ہم خلافت کا پرچم بلند کرنے جارہے ہیں اور فرانسیسیوں سے ایک حتمی جنگ کرنے جارہے ہیں یہ حکم ہے خلیفۃ وجہ الارض جلالت الملک عبدالحمید خان کا۔ اب ہم ان سے ان کی زبان میں بات کریں گے۔

مشیر خصوصی خلیفہ عبدالحمید کے لہجے میں تلوار کی کاٹ صاف محسوس کررہا تھا اس کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک سنسنی کی لہر دوڑ گئی۔خلیفہ عبدالحمید کی فرانسیسی سفیر کی دربار میں طلبی اور جنگی حکم نامے کے ساتھ فوجوں کو تیار رہنے کے احکامات نے ہی اسلام دشمنوں پر خوف طاری کردیا پوری دنیا منتظر تھی کہ اب کیا ہوگا۔ یورپ کانپ اُٹھا فرانس نے گھٹنے ٹیک دیئے۔خلیفہ اپنے خاص کمرے میں موجود تھے۔جہاں وہ امور مملکت سے مشورے اور فیصلے صادر کرتے کہ اچانک ایک حکومتی عہدیدار ہانپتا ہوا کمرے میں بغیر اجازت ہی داخل ہوگیا۔اور گویا ہوا۔ ''جناب! ایک خوشخبری آئی ہے۔خلیفہ! وہ کیا؟ حضور فرانسیسیوں نے اس ڈرامے کو نہیں روکا بلکہ اس تھیٹر کو ہمیشہ کے لئے بند کردیا۔جس نے نبی مکرم ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کا ارادہ کیا تھا۔ خلیفہ عبدالحمید حکومتی عہدیدار کی بات کرنے کے دوران ہی نمناک ہوچکے تھے آپ کی زبان سے فرط جذبات سے صرف الحمدللہ ہی نکل سکا۔حکومتی عہدیداروں نے خلیفہ کو بتایا کہ پورے عالمِ اسلام سے ان کے لئے شکریہ کے پیغامات آرہے ہیں۔انگلستان لیوربول کی ایک اسلامی تنظیم نے اس ڈرامے کے روکے جانے کی خبر دی ہے۔غیر مسلم بھی سڑکوں پر نکل آئے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے رسول ﷺ کی گستاخی برداشت نہیں کرسکتے۔وہ آپ کے لئے صحت وعافیت کی دعائیں کر

رہے ہیں۔مصر اور الجزائر میں لوگ خوشی کے مارے سڑکوں پر نکل آئے ہیں۔میرے سردار! اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو یہ کہہ کر حکومتی عہدیدار خاموش اور مؤدب ہو گیا۔

خلیفہ عبدالحمید کے گردن اللہ تعالیٰ کے حضور احساس تشکر سے جھک چکی تھی۔آنکھوں سے آنسوں جاری تھے۔کچھ دیر بعد سلطان نے ہمت اکٹھی کی۔اور گردن اوپر اُٹھائی اور حکومتی عہدیدار سے مخاطب ہوئے ''اے پاشا! مجھے یہ عزت صرف اس لئے ملی ہے۔کہ میں اس دین کا ادنیٰ سا خادم ہوں، مجھے کسی بڑے لقب کی ضرورت نہیں''

یہ کہہ کر سلطان نے ہاتھ نیچے کو باندھ لئے اور محل کے دورے پر نکل کھڑے ہوئے۔یہ وہ وقت تھا جب خلافت عثمانیہ کی ہیبت اور جلالت سے یورپ اور کفار کے مراکز ہل جایا کرتے تھے۔ کاش پاکستان کو بھی کوئی ایسا عاشق رسولؐ حکمران مل جائے۔

ریجی نالڈ کا انجام

اسلامی ۵۸۳ھ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے ہر طرف جہاد میں بھرتی کا اعلان فرمادیا پھر آپ لشکر کے طبریہ کی طرف بڑھے اور بزور جنگ اسے فتح کرلیا۔یہ صورت حال دیکھ کر صلیبیوں نے بھی لڑائی کی تیاری کی۔اور ہر دور دراز اور قریب کے علاقوں کے صلیبی ان کے لشکر میں شامل ہو گئے صلاح الدین ایوبی کے لشکر میں بارہ ہزار گھڑ سوار تھے۔اور پیادہ لشکر اس کے علاوہ تھا۔صلیبیوں کی تعداد اسی ہزار کے لگ بھگ تھی۔کئی دن دونوں لشکر آمنے سامنے رہے۔ بالآخر جبل حطین لڑائی کا مرکز بنا۔ اس لڑائی میں صلیبیوں کی بدقسمتی عروج پر رہی۔اوران کے بڑے بڑے سردار اور حکام پکڑے گئے۔جن میں ان کا بادشاہ یروشلم بھی شامل تھا۔ عماد الکتاب کا کہنا ہے۔کہ اس دن جنگ میں اتنے صلیبی قتل اور گرفتار ہوئے کہ مقتولین کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا تھا۔کہ پوری فوج قتل ہو چکی ہے۔جبکہ قیدیوں کے ڈھیر دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا۔کہ پوری فوج زندہ گرفتار کرلی گئی ہے۔ایک مسلمان سپاہی تیس تیس صلیبیوں کو خیمہ کی ایک رسی میں باندھ کر ہنکا تا پھر رہا تھا۔

اس لڑائی نے صلیبیوں کی قوت کو پارہ پارہ کردیا۔ان کی بڑی مقدس صلیب مسلمانوں کے ہاتھ آ گئی تھی۔ اوران کا مشہور جنگجو بادشاہ ریجی نالڈ جس نے ایک بار مسلمانوں کے ایک قافلے کو گرفتار کرلیا تھا اور جب انہیں قتل کرنے لگا۔تو ان سے کہا۔اب تم محمدؐ کو اپنی مدد کے لئے کیوں نہیں بلاتے ہو۔ملعون بھی مسلمانوں کے قید میں تھا۔

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے اسے کہا کہ محمد ﷺ کی طرف سے مدد آ چکی ہے پھر اسے قتل کردیا۔

اس جنگ سے حاصل ہونے والے قیدی دمشق کے بازاروں میں ایک ایک جوتے کے بدلے فروخت ہوئے۔فلسطین کے وہ تمام علاقے جن پر سلطان نے قبضہ کرلیا تھا وہاں کے صلیبی اور عسقلان کے شکست خوردہ لشکروں نے بھی بیت المقدس میں پناہ لے لی تھی۔ (ڈاکٹر شاہد صاحب)

گستاخِ رسول ام جمیل

ام جمیل کا نام اروٰی تھا اور ام جمیل اسکی کنیت تھی۔یہ ابوسفیان کی بہن اور ابولہب کی بیوی تھی۔رسول ﷺ کی دشمنی میں اپنے شوہر سے کم نہ تھی۔آنحضرت ﷺ کی ہجو میں اشعار پڑھتی جنگل سے خاردار جھاڑیاں لاکر رات کے وقت رسول کریم ﷺ کے گھر کے آگے ڈال دیتی تاکہ جب آپ ﷺ صبح بیت اللہ کو جائیں گے تو آپؐ کے پاؤں میں کانٹے لگیں گے اور جب آپ کے بچے باہر نکلیں گے وہ بھی زخمی ہونگے۔

ام جمیل ایک بدزبان عورت تھی۔جس وقت سورۂ لہب نازل ہوئی۔اس کو ام جمیل نے سنا تو بھپری ہوئی رسول ﷺ کی تلاش میں نکلی اسکے ہاتھ میں مٹھی بھر پتھر تھے۔رسول ﷺ کی ہجو میں اپنے ہی اشعار پڑھتی ہوئی حرم پہنچی تو وہاں حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف فرما تھے۔حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ آ رہی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ آپ ﷺ کو دیکھ کر یہ کوئی بیہودگی کریگی۔

حضور ﷺ نے فرمایا یہ مجھ کو نہیں دیکھ سکے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ ﷺ کے موجود ہونے کے باوجود وہ آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکی اور اس نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے صاحب نے میری

ہجو کی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا اس گھر کی رب کی قسم انہوں نے تو تمہاری ہجو نہیں کی ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مراد یہ تھی کہ رسول ﷺ نے تمہاری ہجو نہیں کی بلکہ تمہاری ہجو تو اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ یہ جواب سن کر وہ واپس چلی گئی اس کے جانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ کیا اس نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتہ آڑ بن کر کھڑا ہوا تھا جب تک وہ واپس نہ چلی گئی۔

ام جمیل کا انجام

ام جمیل گردن میں ایک بہت قیمتی سونے کا ہار پہنتی تھی اور کہا کرتی تھی کہ لات اور عزیٰ کی قسم میں اپنا یہ ہار فروخت کر کے اسکی قیمت محمدؐ کی مخالفت کے کاموں میں خرچ کروں گی۔ اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ جس مظبوط بٹی ہوئی رسی سے وہ خاردار جھاڑیاں جنگل سے باندھ لاتی اسی رسی کو اپنے گلے میں ڈال لیتی کہ یہ گٹھا سر سے گر نہ جائے۔ یہ لکڑیاں لا کر رسول اللہ ﷺ کے دروازے کے باہر کو پھینکتی تھی۔ ایک دن لکڑیوں کا گٹھا سر پر اور رسی گلے میں تھی۔ تھک کر ایک پتھر پر بیٹھ گئی لکڑیوں کا گٹھا پیچھے گر گیا۔ فرشتے نے پیچھے سے زور سے رسی کو کھینچا جس سے اس کا گلہ گھٹ گیا اور کم بخت مرگئی۔ خسر الدنیا والآخرہ۔

آیت شریفہ فی جیدھا حبل من مسد (اسکی گردن میں مظبوط بٹی ہوئی رسی ہوگی) کے ذیل میں مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں کہ یہ رسی قیامت والے دن اس کے منہ سے گھسیٹ کر دبر کی طرف سے نکالیں گے۔ بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ قیامت والے دن اس کے گلے میں جہنم کی آگ کی رسی ہوگی جس سے کھینچ کر جہنم کے اوپر لایا جائے گا پھر ڈھیلی چھوڑ کر جہنم کی تہہ میں پہنچایا جائیگا یہی عذاب اس گستاخِ رسول ﷺ ام جمیل کو ہوتا رہے گا۔

ابوجہل کا انجام

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں، میں صف کے ساتھ کھڑا تھا میں نے جب دائیں بائیں جانب دیکھا تو میرے دونوں طرف قبیلہ انصار کے دو نوعمر لڑکے تھے۔ ان میں سے ایک نے میری طرف اشارہ کیا اور پوچھا۔ اے چچا کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں بھتیجے لیکن تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ لڑکے نے جواب دیا مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر مجھے وہ مل گیا تو اس وقت تک میں اس سے جدا نہیں ہوں گا جب تک کہ ہم میں سے کوئی جس کی قسمت میں پہلے مرنا ہو گا مر نہ جائے۔ مجھے اس سے بڑی حیرت ہوئی پھر دوسرے نے اشارہ کیا اور وہی باتیں اس نے بھی کہیں۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ مجھے ابوجہل دکھائی دیا۔ جو لوگوں میں گھومتا پھر رہا تھا۔ میں نے ان لڑکوں سے کہا کہ جس کے متعلق تم لوگ مجھ سے پوچھ رہے تھے وہ سامنے پھرتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ دونوں نے اپنی تلواریں سنبھالیں اور اس پر جھپٹ پڑے اور حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ اسکے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو خبر دی رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تم دونوں میں سے کس نے اسے مارا ہے؟ دونوں نوجوانوں نے کہا کہ میں نے اسے قتل کیا ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم نے اپنی تلواریں صاف کر لی ہیں؟ انہوں نے عرض کی نہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے دونوں تلواروں کو دیکھا اور فرمایا کہ تم دونوں ہی نے اسے مارا ہے۔ اور اس کا سارا سامان معاذؓ بن عمرو بن جموح کو ملے گا اور وہ دونوں نوجوان معاذ بن عفراؒ اور دوسرا شخص معاذ بن عمرو بن جموع تھے۔ بعض روایات میں ابوجہل کے قاتل معاذ اور معوذؓ عفراء کے بیٹوں کو بتلایا گیا ہے ممکن ہے یہ لوگ بھی بعد میں شریک قتل ہو گئے ہوں۔

رسول اللہ ﷺ ابوجہل کے قتل سے بڑے خوش ہوئے اور سجدہ شکر ادا کیا اور فرمایا ''ھذا فرعون الامۃ'' یہ اس امت کا فرعون ہے۔

دو بد بخت عیسائیوں کا انجام

جو آپ ﷺ کے جسد اطہر نکالنے کے لئے یورپ سے بھیجے گئے

یہ ۱۱۶۲ء کا واقعہ ہے اللہ کا ایک برگزیدہ اور اسلام کا عظیم جرنیل سلطان نورالدین زنگی اپنے دارالحکومت دمشق شہر میں تھا ایک رات نماز تہجد ادا کر کے اپنے بستر پر آنکھ لگ گئی سرکار دو عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ ﷺ نے نیلی آنکھوں والے دو آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔نورالدین ہمیں ان دونوں کے شر سے بچاؤ۔ یہ ارشاد سنتے ہی نورالدین زنگی کی آنکھ کھل گئی۔ وہ بے تابی کے ساتھ اٹھے اور اسی وقت اپنے وزیر جمال الدین کو طلب کیا اور اسے ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔وزیر بھی ہوشمند تھا۔فوراً عرض کی کہ ہمیں بلا تاخیر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو جانا چاہئے تاکہ اصل صورت حال سے آگاہی ہو سکے چنانچہ آنے والے چند لمحات میں ہی بیس سپاہیوں کی ہمراہی میں سلطان نورالدین زنگی اور انکے وزیر حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔ مسلسل بارہ دن کے تھکا دینے والے سفر کے بعد سلطان نورالدین زنگی مدینہ منورہ پہنچے تو سیدھے مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لے گئے۔وہاں روضہ رسول اللہ ﷺ پر حاضری دی اور دو رکعت نماز ادا کی اور وہیں بیٹھے بیٹھے اعلان کروادیا۔کہ سلطان معظم کی دربار رسالت میں حاضری کے موقع پر تمام اہل مدینہ کے لئے مسجد نبوی میں ایک پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا جارہا ہے۔شہر کے ہر بوڑھے و جوان کو تاکید کی جاتی

ہے۔کہ وہ وقت مقررہ پر پہنچ جائے۔اور سلطان کی طرف سے میزبانی سے فیض یاب ہو۔

اس اعلان کے مطابق جب لوگوں کی آمد شروع ہوئی تو سلطان زنگی ایک ایسی جگہ کھڑے ہو گئے جہاں

سے ہر آنے والے کا چہرہ ان کی نظروں کے سامنے سے ہو کر گزرتا تھا۔ صبح سے شام تک لوگ آتے رہے۔ اور شاہی ضیافت کے ساتھ ساتھ سلطانی اعزاز و اکرام کے مزے بھی لوٹتے رہے۔ جب کہ سلطان خود مستقل سی جگہ بیٹھے رہے۔ اور بے تابی سے ان دو چہروں کا انتظار کرتے رہے۔ جو خواب میں انہیں دکھائے گئے تھے۔ اسی عالم میں دن پورا گزر گیا۔ اور شام کے سائے پھیلنے لگے مگر سلطان کو وہ دو نیلی آنکھوں والے دکھائی نہیں دیئے۔

جب رات ہونے کو آئی تو سلطان نے پریشانی کے عالم میں مقامی حکام کو طلب کیا اور ان سے پوچھا۔ کہ کیا ہماری دعوت پر مدینہ کے سب لوگ حاضر ہوئے ہیں۔

تو پتہ چلا کہ واقعی سب آئے ہیں سوائے ان دو فقیروں کے جو دنیا و مافیہا سے بے غم و بے فکر ہو کر ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں گوشہ نشینی کی زندگی گزارتے ہیں۔ اور کاروبار و سرکار سے کوئی لین دین نہیں رکھتے ان کی جھونپڑی کا دروازہ اکثر و بیشتر بند ہی رہتا ہے۔ اور کہا یہی جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے بیشتر اوقات نماز اور عبادت میں گزار دیتے ہیں۔ ان دونوں سے توقع ہی نہیں کی جاسکتی کہ وہ سلطانی ضیافت کے بکھیڑوں میں پڑیں۔

ان حکام نے سلطان کے سامنے ان دونوں درویشوں کی صفات و اخلاق کا ذکر کرتے یہ بھی کہا۔ کہ کچھ عرصہ قبل جب مدینہ منورہ میں قحط سالی ہوئی تھی اور لوگ فقر و فاقے کے عالم میں بھوکوں
مرنے لگے تھے۔ تو ان دونوں فقیروں نے لوگوں کی دل کھول کر مالی مدد کی تھی اور ہر شخص کو اتنا دیا تھا کہ لوگ ان کو عطاء کئے جانے والے غیبی خزانوں پر انگشت بدنداں رہ گئے تھے۔

یہ سب باتیں سن کر ان دونوں کو مشکوک قرار دینا آسان نہ تھا۔ لیکن سلطان نورالدین زنگی پھر بھی اپنی کوشش پوری کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ حکم دیا کہ ان دونوں کو بھی ضیافت میں حاضر کیا جائے۔ اور اگر وہ آنے سے انکار کریں تو زبردستی لایا جائے یہ بات جب ان گوشہ نشین فقیروں تک پہنچی تو وہ دونوں حاضری پر آمادہ ہو گئے۔ اور پھر جب وہ سلطان زنگی کی نظروں کے سامنے سے گزرے تو انہوں نے ان دو فقیروں اور ان دو

چہروں کے درمیان فرق نہ پایا۔ پہلی ہی نگاہ میں انہیں یقین ہوگیا کہ وہی بد بخت و بد باطن ہیں جن کی جانب آقا ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا۔

چنانچہ ان دونوں کو فوراً گرفتار کر لینے کا حکم صادر ہوا لیکن عوام میں اتنی مقبولیت رکھنے والے افراد کو بلادلیل و حجت سزا بھی نہیں دی جاسکتی تھی ۔ لہٰذا سلطان نے فرمائش کی کہ وہ ان گدڑی پوشوں کی جھونپڑی میں جانا چاہتے ہیں وہاں پہنچ کر اندر باہر چہار اطراف کی تلاشی لی گئی۔ لیکن ایسا کچھ برآمد نہ ہوا۔ جس کی وجہ سے انہیں ملزم ٹھہرایا جاتا۔ یا کم از کم مشکوک ہی سمجھا جاتا یہ سب کچھ دیکھ کر سلطان زنگی شدید اضطراب کا شکار ہو گئے ۔ کہ ایک طرف سرکار مدینہ ﷺ کی طرف واضح اشارہ تھا اور دوسری طرف مدینہ بھر کے لوگوں کی جانب سے ان دونوں کے تقدس کی گواہی۔ بالآخر سلطان نے اپنے رب سے دُعا کی اور ازسرِنو جھونپڑی کی تلاشی ہوئی اب کی بار کسی نے ان دونوں کا مصلیٰ اٹھایا تو نیچے زمین سے برابر ایک بڑا سا پتھر پایا گیا۔ سلطان نے اس پتھر کو اٹھوایا تو سب لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہاں غار نما ایک سرنگ کا دہانہ ہے سلطان زنگی ازخود آگے بڑھے اور اس سرنگ میں داخل ہو گئے۔ پھر وہ اس میں چلتے رہے حتیٰ کہ ایک قبر کے اندرونی حصے کے پاس جا پہنچے۔ یہ عین وہی جگہ تھی جہاں زمین کے اوپر آپ نبی آخرالزمان محمد ﷺ کا روضۂ اقدس تھا اور لوگ اس کی زیارت سے اپنی آنکھوں کا قرار حاصل کرتے تھے۔ بعض روایات میں تو یہاں تک آتا ہے کہ سلطان زنگی روضۂ اقدس کے اس قدر قریب پہنچ گئے کہ نبی محترم ﷺ کے اقدام مبارک آپ کو صاف دکھائی دینے لگے۔

یہ سب کچھ دیکھ کر سلطان کانپ اٹھے ۔ فوراً واپس لوٹے ان دونوں بدبختوں کو طلب فرمایا۔ اور پوچھا کہ یہ سب کچھ کیا ہے اور کیوں ہے؟

ان دونوں نے پہلے تو حیل وحجت کی لیکن رنگے ہاتھوں پکڑے جانے کی وجہ سے کچھ نہ بن پڑی۔ تو خود ہی بتایا کہ وہ دونوں عیسائی ہیں اور انہیں یورپی بادشاہوں نے بے شمار مال و دولت دے کر بھیجا ہے اور ان کے ذمے یہ کام سپرد کیا گیا ہے کہ وہ (نعوذ باللہ) پیغمبر اسلام ﷺ کے جسد اطہر کو ان کے روضۂ مبارک سے

نکال لائیں تا کہ مسلمان اس مرکز سے محروم ہو جائیں جو انہیں ایک دوسرے سے وابستگی اور وحدت عطا کرتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اگر ایسا ہو جاتا تو فتنہ پرور بدفطرت عیسائیوں کے لئے مسلمانوں کو یہ چیلنج کرنا بھی ممکن ہو جاتا کہ مسلمان جس نبی ﷺ کی زیارت کرنے کے لئے جوق در جوق چلے آتے ہیں وہ تو قبر میں ہیں ہی نہیں۔

یہ سب کچھ سن کر سلطان نورالدین زنگی کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ان کا دل بے چین ہو گیا،رگ حمیت پھڑک اٹھی اور اپنے محبوب آقا ﷺ کی ایسی بھیانک گستاخی کا انتقام لینے کے لئے ان کا لہو جوش مارنے لگا۔تب ایک لمحہ ضائع کئے بغیر ان دونوں بدبختوں کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔پھر تمام اہل مدینہ کے سامنے انہیں قتل کر دینے کے بعد ان کو اس وقت تک سکون نہ ملا جب تک ان دونوں کی لاشوں کو جلا کر راکھ نہ کر دیا گیا ہو۔

عامر چیمہ کی شہادت

اور توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے یورپی اخبار کے بیورو چیف کا انجام۔

رومن کیتھولک رسالے Studi Cattolici نے اپنے سرورق پر متنازعہ خاکے شائع کئے ان حالات میں ایک پاکستانی طالب علم غازی عامر چیمہ نے غیرت ایمانی کا ثبوت پیش کرنے کے لئے اور آپ ﷺ کے ساتھ سچی محبت وعقیدت کے اظہار کے لئے خنجر بدست ہو کر اخبار کے دفتر کے تمام حصار توڑ کر توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے اخبار کے بیورو چیف پر قاتلانہ حملہ کر دیا جس سے وہ بدبخت بُری طرح زخمی ہو گیا اور پھر یہ بہادر نوجوان گرفتار ہو گیا عدالت میں سینہ تان کر ایسی حالت میں فخر سے اقرار جرم کرتا ہے اور اسی طرح عامر چیمہ نے ناموس رسالت کے تحفظ کی خاطر اپنے کامل ایمان ہونے کا ثبوت دے کر شہدائے ناموس رسالت کی فہرست میں اپنا نام لکھوایا۔

آپ ﷺ کے فرمان کی تحقیر کرنے پر ایک طالب علم کا انجام

حدیث مبارک میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ لید۔ ہڈی سے استنجا نہ کیا کرو۔

آپ ﷺ کے اس قوال میں استنجا کے سلسلے میں ایک پابندی بھی ہے فراغت کے بعد متعلقہ حصہ جسم کی صفائی ہڈی اور گوبر سے ہرگز نہ کرنی چاہیئے ایک حکیم صاحب کہتے ہیں کہ میرے ایک بزرگ نے ایک واقعہ سنایا ایک آزاد خیال تعلیم یافتہ مسلمان نوجوان نے مجھ سے جب یہ بات سنی تو بڑی تحقیر سے اس پر ہنسی اڑائی۔ اتفاق سے اس کے بعد کسی موقعے پر اس نے بعد رفع حاجت صفائی کے لئے ہڈی استعمال کر لی۔ اس کے استعمال کرتے ہی پاخانے کے مقام پر اسے شدید سوزش شروع ہو گئی اور ورم ہو گیا۔

بات یہ تھی کہ اس ہڈی میں چھوٹی سرخ چیونٹیاں تھیں جو سخت زہریلی ہوتی ہیں اور جن پر اس کی نظر نہ پڑی انہوں نے اسے کاٹ کھایا جب اسکی تکلیف بڑھ گئی تو میرے پاس آیا غلطی کا اعتراف کیا اظہار ندامت کیا اور ساتھ ہی علاج دریافت کیا میں نے کہا جس محسن ہستی پر تم نے تمسخر کیا تھا اب اسی پر درود بھیجو اور توبہ کرو چنانچہ توبہ اور درود شریف کی کثرت سے اس کی تکلیف جاتی رہی۔

ڈیرہ غازی خان میں انتہائی بدزبان قادیانی کا عبرتناک انجام۔

ڈیرہ غازی خان کے اللہ آباد میں ایک منہ پھٹ اور انتہائی بدزبان قادیانی ماسٹر رہتا تھا۔ اس شاطر کو جہاں موقع ملتا قادیانیت کی تبلیغ کرتا اور ختم نبوت کے بارے میں بک بک کرتا۔ آخر ایک دن وہ اسی طرح بک بک کرتا مر گیا۔ قادیانیوں نے اسے مسلمانوں کے مقامی قبرستان میں دفن کرنیکا خفیہ پروگرام بنایا۔ لیکن کسی ذریعہ سے یہ خبر مسلمانوں تک پہنچ گئی اور مسلمانوں نے اپنے قبرستان میں اس ملعون کی تدفین نہ ہونے کا بندوبست کر لیا اور علاقہ پولیس کو بھی اطلاع کر دی۔ قادیانی خوفزدہ ہو گئے اور انہوں نے مجبوراً اس کو اس کی اپنی زمین میں دفن کر دیا۔ تدفین کے بعد قبر میں زبردست آگ لگ گئی اور یہ کیفیت تین دن تک مقامی لوگ دیکھتے رہے آخر قبر پھٹ گئی اور وہاں ایک بہت بڑا گڑھا بن گیا۔ لوگ دور دور سے اس عبرت گاہ کو دیکھنے آتے۔ قادیانیوں نے اپنی بے عزتی ہوتے دیکھ کر پتھروں سے اس گڑھے کو بھروا دیا اور اس کے اوپر قبر کا پختہ چبوترہ قائم کر دیا لیکن بدبختوں نے اس ہولناک

واقعہ سے کوئی عبرت حاصل نہ کی۔

دیکھو گے برا حال محمدؐ کے عدو کا

منہ پر ہی گرا جس نے چاند پہ تھوکا

روڑہ ضلع خوشاب میں ایک انتہائی گستاخِ رسول قادیانی حاجی ولد موندار کا عبرتناک انجام

قادیانی مذکورہ انتہائی فحش گالیاں بکتا۔گلی کوچوں میں اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتا اس کی ناپاک زندگی غلاظت سے اٹی پڑی تھیں یہ اس وقت کی بات ہے جب قادیانیوں کو ابھی آئینی طور پر کافر قرار نہیں دے گیا تھا قادیانی حج پر جا سکتے تھے۔ یہ رذیل بھی مسلمانوں کے ساتھ مکہ مکرمہ چلا گیا وہ وہاں بھی اسلام اور مسلمانوں کا تمسخر اڑاتا جگہ جگہ پر کھسیانی ہنسی ہنستا، قہقہے لگاتا اور بکواس کرتا کہ میں یہاں صرف سیر کرنے آیا ہوں کیونکہ اب حج تو صرف ربوہ میں ہوتا ہے۔ یہ گستاخِ رسول جب مرا تو اسے الگ قادیانیوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ سورج غروب کے بعد جلد ہی رات کا اندھیرا پہلے کی نسبت قدرے گہرا ہونا شروع ہوا۔ رات کو ارد گرد کی آبادیوں نے یہ خوفناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا اور وہ چشم دید گواہ آج بھی اس واقعہ کے شاہد ہیں کہ آگ کا ایک بہت بڑا سرخ گولہ عین اس قبر کے اوپر آ کر گرا اور غائب ہو گیا۔ پھر پے در پے گولے برسنے لگے۔ تو رات گئے تک یہ سلسلہ جاری رہا اپنی آنکھوں سے اس قادیانی مردار کی قبر پر آگ برستے دیکھ کر بھی قادیانیوں کو کوئی عبرت نہ ہوئی۔ شاید ان کے دلوں پر تالے پڑے ہیں۔

عبدالحکیم نامی قادیانی کا عبرتناک انجام

عبدالحکیم نامی قادیانی کو رات چوروں نے اتنا مارا کہ وہ براستہ ربوہ سیدھا جہنم میں جا پہنچا۔ اس گستاخِ رسولؐ کی نعش نے ایسی بدبو پھیلائی کہ قادیانیوں نے قیمتی عطر اور سینٹ وغیرہ چھڑک کر بدبو اور تعفن کو

دبانے کی بہت کوشش کی لیکن تمام کوشیش ناکام ثابت ہوئی۔تابوت میں بند کرنے کے بعد بھی یوں محسوس ہورہا تھا کہ لاش نہیں بلکہ غلاظت بھری ہوئی ہے۔تابوت سے گندہ ریشہ نکل رہا تھا۔اسی حالت میں اسے ربوہ لے گئے۔اوراسے قادیانی مرگھٹ میں دبادیا گیا۔

گستاخِ رسول چرن داس ہندو

ڈوگرہ کا غازی میاں محمد کے ہاتھوں کا عبرتناک انجام؛

مدراس چھاؤنی میں ڈیوٹی سے فارغ فوجی سپاہی مختلف گروپوں میں بیٹھے خوش گپیوں میں مشغول تھے۔انہی میں ایک طرف چند مسلمان نعت رسول کریم ﷺ سننے میں محو تھے اتفاق سے جو شخص نعت شریف سنارہا تھا وہ ایک ہندو تھا یہ بڑی خوش الحانی اور عقیدت مندی کے ساتھ نعت سنارہا تھا۔قریب ہی ایک ہندو ڈوگر سپاہی نے جب ایک ہندو کو اس طرح عقیدت مندی کے ساتھ نعت پڑھتے سنا تو وہ مارے تعصب کے جل کر کباب ہوگیا۔اس نے باآواز بلند آپ ﷺ کی شان اقدس میں سخت گستاخی کرتے ہوئے نعت پڑھنے والے ہندو سے مخاطب ہوکر کہا۔

"تو کیسا ہندو ہے؟ تو ہندودھرم کا مجرم ہے۔۔۔تیراپاپ معاف نہیں کیا جاسکتا"....

مسلمان سپاہیوں نے ڈوگرہ سپاہی کی یہ بدزبانی سنی تو صبر کا گھونٹ پی کررہ گئے۔لیکن میاں محمد اپنے آقا ﷺ کی شان میں یہ گستاخی سن کر تڑپ اٹھے اور ڈوگرہ سپاہی سے کہا۔تیرے ہم مذہب کو یہ سعادت نصیب ہوئی ہے کہ وہ آپ ﷺ کے نام مبارک سے اطمینان قلبی حاصل کرے۔،اس لئے وہ گا کر سرکار دوعالم ﷺ کی نعت پڑھ رہا ہے۔تجھے اپنے خبیث باطن کی وجہ سے یہ بات پسند نہیں تو، تو یہاں سے چلاجا۔خبردار آئندہ ایسی بکواس نہ کرنا۔یہ سن کر ڈوگرہ سپاہی بولا۔میں تو بار بار ایسا ہی کہوں گا۔تم سے جو ہوسکتا ہے کرلو۔

یہ بیہودہ جواب سن میاں محمد کا خون کھول اٹھا ایک ہندو ڈوگرہ نے ان کی حمیت ایمانی کو للکارا تھا۔انہوں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔آئندہ اپنی ناپاک زبان سے ہمارے نبی اکرم

ﷺ کی شان میں گستاخی کا جملہ کہنے کی جرأت نہ کرنا۔ ورنہ یہ بدتمیزی تجھے جلد ذلت ناک موت سے دوچار کردے گی۔

بدقسمت ڈوگرہ سپاہی نے پھروہی تکلیف دہ جواب دیا اور کہا کہ مجھے ایسی گستاخی سے روکنے کا تمہیں کوئی حق نہیں۔

یہ سن کر میاں محمد سیدھے اپنے حوالدار کے پاس گئے۔ یہ بھی ہندو تھا۔آپ نے اس سے تمام واقعہ بیان کیا اور کہا کہ اگر چرن داس (ہندو ڈوگرہ) نے برسرِ عام معافی نہ مانگی تو اپنی زندگی سے کھیلنا مجھ پر فرض ہو جاتا ہے۔

ہندو حوالدار نے اس نازک مسئلے پر کوئی خاص توجہ نہ دی اور صرف یہی کہا کہ میں چرن داس کو سمجھا دوں گا۔

میاں محمد حوالدار کی یہ سرد مہری دیکھ کر سیدھے اپنی بیرک میں پہنچے۔اب وہ اپنی زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ کر چکے تھے۔انہوں نے نماز عشاء ادا کی اور پھر سجدے میں جا کر گڑگڑاتے ہوئے دعا کی۔

" میرے اللہ! میں نے تہیہ کرلیا ہے کہ تیرے محبوب کی شان میں گستاخی کرنے والے کا کام تمام کردوں ۔یااللہ! مجھے حوصلہ عطا فرما۔ثابت قدم رکھ۔ مجھے بھی اپنے محبوب ﷺ کے عاشقوں میں شامل کرلے۔ میری قربانی منظور فرمالے"۔

نماز سے فارغ ہوکر میاں محمد گارڈ روم میں گئے۔اپنی رائفل نکالی۔میگزین لوڈ کیا۔اور باہر نکلتے ہی چرن داس کو للکار کر کہا۔ بدبخت اب بتاؤ۔ نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے پر میں باز پرس کا حق رکھتا ہوں یا نہیں؟

یہ سن کر شاتم رسول چرن داس نے بھی جو بندوق اٹھائے ڈیوٹی دے رہا تھا پوزیشن سنبھالی اور رائفل کا رخ میاں محمد کی طرف موڑا۔لیکن اگلے ہی لمحے ناموس رسالت ﷺ کے شیدائی کی گولی چرن داس کو ڈھیر کر چکی تھی۔ رائفل کی دس گولیاں اس کے جسم کے پار کرنے کے بعد غازی میاں محمد نے سنگین کی نوک سے اس کے منہ پر پے در پے وار کیئے۔سنگین سے وار کرتے ہوئے وہ کہتے جاتے تھے کہ:

"اس ناپاک منہ سے تو نے میرے پیارے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی....."

جب غازی کو مردود چرن داس کے جہنم واصل ہونے کا یقین ہو گیا تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے خطرے کی گھنٹی بجائی اور بگلر سے کہا کہ وہ مسلسل بگل بگائے جب سب پلٹن جمع ہو گئی تو غازی نے کمانڈنگ آفیسر سے کہا کہ کسی مسلمان افسر کو بھجوادو تا کہ میں رائفل پھینک کر خود کو گرفتاری کے لئے پیش کردوں۔ آپ کی گرفتاری کے لئے آپ ہی کے علاقے کے ایک مسلمان عباس خان کو بھیجا گیا۔

گرفتاری کے بعد انگریز کمانڈنگ آفیسر نے غازی موصوف سے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟

انہوں نے جواب دیا کہ چرن داس نے ہمارے پیارے رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی اور بدکلامی کی تھی ۔ میں نے اس کو روکا لیکن وہ باز نہ آیا اس لئے میں نے اس کو ہلاک کر دیا۔ اب آپ قانونی تقاضے پورے کریں۔

۷امئی ۱۹۳۷ء کو غازی میاں محمد کو مقدمے کی تفتیش کے لئے پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔ ابھی آپ دس دن پولیس کی حراست میں رہے تھے کہ کمانڈر انچیف (جی ۔ ایچ ۔ کیو دہلی) کا حکم آیا کہ میاں محمد پر فوجی قانون کے تحت مقدمہ چلایا جائے۔ غالباً حکام کو خدشہ تھا کہ شاید سول عدالت میں مقدمے کا فیصلہ حکومت کی منشاء کے خلاف ہو۔

فوجی حکام کی خواہش تھی کہ مقدمے کے فیصلے تک غازی صاحب کے والدین کو کوئی اطلاع نہ دی جائے ۔لیکن صوبیدار ملک غلام محمد کو کسی طرح فوجی حکام کی اس سازش کی اطلاع ہو گئی اور وہ فوراً مدراس پہنچ گئے ۔ عدالتی چارہ جوئی اور مقدمے کی پیچیدگیوں سے نمٹنے کے لئے مدراس کے معروف مسلمان ایڈووکیٹ سید نور حسین شاہ کی خدمات حاصل کی گئیں۔

نور حسین شاہ نے قانون کا امتحان لندن سے پاس دیا تھا۔ اور عرصہ تک وہیں پریکٹس بھی کی تھی ۔ انہوں نے بڑی دیانتداری اور فرض شناسی سے اس عظیم کام کا آغاز کیا۔ لیکن کیس ابھی ابتدائی مراحل میں تھا۔ کہ کسی سنگدل نے محافظ کی موجودگی میں ایڈووکیٹ موصوف کو چھرا گھونپ دیا۔ زخم کاری اور مہلک تھا جس سے وہ رحلت فرما گئے۔

ان کے بعد یہ مقدمہ اصغر علی ایڈوکیٹ نے اپنے ہاتھ لیا۔ یہ بھی لندن کے تعلیم یافتہ تھے۔
انہوں نے بھی بڑی جانفشانی اور لگن کے ساتھ کیس کی تیاری میں حصہ لیا۔ یہ بھی لندن کے
تعلیم یافتہ تھے۔انہوں نے بھی جانفشانی اور لگن کے ساتھ کیس کی تیاری میں حصہ لیا فوجی حکام چاہتے تھے کہ غازی صاحب کو ذہنی مریض قرار دے کر سزا دی جائے تاکہ کیس کو مذہبی رنگ بھی نہ ملے اور ہندو بھی خوش ہو جائیں۔اس مقصد کے تحت غازی صاحب کو گورنمنٹ مینٹل ہسپتال مدراس میں داخل کر دیا گیا۔ایک ماہ بعد ڈاکٹر نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ میں نے پورا مہینہ میاں محمد کو اپنی نگرانی میں رکھا نفسیاتی جائزہ بھی لیا ہے۔کئی بار چھپ کر بھی معائنہ کیا ہے لیکن اس عرصہ میں انہیں فکر مند یا کسی سوچ میں گم نہیں پایا(جیسا کہ پاگل اکثر گم صم رہتے ہیں) میرا میڈیکل تجزیہ یہی بتاتا ہے کہ میاں محمد نے قتل کا ارتکاب مذہبی جذبات سے برانگیختہ ہونے کی وجہ سے کیا ہے۔

۱۶ اگست کو غازی صاحب کا جنرل کورٹ مارشل شروع ہوا۔ پانچ دن کارروائی ہوتی رہی کل اٹھارہ گواہوں کے بیانات قلمبند ہوئے۔تین ڈاکٹروں کی شہادت بھی ریکارڈ پر آئی۔ جرح کے دوران انہوں نے یہ متفقہ موقف اختیار کیا کہ غازی محمد نے جو کچھ کیا ہے ہماری رائے میں وقوعہ کے وقت وہ اپنے جذبات کو قابو نہیں رکھ سکا۔لیکن غازی صاحب اپنے ابتدائی بیان پر ڈٹے رہے اور کہا۔

"میں نے جو کچھ کیا ہے خوب سوچ سمجھ کر کیا ہے۔یہی میرا فرض تھا۔
چرن داس نے میرے آقا محمد ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی تھی"

کورٹ مارشل کے دوران ان کے وکیل نے رائے دی کہ وہ یہ بیان دیں کہ میں نے گولی اپنی جان بچانے کی غرض سے چلائی تھی، کیونکہ چرن داس بھی مجھ پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن غازی نے سختی کے ساتھ اس تجویز کو مسترد کر دیا اور کہا کہ میری ایک جان تو کیا ایسی ہزاروں جانیں بھی ہوں تو سرکار دو عالم ﷺ کی حرمت پر نچھاور کر دوں۔

۲۳ ستمبر ۱۹۳۷ء کو پلٹن میں غازی میاں محمد کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔جس کا جواب

غازی نے مسکرا کر دیا۔

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے۔

اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے۔

۱۵ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو وائسرائے ہند کے پاس اپیل کی گئی جو مسترد ہوگئی پھر پریوی کونسل لندن میں اپیل دائر کی گئی جو مختصر سماعت کے بعد رد کر دی گئی۔اپیلیں مسترد ہو جانے کے بعد فوجی حکام نے ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء کو سزا پر عمل درآمد کا فیصلہ کیا۔

پھانسی کے انتظامات کا جائزہ لینے کے لئے 3/10 بلوچ رجمنٹ کا ایک آفیسر کراچی سے مدراس پہنچا۔ اس نے غازی صاحب سے پوچھا، کوئی آخری خواہش ہو تو بتاؤ؟

فرمایا: ساقی کے ہاتھوں سے جام پی کر سیراب ہونا چاہتا ہوں۔

غازی صاحب کا باڈی گارڈ دستہ چھ سپاہیوں، ایک انگریز افسر اور ایک بیرے پر مشتمل تھا۔جن لوگوں نے آخری وقت آپ کی زیارت کی ان کا کہنا ہے کہ چہرے پر سرور اور تازگی اور آنکھوں میں خمار کی چمک پہلے سے کہیں زیادہ ہوگئی تھی والدین سے آخری ملاقات میں ہنس ہنس کر باتیں کرتے رہے۔والدہ اپنے تئیس سالہ جواں بیٹے کا دیوانہ وار کبھی سر چومتیں، کبھی منہ۔

اسی رات ۱۱ اپریل کو انہیں مدراس سول جیل لے جایا گیا۔رات بھر آپ عبادت میں مشغول رہے۔تہجد کے بعد غسل فرمایا سفید لباس زیب تن کیا۔نماز فجر ادا کی پھر آپ کو تختہ دار کی طرف لے جایا گیا تختہ دار پر کھڑے ہوتے ہی آپ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔پھر مدینہ منورہ کی طرف رخ کر کے فرمایا: سرکار مدینہ ﷺ میں حاضر ہوں۔پھانسی کا پھندہ آپ کے گلے میں ڈال دیا گیا۔تختہ دار کھینچ دیا گیا۔دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ کے چہرے پر برستا ہوا نور کچھ اور افزوں ہوگیا۔فضا کی عطر بیزی کچھ اور بڑھ گئی۔ڈاکٹر نے معائنہ کر کے کہا: بے قرار روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

اگلے ہی لمحے ساقی کوثر کا دیوانہ حوض کوثر کے کنارے اپنی پیاس بجھا رہا تھا یہ ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء کی صبح تھی

وقت پانچ بج کر پینتالیس منٹ (از ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مومن وہی ہے جو محمد ﷺ کو اپنی جان سے، اپنے مال، اپنی اولاد سے اور اپنے والدین سے عزیز سمجھتا ہو۔

مسلمانوں کے مرکز نگاہ اور محبوب و مقدس ترین شخصیت حضرت محمد ﷺ کی شان میں ادنیٰ سی بھی گستاخی کرتا ہے تو غیرت و حمیت سے سرشار ہر مسلمان کا خون کھول اٹھتا ہے اور اس کے رگ و پے میں لاوا سا دوڑنے لگتا ہے۔ اور اسے اس وقت تک کسی پہلو قرار نہیں آتا جب تک وہ شاتم رسول کے ناپاک اور غلیظ وجود سے اس دھرتی کو پاک نہیں کر لیتا۔

شیطان صفت راجپال نامی
بدبخت کا عبرتناک انجام اور غازی علم الدین کی شہادت

شیطان صفت راجپال نے نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کی شان کے خلاف ایک آزار کتاب شائع کر کے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا علم الدین کے دل میں بھی طوفان برپا ہو گیا

حکومت کو راجپال کے خلاف مقدمہ چلانے کو کہا گیا۔ مقدمہ چلا لیکن الٹا چور سرخرو ہوا۔ اخبارات چیختے چلاتے رہے راجپال کے خلاف کاروائی کا مطالبہ کرتے رہے جلسے، جلوس نکلتے رہے۔ لیکن حکومت اور عدل و انصاف کے کان بہرے رہے۔

خواب میں آ کر ایک بزرگ نے کہا، علم الدین ابھی تک سو رہے ہو تمہارے نبی ﷺ کی شان کے خلاف دشمن کاروائیوں میں لگے ہیں اٹھو جلدی کرو!

غازی علم الدین ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ ان کا تمام جسم پسینے میں شرابور تھا۔ پھر آنکھ نہ لگی منہ اندھیرے اٹھے اوزار سنبھالے ارادہ تو کر ہی چکے تھے۔ دوسری بار پھر خواب میں بزرگ کو دیکھا تو ارادہ اور بھی مضبوط ہو گیا۔ آخری بار اپنے دوست شیدے سے ملنے گئے اسے اپنی چھتری اور گھڑی یادگار کے طور پر دی۔ گھر آئے رات گئے تک جاگتے رہے۔ نیند کیسے

آتی؟ وہ تو زندگی کے سب سے بڑے مشن کی تکمیل کی بات سوچ رہے تھے۔اس کے علاوہ اب کوئی دوسرا خیال پاس بھی پھٹک نہ سکتا تھا۔

اگلی صبح گھر سے نکلے گمٹی بازار کی طرف گئے اور آتمارام نامی کباڑیئے کی دکان پر پہنچے، جہاں چھریوں اور چاقوؤں کا ڈھیر لگا تھا۔وہاں سے انہوں اپنے مطلب کی چھری لے لی اور چل دیئے۔

انارکلی میں اسپتال روڈ پر عشرت پبلشنگ ہاؤس کے سامنے ہی راجپال کا دفتر تھا۔معلوم ہوا کہ راجپال ابھی نہیں آیا۔ آتا ہے تو پولیس اس کی حفاظت کے لئے آجاتی ہے اتنے میں راجپال کار پر آیا۔کھوکھے والے نے بتایا کہ کار سے نکلنے والا راجپال ہے۔اسی نے کتاب چھاپی ہے۔راجپال ہردوار سے واپس آیا تھا ۔دفتر میں جاکر اپنی کرسی پر بیٹھا اور پولیس کو اپنی آمد کی خبر دینے کے لئے ٹیلیفون کرنے کی سوچ ہی رہا تھا۔ کہ علم الدین دفتر کے اندر داخل ہوئے اس وقت راجپال کے دو ملازم وہاں موجود تھے۔کدار ناتھ پچھلے کمرے میں کتابیں رکھ رہا تھا جبکہ بھگت رام راجپال کے پاس ہی کھڑا تھا۔ راجپال نے درمیانے قد کے گندمی رنگ والے جوان کو اندر داخل ہوتے دیکھ لیا لیکن وہ سوچ بھی نہ سکا کہ موت اس کے اتنے قریب آچکی ہے۔ پلک جھپکتے ہی چھری نکالی۔۔۔ ہاتھ فضا میں بلند ہوا اور پھر راجپال کے سینے پر جا لگا۔۔ایک ہی وار اتنا کارگر ثابت ہوا کہ راجپال کے منہ سے صرف ہائے کی آواز آئی اور وہ اوندھے منہ زمین پر جا پڑا۔

علم الدین الٹے قدموں باہر دوڑے، کدارناتھ اور بھگت رام نے باہر نکل کر شور مچایا پکڑو پکڑو۔۔۔ مار گیا۔۔۔مار گیا۔۔مار گیا۔

راجپال کے قتل کی خبر آناً فاناً شہر میں پھیل گئی۔پوسٹ مارٹم ہوا تو کئی ہزار ہندو اسپتال پہنچ گئے۔اور آریہ سماجی ہندو دھرم کی جے، ویدک دھرم کی جے کے نعرے سنائی دینے لگے۔

غازی علم الدین کی بے گناہی میں نہ صرف ہند بلکہ افغانستان تک میں بھی آوازیں اٹھنے لگیں اور علم الدین کی بریت پر زور دیا جانے لگا۔

لاہور میں علامہ اقبالؒ، مولانا محمد علی شیخ شفیع، مراتب علی شاہ اور میاں عبدالعزیز نے غازی علم الدین کے حق میں قرارداد پاس کروائی۔ کتنے ہی دوسرے شہروں میں بھی ایسی ہی قرار دادیں منظور ہوئیں۔

وکلاء نے جرح کی اور صفائی میں دلائل دیئے لیکن یہاں دلائل سننے والا کون تھا؟ عدالت مقدمے کی سماعت کرنے اور فیصلہ سنانے کے لئے بے چین تھی۔ صفائی کے وکلاء کی کوئی بات مانی نہیں گئی۔

قائداعظم محمد علی جناح نے دفاع میں ہائی کورٹ میں دو نکات پیش کیے۔

۱۔ راجپال نے پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ بدزبانی کی ہے۔ ملزم کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچائی گئی جس سے غصے میں آ کر اس نے راجپال پر حملہ کیا۔ جرم اس پر ٹھونسا گیا۔

۲۔ ملزم کی عمر انیس اور بیس سال کے قریب ہے وہ سزائے موت سے مستثنیٰ ہے (بحوالہ مقدمہ امیر بنام کراؤن نمبر ۹۵۴ سال ۱۹۲۲ء صفائی کے وکلاء کی کوئی بات نہیں مانی گئی۔، کوئی دلیل قبول نہ کی گئی۔ فرنگی اور سرشاری لال کی موجودگی میں غازی علم الدین کو کیسے بخشا جا سکتا تھا اور ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو سزائے موت دی گئی۔

غازی علم الدین کو پھانسی ہوگئی، آخر وقت تک وہ بالکل پرسکون رہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی عزت اور ناموس کی خاطر تختہ دار پر چڑھ گئے۔ سید عطاء اللہ شاہؒ نے ان کے پھانسی پانے پر فرمایا:

"علم الدین ہم سے بہت آگے نکل گیا"

کوٹھری میں علم الدین نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ علم الدین، ڈٹ جاؤ میں حوض کوثر پر آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ کتنے خوش قسمت تھے غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ۔

اللھم جعلنا منھم

رام گوپال کا عبرتناک انجام اور غازی مرید حسین کی شہادت

غازی مرید حسین موضع بھلہ کریالہ (چکوال) کے رہنے والے تھے پابند صوم وصلوۃ تھے ان کے دل

میں سرورِ کونین ﷺ کی بے پناہ محبت موجزن تھی اس کے نتیجے میں ایک رات خواب میں انہیں سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ نبی پاک ﷺ نے خواب میں ان کو ایک گستاخ زمانہ کافر کا حلیہ دکھایا جسے انہوں نے اپنی ڈائری میں اچھی طرح نوٹ کر لیا۔ اس واقعہ کے بعد ان کے دل میں زبردست انقلاب آ گیا۔ اور وہ ماہی بے آب کی طرح بے تاب رہنے لگے۔ آخر قدرت نے اس سچے عاشق کو امتحان کا موقع فراہم کر دیا۔ ایک دن زمیندار اخبار میں ایک خبر "پلول کا گدھا" کے عنوان سے شائع ہوئی کہ ہندوستان کے ایک قصبہ پلول ضلع گوڑگانواں کے ایک ہندو رام گوپال نے جو شفاخانہ حیوانات میں ڈاکٹر ہے ہسپتال کے ایک گدھے کا نام محسن انسانیت ﷺ کے اسم گرامی پر رکھا ہوا ہے (نعوذ باللہ)

اس بدذات کی اس شرمناک جسارت کی خبر پورے ملک میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ اور مسلمانوں نے آگ بگولا ہو کر صدائے احتجاج بلند کی جب فساد امن کا خطرہ بڑھا تو اس ڈاکٹر کا تبادلہ وہاں سے ضلع حصار کے قصبہ نارنوند کر دیا گیا۔

غازی مرید حسین اس مقام پر کھڑے تھے جہاں ایک طرف بیوہ، ماں کی شفقت، وفا شعار بیوی کے محبت، برادری کے بندھن، دنیاوی مصلحتیں، سینکڑوں کنال زمین لہلہاتے کھیت اور تیار فصلیں تھیں اور دوسری طرف عشق رسول ﷺ کا امتحان تھا عقل سوچتی رہ گئی مگر عشق نے امتحان کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

غازی مرید حسین نے بھیرہ سے ایک دودھارا خنجر خریدا اور سیدھے چکوال گئے۔ اور ڈاکخانہ سے اپنی جمع شدہ رقم نکالی اور کسی کو بتائے بغیر اپنے مشن پر روانہ ہو گئے۔ چکوال سے آپ پہلے لاہور پہنچے پھر سیدھے دہلی چلے گئے وہاں سے حصار گئے وہاں جا کر معلوم ہوا کہ ڈاکٹر رام گوپال پشاور چلا گیا ہے۔ آپ پھرتے پھراتے واپس پشاور پہنچ گئے لیکن ڈاکٹر پشاور سے نارنوند جا چکا تھا۔ آپ اس کے تعاقب میں ۶ اگست ۱۹۳۶ء کو دوبارہ حصار پہنچ گئے۔ پوچھتے پوچھتے آپ اس ہسپتال جا پہنچے جہاں وہ گستاخ زمانہ رام گوپال متعین تھا۔ اسے غور سے دیکھا اور مخبر صادق ﷺ کے بتائے ہوئے حلیے کو ڈائری میں دیکھا اسے ہو بہو درست پا کر دل خوشی سے اچھلنے لگا۔

ڈاکٹر کی رہائش گاہ دیکھی، حالات کا جائزہ لیا۔ پھر کسی مسلمان کا گھر تلاش کیا ایک مسافر کی حیثیت سے نماز ظہر ادا کی اور دعا مانگی۔

اے میرے رب تیرے ناچیز بندے کو اپنے آبائی وطن سے سینکڑوں میل دور کافروں کی بستی نارنوند میں تیرے محبوب ﷺ کی محبت جس مقصد کے لئے کھینچ لائی ہے اس میں کامیابی و کامرانی عطا فرما۔

اگست کا مہینہ تھا شدید گرمی پڑ رہی تھی ڈاکٹر کی رہائش گاہ ہسپتال سے ملحق تھی صحن میں قدم رکھا تو سامنے درختوں کے گھنے سائے میں وہ ملعون سو رہا تھا۔ جس نے کروڑوں مسلمانوں کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں قریب ہی دوسری چارپائی پر اسی کی بیوی کشیدہ کاری میں مصروف تھی بچے کچھ جاگ رہے تھے کچھ سوئے ہوئے تھے۔ ہسپتال کا عملہ سب کا سب ہندو تھا اور وہ بھی زیادہ دور نہ تھا۔ مرید حسین نے جان ہتھیلی پر رکھ بے خوف و خطر نعرہ لگایا اللہ اکبر۔۔۔ پھر اس ملعون ڈاکٹر کو مخاطب کر کے پکارا۔ او گستاخ زمانہ اٹھ۔۔۔ آج محمد ﷺ کا پروانہ آ ہی گیا ہے۔ بیوی نے بھی شوہر سے کہا رام گوپال اٹھ کوئی مسئلہ آ گیا ہے۔ رام گوپال آنکھیں ملتا اور دھوتی سنبھالتا اٹھا بیوی اور نوکر چاکر مرید حسین کو پکڑنے کے لئے لپکے۔ مگر انہوں نے آن کی آن میں خنجر موذی کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ وہ دھڑام سے ایسا گرا کہ پھر نہ اٹھا۔ غازی مرید حسین نے خنجر قریبی تالاب میں پھینک دیا اور خود بھی اس میں چھلانگ لگا کر تیرنے لگے۔

پولیس کی جماعت نے تالاب کو گھیرے میں لے لیا غازی مرید حسین نے پوچھا تم میں کوئی مسلمان ہے؟ اتفاق سے مقامی تھانے دار مسٹر احمد شاہ کیوٹ تھا اس نے کہا میں مسلمان ہوں مرید حسین تالاب سے باہر آئے اور خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرتے ہوئے کہا میرا نام عاشق رسول ﷺ ہے میں نے ہی ڈاکو کو قتل کیا ہے۔ جس نے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں پر ڈاکہ ڈالا۔ ان کا امن و سکون لوٹ لیا تھا۔

تین دن کی سماعت حصار کے سیشن جج نے چھوتے دن سزائے موت کا فیصلہ سنایا لیکن ایک درخواست کے نتیجے میں دوبارہ سماعت کی گئی مگر سزائے موت برقرار رہی اس پر ہائی کورٹ میں اپیل کی سماعت کی گئی۔ اس نے بھی اپیل خارج کر کے سزائے موت بحال رکھی۔ آخری ملاقات پر ماں نے بیٹے سے کہا کہ پھانسی کا پھندا وہ خود اپنے گلے میں

ڈالے کوئی بھنگی وغیرہ نہ ڈالے۔ غازی صاحب نے کہا ہاں جی ٹھیک ہے۔

آخر ۲۴ ستمبر ۱۹۳۷ء بمطابق ۱۸ رجب ۱۳۵۶ھ جمعۃ المبارک کی وہ صبح آ پہنچی جس کا غازی مرید حسین بڑی بے تابی سے انتظار کر رہے تھے۔ جیل سے باہر رسول ﷺ کے عاشقوں کا ایک جم غفیر جمع تھا اور جیل کے اندر پروانہ رسالت شمع رسالت پر جل مرنے کو بے تاب۔

جب شہادت کا وقت آیا درود شریف پڑھ رہے تھے ڈیوٹی مجسٹریٹ نے کہا آپ زبان کو حرکت نہ دیں انہوں نے کہا میں اپنا کام کر رہا ہوں آپ اپنا کام کریں چنانچہ غازی صاحب درود و سلام پڑھتے پڑھتے جام شہادت نوش کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

ہو نام محمد لب کیفی پے الٰہی

جب طائر جان گلشن ہستی سے رواں ہو

آخر کار بعد از نماز جمعہ آپ کو بھیرہ شریف کے نزدیک "غازی محل" میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

ائمہ اربعہ کے نزدیک ذمی شاتم رسول اور مسلمان شاتم رسول کا حکم

ائمہ اربعہ کے نزدیک اگر ذمی کافر حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ یاد رہے کہ حربی کافر تو ویسے ہی مباح الدم ہوتا ہے اس جرم سے وہ تو بدرجہ اولی واجب القتل ہو جائے گا۔ اگر کوئی کلمہ گو جو اسلام کا مدعی بھی ہو اور حضور ﷺ کی توہین و تنقیص کرے تو اس کے متعلق ائمہ اربعہ کا کیا موقف ہے؟ اس پر بھی تمام ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ توہین رسالت کا مرتکب شخص مرتد ہو جائے گا اگرچہ عام ارتداد میں توبہ سے قتل معاف ہو جاتا ہے لیکن توہین رسالت سے مرتد ہونے والا ہر حال میں واجب القتل ہوگا۔ توبہ سے اس کا قتل تو معاف نہیں ہوگا۔

ان کی سزا جہنم اس لئے ہے کیونکہ انہوں نے اسلام سے کفر کیا اور اللہ کی آیات اور اس کے رسولوں کا مذاق اڑایا۔ (الکہف:۱۰۶)

ہم تیری توہین کرنے والوں کوخوب کافی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ بھی دوسرا الٰہ کھڑا کرتے ہیں عنقریب انہیں پتہ چل جائے گا۔ ہمیں خوب علم ہے کہ ان کی اس تمسخرانہ حرکتوں سے تیرا سینہ تنگ ہوتا ہے۔ لیکن ان کی پرواہ مت کر اور اپنے رب کی تسبیح بیان کر اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہوجا۔ پھر اپنے رب کی عبادت کرتا رہ تا آنکہ تجھے موت آجائے۔ (الحجر ۹۹۔۹۵)

رسولوں کا اس سے پہلے بھی مذاق اڑایا جاتا رہا تو میں کافروں کو ڈھیل دیتا رہا پھر میں نے ان کو اپنی گرفت میں لے لیا پھر کیسا رہا میرا عذاب (سورۂ رعد)

آخر میں پاکستان کے موجودہ اور آنیوالے حکمرانوں سے التماس ہے۔ اور یہ مطالبہ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ پاکستان کے غیور عوام کی طرف سے بھی ہے کہ جو قوانین اسلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات کے حوالے سے ہیں انہی قوانین کو ختم کرانے کے لئے مغرب پورا زور لگا رہا ہے۔
ان قوانین کے حفاظت کی جائے اور ایسے اقدامات کئے جائیں کہ آئندہ کسی کو ان قوانین کو ختم کرنے یا ترمیم کرنے کی جرأت نہ ہو۔ اور اگر ان قوانین کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی تو کوشش کرنے والے کا انجام پنجاب کے گورنر سلمان تاثیر جیسے ہوگا۔

الحمد للہ کتاب ھٰذا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور گستاخانِ رسول کا پہلا حصہ کی تکمیل ۲۰۱۹ء بمطابق ۱۴۴۱ کو ہوئی۔ اور دوسرا حصہ انشاء اللہ جلد تیار ہو جائے گا۔
ناظرین سے التماس ہے کہ اپنی رائے سے آگاہ کیجئے۔ ور ساتھ اس موضوع کے متعلقہ مواد بھیج اس کارِ خیر میں شرکت فرما کر اجرِ عظیم حاصل کریں۔

غیروں کے سوال کا جواب

ایک پروفیسر صاحب لکھتے ہیں کہ کافی عرصہ کی بات ہے کہ جب میں لیاقت میڈیکل کالج جامشورو میں سروس کررہا تھا۔ تو وہاں لڑکوں نے سیرت النبی ﷺ کانفرنس منعقد کرائی اور تمام اساتذہ کرام کو مدعو کیا۔ چنانچہ میں نے ڈاکٹر عنایت اللہ جوکھیو (جو ہڈی جوڑ کے ماہر تھے) کے ہمراہ اس کانفرنس میں شرکت کی اس نشست میں اسلامیات کے ایک لیکچرار نے حضور ﷺ کی پرائیویٹ زندگی پر مفصل بیان کیا۔ اور آپ کی ایک ایک شادی کی تفصیل بتائی۔ کہ یہ شادی کیوں کی۔ اور اس سے اُمت کو کیا فائدہ ہوا۔ یہ بیان اتنا مؤثر تھا کہ حاضرین مجلس نے اس کو بہت سراہا۔ کانفرنس کے اختتام پر ہم دونوں جب جامشورو سے حیدرآباد بذریعہ کار آرہے تھے تو ڈاکٹر عنایت اللہ جوکھیو نے عجیب بات کی۔ آج رات میں دوبارہ مسلمان ہوا ہوں۔ میں نے تفصیل پوچھی تو اُنہوں نے بتایا کہ آٹھ سال قبل جب وہ FRCS کے لئے انگلستان گئے تو کراچی سے انگلستان کا سفر کافی لمبا تھا، ہوائی جہاز میں ایک ائیر ہوسٹس میرے ساتھ آکر بیٹھ گئی۔

ایک دوسرے کے حالات سے آگاہی کے بعد اس عورت نے مجھ سے پوچھا۔ کہ تمہارا مذہب کیا ہے؟ میں نے بتایا، اسلام۔ ہمارے نبی ﷺ کا نام پوچھا، میں نے حضرت محمد ﷺ بتایا، پھر اس لڑکی نے سوال کیا۔ کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ تمہارے نبی ﷺ نے گیارہ شادیاں کی تھیں؟

میں نے لاعلمی ظاہر کی۔ تو اس لڑکی نے کہا یہ بات حق اور سچ ہے۔ اس کے بعد اس لڑکی نے حضور ﷺ کے بارے میں (معاذ اللہ) نفسانی خواہشات کے غلبے کے علاوہ دو تین دیگر الزامات لگائے جس کے سننے کے بعد میرے دل میں (نعوذ باللہ) حضور ﷺ کے بارے نفرت پیدا ہوگئی اور جب میں لندن

کے ہوائی اڈے پر اُترا تو میں مسلمان نہیں تھا۔

آٹھ سال انگلستان میں قیام کے دوران میں کسی مسلمان کو نہیں ملتا تھا، حتیٰ کہ عید کی نماز تک میں ترک کر دی۔ اتوار کو میں گرجوں میں جاتا اور وہاں کے مسلمان مجھے عیسائی کہتے تھے۔

جب میں آٹھ سال بعد واپس پاکستان آیا تو ہڈی جوڑ کا ماہر بن کر لیاقت میڈیکل کالج میں کام شروع کیا یہاں بھی میری وہی عادت رہی۔ آج رات اس لیکچرر کا بیان سن کر میرا دل صاف ہو گیا۔ اور میں نے پھر سے کلمہ پڑھا ہے۔

غور کیجئے ایک عورت کے چند کلمات نے مسلمان کو کتنا گمراہ کیا۔ اور اگر آج ڈاکٹر عنایت اللہ کا یہ بیان نہ سنتا۔ تو پتہ نہیں میرا کیا بنتا؟

اس کی وجہ ہم مسلمانوں کی کم علمی ہے ہم حضورﷺ کی زندگی کے متعلق نہ پڑھتے ہیں اور نہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ کئی میٹنگز میں جب کوئی ایسی بات کرتا ہے تو مسلمان کوئی جواب نہیں دیتے، ٹال دیتے ہیں۔ جس سے اعتراض کرنے والوں کے حوصلے بلند ہو جاتے ہیں۔

اس لئے بہت اہم ہے کہ ہم اس موضوع کا مطالعہ کریں اور موقع پر حقیقت لوگوں کو بتائیں۔

میں ایک دفعہ بہاولپور سے ملتان بذریعہ بس سفر کر رہا تھا کہ ایک آدمی لوگوں کو حضورﷺ کی شادیوں کے بارے گمراہ کر رہا تھا۔ میں نے اُس سے بات شروع کی تو وہ چُپ ہو گیا اور باقی لوگ ادھر اُدھر ہو گئے۔

لوگوں نے حضورﷺ کی عزت اور ناموس کی خاطر جانیں قربان کی ہیں۔ کیا ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ۔ کہ ہم اس موضوع کے چیدہ چیدہ نکات کو یاد کر لیں اور موقع پر لوگوں کو بتائیں

اس بات کا احساس مجھے ایک دوست ڈاکٹر نے دلایا۔ کہ انگلستان میں ہوتے ہیں اور یہاں ایک جماعت کے ساتھ آئے تھے انگلستان میں ڈاکٹر صاحب کے کافی دوست دوسرے مذاہب سے تعلق رکھتے تھے وہ ان کو اس موضوع پر صحیح معلومات فراہم کرتے رہتے ہیں

انہوں نے چیدہ چیدہ نکات بتائے جو میں پیش خدمت کرر ہا ہوں۔اتوار کے دن ڈاکٹر صاحب اپنے دوستوں کے ذریعے ''گرجا گھر'' چلے جاتے ہیں وہاں اپنا تعارف اور نبی کریم ﷺ کا تعارف کراتے ہیں۔ عیسائی لوگ خاص کر مستورات آپ کی شادیوں پر اعتراض کرتی ہیں ڈاکٹر صاحب جو جوابات دیتے وہ مندرجہ ذیل ہیں

میرے پیارے نبی ﷺ نے عالمِ شباب میں (۲۵ سال کی عمر میں) ایک سن رسیدہ بیوہ خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی اور جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں آپؐ نے دوسری شادی نہیں کی۔

۵۰ سال کی عمر تک آپؐ نے ایک بیوی پر قناعت کیا (اگر کسی شخص میں نفسانی خواہشات کا غلبہ ہوتو وہ عالمِ شباب کے ۲۵ سال ایک بیوہ خاتون کے ساتھ گزارنے پر اکتفا نہیں کرتا) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے مختلف وجوہات کی بناء پر آپ ﷺ نے نکاح کئے۔

پھر اسی مجمع سے ڈاکٹر صاحب نے سوال پوچھا کہ یہاں بہت سے نوجوان بیٹھے ہیں۔آپ میں کون جوان ہے جو ۴۰ سال کی بیوہ سے شادی کرے گا۔سب خاموش رہے۔ڈاکٹر صاحب نے ان کو بتایا کہ نبی کریم ﷺ یہ کیا ہے۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے سب کو بتایا کہ جو ۱۱ شادیاں آپؐ نے کی ہیں سوائے ایک کے باقی سب بیوگان تھیں۔یہ سن کر سب حیران ہوئے۔

پھر مجمع کو بتایا کہ جنگِ اُحد میں ستر صحابہ کرامؓ شہید ہوئے۔ نصف سے زیادہ گھرانے بے آسرا ہوگئے۔بیوگان اور یتیموں کا کوئی سہارا نہ رہا۔

اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ کو اپنے صحابہؓ کو بیوگان سے شادی کرنے کو کہا۔لوگوں کو ترغیب دینے کے لئے آپ ﷺ نے حضرت سودہؓ حضرت اُمِّ سلمیٰؓ ، حضرت زینب بنت خذیمہؓ سے مختلف اوقات میں نکاح کئے۔ آپ کو دیکھا دیکھی صحابہ کرامؓ نے بیوگان سے شادیاں کیں جس کی

وجہ سے بے آسرا خواتین کے گھر آباد ہو گئے۔

عربوں میں کثرت ازواج کا رواج تھا۔ دوسرے شادی کے ذریعے قبائل کو قریب لانا اور اسلام کے فروغ کا مقصد آپ ﷺ کے پیش نظر تھا

ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ عربوں میں دستور تھا کہ جو شخص ان کا داماد بن جاتا۔ اس کے خلاف جنگ کرنا اپنی عزت کے خلاف سمجھتے

ابوسفیانؓ اسلام لانے سے پہلے حضور ﷺ کے شدید ترین مخالف تھے مگر جب ان کی بیٹی ام حبیبہؓ سے حضور ﷺ کا نکاح ہوا۔ تو یہ دشمنی کم ہوگئی۔ ہوا یہ کہ اُم حبیبہؓ شروع میں مسلمان ہوکر اپنے مسلمان شوہر کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئیں وہاں ان کا خاوند نصرانی ہو گیا

حضرت اُم حبیبہؓ نے اس سے علٰحیدگی اختیار کی اور بہت مشکلات سے گھر پہنچیں۔ حضور ﷺ ان کی دل جوئی فرمائی۔ اور بادشاہ حبشہ کے ذریعے ان سے نکاح کیا۔

حضرت جویریہؓ قید ہوکر ایک صحابیؓ کے حصہ میں آئیں۔ صحابہ کرامؓ نے مشورہ کر کے سردار کی بیٹی کا نکاح حضور ﷺ سے کر دیا اور اس نکاح کی برکت اس قبیلہ کے ۱۰۰ گھرانے آزاد ہوئے۔ اور سب مسلمان ہو گئے۔

خیبر کی لڑائی میں یہودی سردار کی بیٹی حضرت صفیہؓ قید ہوکر ایک صحابیؓ کے حصہ میں آئی۔ صحابہ کرامؓ نے مشورے سے ان کا نکاح حضور اکرم ﷺ سے کرا دیا۔

اسی طرح میمونہؓ سے نکاح کی وجہ سے نجد کے علاقہ میں اسلام پھیلا۔ ان شادیوں کا مقصد یہ بھی تھا کہ لوگ حضور ﷺ کے قریب آسکیں، اخلاقِ نبیؐ کا مشاہدہ کرسکیں تا کہ انہیں راہِ ہدایت نصیب ہو۔

حضرت ماریہؓ سے نکاح اسی سلسلہ کی کڑی تھا۔ آپؓ پہلے مسیحی تھیں اور ان کا تعلق ایک شاہی خاندان سے تھا۔ ان کو بازنطینی بادشاہ شاہ مقوقس نے بطور ہدیہ کے آپؐ کے خدمت اقدس میں بھیجا تھا۔ حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح متبنی کی رسم توڑنے کے لئے کیا۔ حضرت زیدؓ حضور ﷺ کے متبنی (منہ بولے

بیٹے) کہلائے تھے، ان کا نکاح حضرت زینب بنت جحشؓ سے ہوا مناسب نہ ہونے پر حضرت زیدؓ انہیں طلاق دے دی تو حضور ﷺ نے نکاح کر لیا اور ثابت کر لیا کہ متبنی ہر گز حقیقی بیٹے کے ذیل میں نہیں آتا۔

اپنا کلام جاری رکھتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ علومِ اسلامیہ کا سرچشمہ قرآن پاک اور حضور اقدس ﷺ کی سیرت پاک ہے۔

آپ ﷺ کی سیرت پاک کا ہر ایک پہلو محفوظ کرنے کے لئے مردوں میں خاص کر اصحابہ صفہؓ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ عورتوں میں اس کام کے لئے ایک جماعت کی ضرورت تھی۔

ایک صحابیہؓ سے کام کرنا مشکل تھا۔اس کام کی تکمیل کے لئے آپ ﷺ نے کئی نکاح کئے۔ آپ ﷺ نے حکماء ازواجِ مطہراتؓ کو ارشاد فرمایا تھا کہ ہر اس بات کو نوٹ کریں جورات کے اندھیرے میں دیکھیں۔ حضرت عائشہؓ جو بہت ذہین، زیرک اور فہیم تھیں۔ حضور ﷺ نے نسوانی احکام و مسائل کے متعلق آپؓ کو خاص طور پر تعلیم دی۔

حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ ۴۵ سال تک زندہ رہیں اور ۲۲۱۰ احادیث آپؓ سے مروی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین فرماتے ہیں کہ جب کسی مسئلے میں شک ہوتا ہے تو حضرت عائشہؓ کو اس کا علم ہوتا۔ اسی طرح حضرت اُم سلمہؓ کی روایات کی تعداد ۳۶۸ ہے۔

ان حالات سے ظاہر ہوا کہ ازواجؓ کے گھر عورتوں کی دینی درسگاہیں تھیں۔ کیونکہ یہ تعلیم قیامت تک کے لئے تھیں۔ اور ساری دنیا کے لئے تھیں اور ذرائع ابلاغ محدود تھے اس لئے کتنا جانفشانی سے یہ کام کیا گیا ہوگا، اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آخر میں ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ یہ مذکورہ بالا بیان میں گرجوں میں لوگوں کو سناتا ہوں اور وہ سنتے ہیں باقی ہدایت دینا تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اگر پڑھے لکھے مسلمان ان نکات کو یاد کرلیں اور کوئی بد بخت حضور ﷺ کی ذات پر حملہ کریں تو ہم سب اس کا دفاع کریں